سہ ماہی کثیر لسانی رسالہ

وراثت

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز

وراثت

جلد: 3
شمارہ: 2

Volume:3....No:2

VIRASAT

Designed by:Gurmeet Singh

VIRASAT

Quarterly Journal of Ethnic Literature

Volume:3....No:2

Editorial Staff
Mufti Shafiq-ur-Rahman
Dr. Abid Ahmad Bhat
Dr. Syed Iftikhar Ahmad
Dr. Shabnum Rafiq
Asmat Aziz

J & K ACADEMY OF ART CULTURE & LANGUAGES

Jammu & Kashmir Academy of Art , Culture & Languages,
Srinagar

سہ ماہی کثیر لسانی رسالہ

وراثت

جلد:3............شمارہ:2

(اپریل تا جون 2024ء)

نگران

بھارت سنگھ

مجلسِ ادارت

مفتی شفیق الرحمٰن ...... اُردو
ڈاکٹر عابد احمد ...... انگریزی
ڈاکٹر سید افتخار احمد ...... کشمیری
ڈاکٹر شبنم رفیق ...... کشمیری
عصمت عزیز ...... اُردو

ٹرانسلیشن ریسرچ سینٹر، کشمیر

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر

ناشر: سیکریٹری، جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز

کمپیوٹر کمپوزنگ : گورمیت سنگھ
سرورق : گورمیت سنگھ
تعداد : 300
مطبع : گورنمنٹ پریس سرینگر
قیمت :

''وراثت'' میں شائع ہونے والے مضامین میں ظاہر کی گئی آراء سے اکیڈیمی کا کُلیاً یا جزئیاً متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

خط و کتابت کا پتہ

مفتی شفیق الرحمٰن خان
انچارج آفیسر ٹرانسلیشن ریسرچ سینٹر۔
جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز لال منڈی سرینگر
موبائیل نمبر:9906842887
email: syediftikharacademy@gmail.com

(حصۂ اُردو)

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مصنف/ترجمہ کار	صفحہ نمبر
1	کشمیر میں ادبِ اطفال صورتحال اور امکانات	شاکر شفیع	7
2	وادیٔ چناب کے جغرافیہ و تاریخ	ولی محمد اسیر کشتواڑی	20
3	تاریخ کشمیر از ملک حیدر چاڈورہ ......(قسط:8)	اردو: مفتی شفیق الرحمٰن	43
	قدیم مملکتِ بھدرواہ کا فقیدُ المثال تمدّنی ورثہ	بشیر بھدرواہی	63
4	سلطان العارفین......حیات اور کارنامے (قسط:۳)	محمد عبداللہ بٹ	91

☆

پیش لفظ

اگر چہ ادب کی اہمیت و افادیت کو ہر دور میں تسلیم کیا گیا ہے مگر موجودہ ٹیکنالوجی کے دور میں ادب کو بہت ساری مشکلات اور چلینجز کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ چنانچہ کسی بھی ادبی رسالہ یا کتاب کی اشاعت کے بعد اس کے قدردانوں اور قارئین کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہونے کی وجہ سے اُدباء اور محققین میں اب زیادہ دلچسپی نہیں رہی ہے۔ موجودہ نسل کو کتابوں کے مطالعے (شائع شُدہ کتاب ہو یا e-book ہو) کا شوق نہایت ہی کم رہا ہے۔ وہ اپنا بیشتر وقت سوشل میڈیا پر upload کیئے ہوئے مختلف مناظر اور موبائیل گیمز دیکھنے میں صرف کرتے ہیں۔ ان حالات میں ادبی دنیا کی خوبصورت اور اہم روایت کے تحفّظ، ترقی اور ترویج کی ذمہ داری ادبی اداروں پر بہت زیادہ عائد ہوتی ہے۔ اسی صورت حال کو مدِ نظر رکھ کر کلچرل اکیڈیمی نے مختلف زبانوں میں چھپنے والے رسالے شیرازہ کے علاوہ وراثت اور گاتھا رسالے شائع کرنے شروع کیئے جن میں بیشتر مواد تحقیقی اور ترجمہ شدہ ہوتا ہے۔ اسی کاوش کی ایک کڑی کے طور پر وراثت کا تازہ شمارہ شائع ہو رہا ہے۔ جو سابقہ شماروں کی طرح تین حصوں یعنی اردو، کشمیر اور انگریزی پر مشتمل ہے۔

صورت حال کچھ اس طرح کی ہے کہ اب جہاں ہمیں پڑھنے والوں کی کمی صاف دکھائی دے رہی ہے تو وہیں پہ قلم کاروں کی کمی بھی شدت سے محسوس ہو رہی

ہے۔ بات یہ نہیں ہے کہ ادب میں اب کچھ لکھنے کو رہا ہی نہیں بلکہ لکھنے کے لئے ہر زمانے میں مواد موجود ہوتا ہے۔ بس اس مواد کو ادبی و تحقیقی پیرائے میں پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے بیشتر اُدباء اور قلمکاروں کا تعلق ہماری بزرگ نسل سے ہی ہے۔ جب کہ نوجوان ادباء اور قلمکاروں کی تعداد بہت کم دکھائی دے رہی ہے۔ لگتا ہے کہ دلچسپی اور محنت کی کمی کی وجہ سے نئی نسل ادب جیسی کار آمد چیز سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ مطالعے کی کمی اور بہتر تحقیقی طور طریقہ نہ اپنانے کی وجہ سے نوجوان قلمکاروں کی طرف سے موصول ہونے والے مضامین پورے معیاری نہ ہونے کی وجہ سے ہم شائع نہیں کر پاتے۔ بلکہ ہمیں زیادہ تر بزرگ قلمکاروں پر ہی انحصار کرنا پڑتا ہے۔ یقیناً یہ نہایت ہی تشویش کی بات ہے مگر ہم پُر اُمید ہیں کہ آج کی نوجوان نسل اس تشویش کی سنگینی کو محسوس کرے گی۔ نئی نسل کو ادب و ثقافت کے ساتھ جوڑنے کے لئے ادبی و ثقافتی اداروں کی ذمّہ داری ہے کہ وہ ادب و تحقیق کے فن سے نئی نسل کو روشناس کرائیں۔ اگر چہ اس عمل کے لئے کئی سارے اقدام اُٹھانے کی ضرورت ہے جس میں ورکشاپ اور سیمیناروں کا انعقاد ہے کہ جس کے ذریعے ادب کی اہمیت کو اُجاگر کیا جائے اور اس فن کی باریکیوں کو سمجھایا جائے اور ماہرانہ طریقے سے نوجوان نسل کی رہنمائی کی جائے اس طرح سے اس ورثے کو نسل در نسل آگے بڑھایا جا سکے گا۔

جہاں تک وراثت کے پیشِ خدمت شمارے کا تعلّق ہے اس کے اردو حصّے میں ملک حیدر چاڈورہ کی تاریخِ کشمیر کے اردو ترجمے کی آٹھویں کڑی کو شاملِ اشاعت کیا گیا ہے۔ سلطان العارفینؒ کی حیات اور کارنامے کے عنوان سے جو سلسلہ جاری کیا گیا ہے اُس کی سلسلہ وار قسط بھی اس شمارے میں شائع کی جا رہی ہے۔ کشمیر

میں ''بچوں کا ادب کی صورت حال'' پر ایک اچھا تحقیقی مقالہ بھی قابلِ مطالعہ ہے ۔وادیٔ چناب کے جغرافیائی اور ثقافتی منظر کے حوالے سے بھی کچھ معلوماتی مضامین اس شمارے کی قدر و قیمت کو دوبالا کرتے ہیں۔

اس شمارے کے کشمیری حصّے میں کشمیری صوفیوں اور بزرگانِ دین کے حوالے سے مختلف شخصیتوں کی حیات اور کارناموں کے بارے میں تحقیقی مضامین کا تسلسل برقرار ہے۔اس سلسلے کے تحت حضرت بابا ہردی ریشیؒ اور بابا نصر الدینؒ کے بارے میں نہایت ہی خوبصورت مضامین پڑھنے والوں کی دلچسپی اور جانکاری میں اضافہ کریں گے۔اس شمارے میں کشمیری ادب کے بارے میں کچھ نئے موضوعات پر بھی مضامین شائع کئے جا رہے ہیں۔جب کہ اس کے علاوہ ترجمہ کاری کے ذریعے دوسری زبانوں کے ادب اور ثقافت کو کشمیری زبان میں منتقل کرنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

وراثت کا انگریزی حصہ کشمیری زبان کے ثقافتی اور ادبی سرمائے کو عالمی سطح پر متعارف کرانے کے لئے اکیڈیمی کے ٹرانسلیشن اینڈ ریسرچ سینٹر کے مقصد کو پورا کر رہا ہے۔

اُمید ہے کہ آپ کو یہ شمارہ بھی پسند آئے گا اور اپنے قلمی تعاون کے ذریعے اس رسالے کو جاری رکھنے میں اپنے بھرپور تعاون سے نوازتے رہیں گے۔

مفتی شفیق الرحمٰن قاسمی
آفیسر انچارج ٹرانسلیشن ریسرچ سینٹر

شاکر شفیع

کشمیر میں ادبِ اطفال صورتحال اور امکانات

کشمیر کے تصوّر کے ساتھ ہی ذہن کو سکون اور جسم کو تازگی کا احساس ہوتا ہے۔ یہاں کے فلک بوس برفیلے پہاڑ، سرسبز و شاداب جنگلات، لہلہاتی ہری بھری وادیاں، شیریں اور شفاف چشمے، گنگناتی ندیاں، رواں دواں دریا ہر لحظۂ فطرت کے شیدائیوں کو دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ کشمیر کی خوبصورتی سے بے خود ہو کر مغل شہنشاہ جہانگیر کہہ اُٹھے تھے۔

اگر فردوس بروئے زمین است
ہمیں است ہمین است و ہمین است

صرف کشمیر کے قدرتی نظارے ہی نہیں بلکہ یہاں کے لوگ بھی خوبصورت ،شیریں اور سدا بہار ہیں۔ پنڈت چکبست لکھنوی نے اس بات کا اعتراف اس دلکش انداز میں کیا ہے۔

ذرّہ ذرّہ ہے میرے کشمیر کا مہمان نواز
راہ میں پتھروں کے ٹکروں نے دیا پانی مجھے

کشمیر کی خوبصورتی کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اردو کی شیرینی یہاں کی

فضاؤں میں رچی بسی ہوئی ہے۔ جموں وکشمیر کو پورے ملک میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ اردو یہاں کی سرکاری زبان ہے۔ تقریباً ۲۰۰۰ء تک یہاں کی نصابی زبان بھی اردو ہی تھی ۔ آج کے دور میں بھی یہاں کے ہر ادارے میں اردو پڑھنے اور پڑھانے کا بہترین انتظام ہے۔ اردو جموں وکشمیر کی رگوں میں خون کی طرح رواں دواں ہے اور یہاں کی مشترکہ تہذیب کی امین اور آئینہ دار ہے۔

کشمیر کی من موہ فضاؤں کو اگر بچے کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اور زیادہ حسین ،دلکش اور دلفریب لگنے لگتی ہے۔ کہتے ہیں نا کہ ہر بڑے میں ایک بچہ چھپا ہوا ہوتا ہے۔ جو ہمیشہ اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ کشمیر کے ادباء وشعراء کے اندر چھپا ہوا یہ بچہ بہت دیر تک خاموش کیوں رہا۔

کشمیر میں ادیبوں اور تخلیق کاروں کی توجہ عرصۂ دراز تک ادبِ اطفال کی طرف مبذول ہی نہیں ہوئی۔ اس بات میں کس کو شک ہوگا، کہ آج کا بچہ کل کا نوجوان ہے۔ جسے قوم کی ناؤ کا کھیویا بننا ہے۔ سماجی دھاروں کا رُخ متعین کرنا ہے ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم گھریلو مراسم ،سماجی لین دین اور ادبی فہم وفراست کے ذریعۂ اس کل کے ذمہ دار شہری کی شخصیت کے مثبت پہلوؤں کو نکھار کر اس کو انسانی عظمت کا شاہکار بنائیں۔ ادبِ اطفال اصل میں بچے کو کلا کاریاں کروانے کے ساتھ ساتھ کھیل کھیل میں اپنی شناخت کرانے کا نام ہے۔

۱۹۷۹ء دنیا میں بچوں کے عالمی سال کے طور پر منایا گیا۔ جہاں ایک طرف اس سال بچوں کے حقوق، ان کے معاملات، ان کی دیکھ بھال، ان کی صحت اور دوسری

چیزوں کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا۔ وہیں تخلیق کاروں کی توجہ ادب اطفال کی طرف مبذول کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔ بہت ساری زبانوں میں اسی سال سے ادبِ اطفال لکھنے کی روایت شروع ہوئی۔ اسی سال کشمیر میں بھی اُردو میں بچوں کے لئے لکھنے کی روایت کا آغاز ہوا۔ سرکاری حکم پر سب سے پہلے کشمیر کے نامی ادیب، محقق اور دانشور پروفیسر محمد زمان آزردہ نے ''گلدستہ'' سیریز کے تحت چار چھوٹے چھوٹے کتابچے شائع کئے۔ ان کتابچوں میں اہمیت کے حامل مختلف موضوعات پر مضامین موجود ہیں۔ مضامین اصل میں ان بچوں کے لئے ہیں جن کو اردو پڑھنی اور سمجھنی آتی ہو۔ مضامین کی دلچسپی بڑھانے کے لئے ان میں چھوٹی چھوٹی کہانیاں بھی درج کی گئی ہیں۔ پڑھنے کے بعد یہ اندازہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ ان مضامین کا Construction بچوں کے معیار کا نہیں ہے۔ لیکن زبان ہلکی پھلکی اور آسان ہے۔

ان کتابچوں میں موجودہ مضامین میں کھیل کود، اتفاق، وقت کی پابندی، تعلیم، اپنی مدد آپ، حبّ الوطنی، تندرستی، ایمانداری، مشغلے، اچھی عادتیں اور اخلاق شامل ہیں۔ آزردہ صاحب نے سرسید کے انداز سے متأثر ہو کر یہ گیارہ مضامین اصلاحی جذبے کے تحت لکھے ہیں۔ وہ خود کہتے ہیں:

''عام معلومات، تاریخی واقعات اور سائنسی ایجادات پر تو کتابیں آئے دن چھپتی رہتی ہیں۔ بچوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے لئے کتابیں خاص طور سے اُردو میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس لئے ایسی کتابوں کو تصنیف کرنا مصنّفین کی بڑی ذمہ داری ہے''۔

عبدالغنی شیخ لداخی کا شمار ریاست کے گراں قدر قلمکاروں میں ہوتا ہے ۔ اُنہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ سرینگر میں گزارا۔ تاریخ، کہانی اور تنقید کے میدان میں اُنہوں نے قابلِ قدر کام انجام دیا ہے۔ ۱۹۷۹ء میں بچوں کے عالمی سال کے موقع پر اُنہوں نے ریاستی سرکار کو بچوں کے لئے ایک مسوّدہ پیش کیا۔ مسوّدے کا نام ''کتابوں کی دنیا'' تھا۔ اس مسودے کو سرکار نے انعام سے نوازنے کے ساتھ ساتھ چھاپنے کا فیصلہ بھی کیا۔ مگر تا حال نہ چھپ سکا۔ اس مسودے میں بچوں کی ذہنی اپچ اور دلچسپی کو سامنے رکھتے ہوئے دنیا میں لکھنے کی تاریخ پھر چھپائی اور کتابوں کی تیاری کا تاریخی تذکرہ کیا گیا ہے۔ چونکہ اس کتاب کا مقصد بچوں کو معلومات فراہم کرنا ہے۔ اس لئے یہ زیادہ دلچسپ نہیں ہے پھر بھی ایک اچھی کوشش ہے۔

''لداخ کی سیر'' لداخی کی ایک اور تصنیف ہے۔ اس کتاب میں اُنہوں نے بہت ہی خوبصورت اور آسان انداز میں لداخ کا نقشہ کھینچا ہے۔ لداخ کا جغرافیہ ،قابلِ دید مقامات، وہاں کی گمپا، وہاں کے جنگلی جانوروں اور پرندوں کا تفصیلی ذکر اس کتاب کا خاصہ ہے۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لداخی ثقافت اور تہذیب کی جیتی جاگتی دستاویز ہے۔ اس کتاب کو بھی ریاستی سرکار نے ایوارڈ سے نوازا ہے۔

اسکے علاوہ شیخ صاحب ایک اچھے کہانی کار بھی ہیں۔ بچوں کے لئے اُن کی لکھی ہوئی کہانیوں کی تعداد دس سے زیادہ ہے۔ ان کی کہانیاں گاہے گاہے کھلونا، ہلال اور پھلواڑی میں چھپتی رہتی تھیں۔ آج کل شیخ افسانے اور تاریخ لکھنے میں مشغول ہیں۔

کشمیر میں ادبِ اطفال کی دنیا میں ایک اہم نام سید اکبر جے پوری کا ہے۔

اُن کی تصنیف ''شگوفے'' ادب اطفال میں ایک بہت بڑا اضافہ ہے۔ یہ کتاب سو سے زیادہ نظموں پر مشتمل ہے۔ اکبر نے مختلف موضوعات پر بچوں کی دلچسپی اور نفسیات کو مدِ نظر رکھ کر احسن طریقے سے نظمیں باندھی ہیں۔ کشمیر کی ثقافت جیسے کانگڑی، بادام واری، یہاں کے فطری مناظر جیسے ڈل وغیرہ اہم شخصیات جیسے ڈاکٹر، شاعر، انجینئر وغیرہ موضوعات پر ان کی نظمیں کافی دلچسپ ہیں۔ ان چھوٹی چھوٹی نظموں کے ذریعے اکبر بچوں کو کچھ بڑا کرنے کا ہُنر سکھاتے ہیں۔ ان نظموں کے متعلق ڈاکٹر روشن اختر کاظمی لکھتے ہیں:

''اس مجموعے میں شامل نظموں میں جو بات سب سے اہم ہے وہ ان کی افادیت ومقصدیت ہے۔ جسے شاعر نے بڑی خوبی سے پیش کیا ہے''

اکبر کا خاص وصف یہ بھی ہے کہ وہ انسانوں میں بھید بھاؤ کے قائل نہیں۔ اپنی نظموں کے ذریعے وہ اطفال میں بھی یہی جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں اُنہوں نے بڑے بڑے لوگوں پر نظمیں لکھیں وہی ان کے ہیرو کسان، ڈرائیور، تاجر، فوجی وغیرہ بھی ہیں۔ حبّ الوطنی اکبر کی نظموں کا خاصہ ہے۔ وہ اکثر نظموں کے ذریعے یہ جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مثلاً نظم فوجی کے یہ اشعار:

بھارت دیش ہے جان سے پیارا
اس کی رکھشا فرض ہمارا
سرحد پر جب خطرہ پاؤں
ویر بہادر بن کر جاؤں

ایک اور نظم کے دو اشعار مثال کے لئے:

بھارت کے ہم راج دُلارے
بھارت کے ہم راج دُلارے
بھارت کی آنکھوں کے تارے
کتنا اچھا کتنا پیارا
سندر بھارت دیش ہمارا

اکبر کی نظموں میں تانیثی فکر بدرجہ اُتم موجود ہے۔ وہ لڑکی کو صرف پڑھانا نہیں چاہتے ہیں بلکہ اسے ایک اچھے عہدے پر فائز ہوتے ہوئے بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے ڈاکٹر، ٹیچر، وکیل، بیرسٹر نظموں کی Narrater لڑکی ہے۔

مثال کے لئے چند اشعار:

پڑھوں گی، لکھوں گی میں شاعر بنوں گی
میں شاعر بنوں گی ، میں شاعر بنوں گی

(نظم شاعر)

میرے اللہ مدد مانگ رہی ہوں تجھ سے
کوئی بیمار اگر ہو تو شفا بن جاؤں

(ڈاکٹر)

لڑکی ہوں مگر دل میں ہیں ارمان ہزاروں
ہمّت دے خدا تو لوگوں کی تقدیر سنواروں

(سوشل ورکر)

اس کے علاوہ بہار، خزاں اور سرمایہ وغیرہ سے متعلق نظمیں بھی اکبر نے لکھی ہیں۔ اُنہوں نے واقعۂ کربلا سے متعلق بھی چھوٹی چھوٹی رثائی نظمیں لکھی ہیں۔ پروفیسر محمد زمان آزردہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اکبر صاحب اُردو شعر وادب کے ایسے شیدائیوں میں سے تھے جنہیں اس باپ پر نظر تھی کہ کل کا قاری کون ہوگا۔ وہ بچوں کی ذہنی صلاحیتوں سے واقف تھے اور ہر پرخلوص استاد کی طرح یہی چاہتے تھے کہ یہ بچے واقعتاً ہمارا مستقبل بنیں''۔

کشمیر میں بچوں کے لئے لکھنے والوں میں ایک اور اہم نام سید شبیب رضوی کا ہے۔ وہ پچھلے چالیس سالوں سے مسلسل لکھ رہے ہیں۔ ۲۰۰۹ء میں بچوں کے لئے ان کی کتاب ''بچوں کے مشاعرے'' منظرِ عام پر آئی۔ یہ دو سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ایک دلچسپ اور دلکش کتاب ہے۔ اس کتاب میں ۱۵۰ کے قریب چھوٹی بڑی معلوماتی اور تدریسی نظموں کے ساتھ ساتھ مزاحیہ نظمیں بھی شامل ہیں۔ اس کتاب میں پہلے چار تمثیلی مشاعرے، پھر چار مزاحیہ مشاعرے اور پھر مختلف موضوعات کے ۱۴ مشاعرے ہیں۔ شبیب 'ایک نبض شناس اور ہنر مند قلمکار ہیں۔ اُنہیں بچوں کی دلچسپی اور اُن کی نفسیات کا گہرا احساس ہے۔ اُن کی نظموں کو بچے کھیل کھیل میں پڑھ لیتے ہیں۔ پیشہ سے ڈاکٹر ہونے کے باوجود بھی وہ استاد کی بہت عزت کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کے ہر مشاعرے میں استاد موجود ہے۔ مثال کے لئے ٹیچر نظم کا ایک بند ملاحظہ ہو۔

میں تو سب سے بہتر ہوں گا

وِدیا کا اک ساگر ہو گا
بی، اے ، ایم ، اے پڑھ کر ہوں گا
دیکھنا اِک دن ٹیچر ہوں گا
پڑھنا پڑھنا کام ٹیچر میرا نام

اُن کی نظموں میں پرانی سائیکل، ایک کہانی، برف باری، گھریلولڑکی، مصوّر وغیرہ کافی اہم ہیں۔

ایوانِ صدارت:

اکیسویں صدی جہاں انسانی ترقی کا معراج لے کرآئی وہیں اس صدی نے انسانی بقاء کے سامنے سوالیہ نشان پیدا کیا۔ بے انتہا سائنسی اور مادی ترقی نے ہزارہا ماحولیاتی اور روحانی مسائل کو جنم دیا۔ انسان کی عظمت بازار کی نظر ہوگئی۔ مروّت ، ہمدردی ، رواداری اور دوستی کے اصول بلکہ احساس تک نیلام ہوگئے۔ برقی ذرائعِ ترسیل وابلاغ کی بے انتہا ترقی نے مقابلہ آرائی کو شدید کردیا۔ بچوں سے اُن کا بچپن تک چھن گیا اور بلوغیت کی عمر ۱۶ سے کم ہوتے ہوئے بارہ سال تک پہنچ گئی۔

اکیسویں صدی کے بدلتے حالات میں بھی ہمارے یہاں کچھ لوگوں نے روایت کو زندہ رکھتے ہوئے بچوں کو اُن کا بچپن لوٹانے کی کوشش کی۔ جن شعراء نے اکیسویں صدی کے اوائل میں ادبِ اطفال کے دامن کو وسعت بخشی۔ اُن میں حمیدہ شاہ اختر کا نام سرِ فہرست ہے۔ حمیدہ شاہ اختر پچھلے تیس سال سے بچوں کے لئے لگا تار لکھ رہی ہے۔ اُن کی ۱۰ کہانیوں اور ۱۰ نظموں کا مجموعہ ’’سبق سبق کہانی‘‘ ۲۰۱۴ء میں منظرِ

عام پر آچکا ہے۔جیسا کہ اس کے عنوان سے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ کہانیاں مقصد کے تحت لکھی گئی ہیں۔ان کی کہانیوں میں ''نیک ہمسائے، احسان کا بدلہ، اور بستی بس گئی، نور چاچی کی گائے، وحشی جانور بھی احسان مانتے ہیں۔خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حمیدہ شاہ بچوں میں اچھے عادات، اخلاق اور فکر پیدا کرنے کی خواہاں ہے۔ اُن کی نظموں میں ''یہ ہمارا کشمیر ہے، سونو کی بلی، شیر اور چوہا، عقلمند بکری'' بچوں کے ساتھ ان کی محبت کا اظہار کرتی ہیں۔ان کی نظموں کی زبان آسان اور رواں ہے۔ بچوں کی دلچسپی کو قائم رکھنے کے لئے چھوٹی بحروں کا استعمال کرتی ہیں۔مثال کے لئے یہ اشعار۔

سونو نے اِک بلی پالی
بلی کیا تھی بڑی نرالی
ریشم جیسی کھال ہے اُس کی
شہزادی سی چال ہے اُس کی
بلی کی اک صفت ہے اچھی
گھر کو گندہ نہیں وہ کرتی
خود بھی صاف اور ستھری رہتی
تب ہی سب کو اچھی لگتی

دور حاضر میں ادب اطفال کے میدان میں کشمیر میں ایک اور اہم نام پرویز مانوسؔ کا ہے۔پرویز مانوس پہاڑی اور اردو زبانوں میں ایک عرصے سے لکھ رہے ہیں۔

بچوں کے ساتھ اُن کا اتھاہ محبت ہے۔ بچوں کے لئے اُن کی نظمیں مقامی اخبارات میں اہتمام کے ساتھ شائع ہورہی ہیں۔ ان کی چھوٹی چھوٹی نظموں کی خوبی یہ ہے کہ وہ سات سال سے کم عمر کے بچے بھی گا سکتے ہیں۔ اُن کی نظم ''چنداماما'' کے چنداشعار دیکھئے:

چندا ماما آؤ و نا
ہم کو اور ستاؤ و نا
ہم کو نیند نہیں آتی
گیت کوئی سناؤ نا
مما تو بھائی ہے
ہم نے کھیر پکائی ہے
ہوجائے گی ٹھنڈی یہ
جلد آکر کھاؤ و نا

مانوسؔ نے بچوں کی کئی کہانیوں کو منظوم کیا ہے۔ مگر مچھ اور بندر، خرگوش اور کچھوا، ٹائیں ٹائیں فش ان کی خوبصورت منظوم کہانیاں ہیں۔ مانوسؔ کے قلم کے ساتھ ہمیں بہت اُمیدیں وابستہ ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ ادبِ اطفال کے دامن کو مالا مال کریں گے۔

اکیسویں صدی میں ادبِ اطفال کی افق پر نمودار ہونے والا ایک اور نام حسن اظہر کا ہے۔ حسن اظہرؔ کو بنیادی طور پر ہم ایک کشمیری شاعر کے طور پر جانتے ہیں۔ جب ۲۰۱۲ء میں ان کی کتاب ''ہم سب بچے'' منظر عام پر آئی تو سب لوگ چونک گئے لیکن

ساتھ ہی ان کی اس کاوش کو بہت سراہا گیا۔حسن اظہر کی اس کتاب میں پچاس سے زیادہ چھوٹی بڑی نظمیں شامل ہیں۔اظہر جہاں بچوں کی دلچسپی کے موضوعات کو ہنستے کھیلتے پیش کرتے ہیں۔وہیں کچھ ایسے موضوعات پر بھی نظمیں کہی ہیں جو سنجیدہ اور اہم نوعیت کی ہیں۔ان کی نظمیں آلودگی،شجر کاری،اشجار،کتاب،یتیموں کی فریاد،موبائل اور امن وسکون،بچوں میں احساسِ ذمہ داری اور سماجی حساسیت پیدا کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں۔مثال کے لئے پیش ہیں اُن کی نظم ''اشجار'' سے چند اشعار۔

جب تک رہیں گے باقی اشجار اس زمین پر
تب تک ہیں زندگی کے آثار اس زمین پر
اشجار کے فوائد ہیں بے شمار بچو
اشجار سے ہی قائم جگ میں بہار بچو

ان کی ایک اور نظم ''کہا اُستاد نے ہم سے'' کے ان اشعار پر غور کیجئے۔

کہا اُستاد نے ہم سے یہ باتیں یاد رکھ لینا
تم اپنی نیکیوں سے یہ زمین آباد رکھ لینا
کرو انسانیت کے واسطے ہی وقف تم خود کو
نہیں ڈرنا کبھی سچ کہنے سے جو بھی ہو

اظہر کی نظموں کی زبان آسان ہے۔وہ بچوں کی نفسیات کو ذہن میں رکھ کر زبان استعمال کرتے ہیں لیکن یہ نظمیں ۱۰ سال سے بڑی عمر کے بچوں کے لئے زیادہ کارآمد ہیں۔اظہر آنے والے دور کے فنکار ہیں۔اُمید ہے کہ بچوں کے ادب کو ان

سے بہت فائدہ ہوگا۔

آج کے لکھنے والوں میں ایک اہم نام مجید مجازیؔ کا ہے۔ مجازیؔ دراصل کشمیری کے منجھے ہوئے شاعر، افسانہ نگار اور ڈرامہ نگار ہیں۔ وہ خود اداکار اور ہدایت کار بھی ہیں۔ وہ پچھلے آٹھ سال سے ادبِ اطفال میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔ بچوں کے لئے اُن کی کشمیری نظموں کا مجموعہ شائع ہو چُکا ہے۔ اب اُن کی توجہ اردو کی طرف مرکوز ہوئی ہے۔ اُن کی نظموں کا مجموعہ زیرِ طباعت ہے۔ اُس مجموعہ میں پچاس کے قریب چھوٹی بڑی نظمیں ہیں۔ بچوں کے لئے اُنہوں نے کئی ڈرامے لکھے اور اُنہیں مختلف جگہوں پر کھیلا بھی گیا۔ اُن کے کئی ڈراموں کو محکمۂ تعلیم نے انعامات سے نوازا ہے۔ اُن کا ڈرامہ ''پولتھین جن'' آٹھویں جماعت کے نصاب میں شامل ہے۔ اُن کے دوسرے ڈراموں میں مجرم، ڈیجیٹل انڈیا، ایثار کا جذبہ، کابلی والا اور گیہوں کا دانہ اہم ہیں۔

مجازیؔ کے ڈرامہ بچوں میں قومی بیداری اور احساسِ ذمہ داری پیدا کرتے ہیں۔ زبان بچوں کی دلچسپی کی ہے۔ اُن کی ایک نظم ''الف سے بولو سب سے انار'' پہلی جماعت کی نصابی کتاب کا سرِ فی صد حصہ ہے۔

ادبِ اطفال میں اُن کی دلچسپی اور اُن کی قلم کی جولانی سے یہ امکان روشن ہے کہ مجازی حقیقی معنوں میں ادبِ اطفال کے دامن میں نگینے جڑتے جائیں گے۔

آج جو قلمکار کاروانِ ادب کے ساتھ مل کر پہلے زینہ پر کھڑے ہو کر بھی اپنی پہچان بنا رہے ہیں۔ ان میں رؤف راحتؔ، شبیر احمد شبیرؔ، ڈاکٹر غلام نبی حلیمؔ، ارشاد

آفاقؔ وغیرہ کے نام لئے جاسکتے ہیں۔ یہ قلمکار اردو اور کشمیری دونوں زبانوں میں کشمیر میں ادبِ اطفال کے گیسوئے پریشان کو سنوارنے میں تن من سے لگے ہوئے ہیں۔ بچوں کے لئے اُن کی تخلیقات ''سرینگر ٹائمز'' کے سنڈے ایڈیشن کے ''گوشۂ اطفال'' میں شائع ہورہی ہیں۔ رؤف راحت کی نظمیں پہلے پہل ''کشمی عظمیٰ'' کے گوشۂ اطفال میں شائع ہورہی تھیں۔ یہ سب ہمارے کل کے قلمکار ہیں۔ اُن سے ہمیں بہت زیادہ اُمیدیں وابستہ ہیں۔ اللہ اُنہیں زورِ قلم عطا کرے۔

ان حضرات کی نگارشات اور تخلیقات کے علاوہ اُن کتابوں کا ذکر بھی ضروری بنتا تھا جو نصابی ضرورتوں اور تقاضوں کے تحت وادی کے مختلف تعلیمی اداروں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ یہاں پر اردو کی درسی کتابوں کے علاوہ اسلامیات اور اخلاقیات کی درسی کتابیں بھی اُردو میں شائع ہوتی ہیں۔ اس مقالے میں طوالت سے گریز کرتے ہوئے ان درسی کتابوں کا تذکرہ الگ عنوان کے تحت کیا جائے گا۔

فی الحال اسی بات پر بس کہ اگرچہ کشمیر میں اُردو ادیبوں کی توجہ دیر سے ادبِ اطفال کی طرف مبذول ہوئی مگر پھر بھی آج تک ایک قابلِ قدر سرمایہ وجود میں آیا ہے اور حال کو دیکھ کر مستقبل میں اعلیٰ ادب پاروں کے تخلیق ہونے کے امکانات بہت ہی روشن ہیں۔ اللہ ہمیں اردو زبان کی خدمت کرنے کی توفیق دے۔

☆☆☆

ولی محمد اسیر کشتواڑی

وادیٔ چناب کے جغرافیہ و تاریخ

۱۲۰۶۸ مربّع کلومیٹر پر پھیلی ہوئی عریض و بسیط چناب ویلی اپنی جائے وقوع اور عظیم تاریخی پس منظر کے اعتبار سے نہ صرف جموں وکشمیر بلکہ پورے برِّصغیر میں ایک اہم اور منفرد خطّہ ہے۔ قدرتی خوبصورتی سے مالا مال اس وادی کے سرسبز سدا بہار جنگلات، فلک بوس اور سفید سفید برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ، گیت گاتی ندیاں نالے، نیلم اور جپسم جیسی آنکھوں کو خیرہ کرنے والے انمول معدنیات اور فصلوں سے لہلہاتے ہوئے کھیتوں کے سلسلے اور دلکش و دلربا زعفران زار دعوت نظّارہ دیتے ہیں۔ کشتواڑ، ٹھاٹھری، گندو، ڈوڈہ، بھدرواہ، بٹوت، رام بن، بانہال اور گول کے قصبے نہ صرف یہاں کی بڑی بڑی انسانی بستیوں کے نام ہیں بلکہ یہ سارے علاقے تواریخی اعتبار سے اربابِ اقتدار کی دلچسپی کے لئے بڑے مراکز بھی رہے ہیں۔ یہاں کے ۹۲۳۹۲۶ (نولاکھ تیئیس ہزار نوسو چھبیس) باشندوں میں مسلمان، ہندو، سکھ، بودھ اور عیسائی شامل ہیں۔ تمدّنی، لسانی اور ادبی لحاظ سے بھی یہ وادی ایک ہندوستانِ صغیر

سے کم نہیں ہے۔ یہاں بولی جانے والی اہم زبانوں اور بولیوں میں سے کشمیری، کشتواڑی، پاڈری، سراجی، بھدرواہی، رامبنی، پوگلی، کھسالی، اردو، ہندی، ڈوگری، گوجری اور پنجابی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اس وادی سے رونما ہونے والے شاعروں، ادیبوں، فنکاروں اور عوام کے چہیتے سنگیت کاروں میں رسا جاودانی، کامگار کشتواڑی، عشرت کاشمیری، جانباز کشتواڑی، غلام نبی گونی، نشاط کشتواڑی، گونی بھدرواہی، الفت کشتواڑی، بشیر بھدرواہی، وفا بھدرواہی، شوکت فریدی، مشتاق فریدی، طاؤس بانہالی، مرغوب بانہالی، منشور بانہالی، قادر بیرواڑی، جان محمد تشنہ، موہن غریب، عبدالرحیم گراٹال، اعمیٰ عبدالرحیم، عبدالرحمٰن دیوانہ، کنول نین نگہت، فدا کشتواڑی، طالب حسین رند، محمد الیاس تنویر، ساغر صحرائی، تسکین بڈانوی، طالب بھلیسوی، اشتیاق کشتواڑی، صیاد کشتواڑی، بشیر کشتواڑی، ضمیر فریدی، جان محمد تشنہ، ہاجرہ پرویز، عبدالغنی وانی، جہاں آراء جانباز، زائر بھدرواہی، گلاب سیفی، سہیل صدیقی، ناز نظامی، شوکت فریدی، ظاہر بانہالی، شبیر حسین شبیر، رحمت علی رحمت، محمد امین ڈولوال، طالب بھلیسوی، نثار حسین ڈولوال، مضروب بانہالی، فاروق کھوکھر، زلیخا فریدہ، فرید احمد شیخ، ارشاد احمد شاہ، راشد جہانگیر وغیرہ وغیرہ سرِ فہرست ہیں۔

دریائے چناب لاہول (ہماچل پردیش) کے پہاڑوں سے دو ندیوں چندر اور بھاگا کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ چندر ندی بارہ لاچھا کے جنوب مشرق میں سولہ ہزار دو سو اکیس (۱۶۲۲۱) فٹ کی بلندی پر ایک بڑے برفانی علاقے سے نکلتی ہے۔ جب کہ بھاگا اس درّے کی شمال مغربی اُترائی سے نمودار ہوتی ہے۔ چندر جنوب

مشرق کی جانب سے پچپن (۵۵) میل بہنے کے بعد وسطی ہمالیہ کے گرد چکر لگاتی ہوئی ایک سو پندرہ (۱۱۵) میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ٹنڈی کے مقام پر بھاگا کے ساتھ آملتی ہے۔ بھاگا کی ٹنڈی تک لمبائی صرف پینسٹھ (٦۵) میل ہے جب کہ اس کا اوسطاً اُتار ایک سو پچیس (۱۲۵) میل ہے۔ یہ متحدہ ندی جسے اب چندر بھاگا یا دریائے چناب کہتے ہیں ہماچل پردیش کے ضلع چمبہ کی پانگی وادی سے بہتی ہے اور تب ضلع کشتواڑ کے علاقہ پاڈر میں چھ ہزار فٹ کی اونچائی پر داخل ہوتی ہے۔ پاڈر میں بھوٹنہ نالہ، بھنڈارکوٹ (کشتواڑ) میں دریائے مڑواہ، واڑون، ٹھاٹھری میں کالنئی نالہ، پُل ڈوڈہ میں نیرو نالہ اور رام بن میں بانہال کا نالہ بچھلڑی دریائے چناب کے ساتھ آملتے ہیں۔ اس پورے خطے کی اور بھی کئی ندیاں نالے میلوں چل کر چناب کے معاون بنتے ہیں اور یہاں کی اکثر بستیاں ان ہی دریاؤں اور ندی نالوں کے ساتھ یا ان کے قرب وجوار میں آباد ہیں۔ چناب ویلی کی جغرافیائی اور تمدّنی تقسیم میں چناب کا ایک اہم رول ہے اور اس دریا کا پانی بجلی پیدا کرنے کی قوّت سے لبریز ہے۔ اسی لئے مشہور دانشور اور ادیب جناب محمد یوسف ٹینگ نے چناب ویلی کا دوسرا نام ''وادئ نور'' تجویز کیا ہے۔ یہ نام اس وادی میں تعمیر ہونے والے پن بجلی پروجیکٹوں کے تناظر میں کافی وقیع اور برمحل لگتا ہے۔

وادئ چناب کے بڑے بڑے علاقوں اور جغرافیائی اکائیوں میں ڈول، ناکسینی ،گلہار، چھچھا، پاڈر، چھاترو، دچھن، مڑواہ، واڑون، ٹھاکرائی، کونتواڑہ، سروڑ بونجواہ، سرتھل ترگام، بھلیسہ، مجالہ، بھرت، سراج، مرمت، بھالا، کیلاڑ، راج گڑھ، پوگل،

پرستان، مہومنگت، سنگلدان، گول اور گلاب گڑھ وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ انتظامی اعتبار سے چناب ویلی کو کشتواڑ، ڈوڈہ اور رام بن کے تین اضلاع میں منقسم کیا گیا ہے۔ بٹوت، کشتواڑ ہائی وے، بھدرواہ، پل ڈوڈہ، ڈوڈہ سٹی، گھٹ، ٹھاٹھری کلہوتران، کشتواڑ پاڈر، کشتواڑ ٹھاکرائی، اکھالہ، کشتواڑ، چھاترو، سنتھن، وائیلو، متی گاوُرن، واڑون، مڑواہ، مگھر کوٹ، پوگل، رام بن، گول وغیرہ یہاں کی چند بڑی اور اہم سڑکیں ہیں۔ لنک روڈ جگہ جگہ زیرِ تعمیر ہیں پھر بھی تقریباً ۸۰ فی صد علاقہ بیرونی دنیا سے کٹا ہوا ہے۔ عام طور پر لوگ بڑے محنتی اور ذہین ہیں۔

کشتواڑ چناب ویلی کے قدیم ترین قصبہ جات میں سے ہے جو سرینگر سے براستۂ بٹوت بانہال ۲۸۰ کلو میٹر براستۂ سنتھن وائیلو ۱۹۵ کلومیٹر، جموں سے ۲۹۹ کلو میٹر اور پل ڈوڈہ سے ۵۹ کلو میٹر کی دوری پر ایک سطحِ مرتفع واقع ہے۔ محکمۂ مال کی مثلِ حقیت میں اس قصبہ کی وجۂ تسمیہ اس طرح درج ہے: ''اصل نام کاٹھ واڑ ہے۔ رفتہ رفتہ کشتواڑ کا لفظ ہو گیا۔ کاٹھ ہندی زبان میں لکڑی کو بولا جاتا ہے۔ اور واڑ یا واڑی ہندی زبان میں جگہ کو کہتے ہیں۔ یعنی لکڑی کی کھیتی۔ چونکہ اس تمام علاقہ جات میں راجدھانی کی جگہ یہی موضع تھا اور اس واسطے سے اس خاص موضع کو کشتواڑ بولا جاتا ہے۔'' سطحِ مرتفع کشتواڑ سطحِ سمندر سے ۵۳۰۰ یا ۵۴۰۰ فٹ اونچا ہے۔ پہاڑوں میں واقع کئی وسیع وادیوں کے برعکس یہ نہ پوری ہموار اور نہ ہی بالکل ڈھلوان ہے بلکہ اس میں چھوٹے چھوٹے نشیب و فراز ہیں۔ وادیٔ کشتواڑ تقریباً ۷ سے ۸ کلو میٹر تک لمبی اور ۴ سے ۵ کلو میٹر چوڑی ہے۔ یہاں کے خوبصورت میدان ''چوگان'' کا کل رقبہ

۵۲۰ کنال یا ۱۱۶۵ ایکٹر ہے۔ کشتواڑ سے ۶۳۷ء سے ۱۸۲۱ء تک ایک خودمختار مملکت کی صورت میں چناب ویلی کی تاریخ پر چھایا رہا۔ مؤرّخین کا خیال ہے کہ جب وادیٔ کشمیر ستی سر کے پانی میں ڈوبی ہوئی تھی اور انسانی بستیاں اونچے اونچے پہاڑوں تک ہی محدود تھیں تو اُس وقت کشتواڑ ایک آباد علاقہ تھا۔ جب کُش وسطِ ایشیاء سے کشمیر کی جانب روانہ ہوئے تو وہ بھوٹنہ نالہ (پاڈر) سے پہلے کشتواڑ اور پھر کشمیر چلے گئے۔ کشتواڑ کی ریاست کی سرحدیں موجودہ جواہر ٹنل، تحصیل مہور اور نیابت گول تک پھیلی ہوئی تھیں۔ چنانچہ بھدرواہ، ٹھاٹھری، بھلیسہ، کھلینی، کھسال، مرمت، عسر، بگھر اور بٹوت کو چھوڑ کر وادیٔ چناب کا سارا حصہ مذکورہ مملکت میں شامل تھا جب کہ کشتواڑ اور ڈوڈہ اُس کے گرمائی اور سرمائی دارالخلافے تھے۔ اگرچہ کشتواڑ کی قدیم تاریخ سے جڑے ہوئے واقعات تاہنوز تحقیق طلب ہیں تاہم راجہ کاہن پال (۶۳۷ء۔۶۴۷ء) سے لے کر راجہ محمّد تیغ سنگھ (۱۷۴۸ء۔۱۸۲۱ء) تک لگ بھگ بتیس (۳۲) راجاؤں کے تفصیلی حالات تاریخ کشتواڑ میں پڑھنے کو ملتے ہیں۔ یہاں کے بہادر اور جنگجو سپاہیوں نے شہنشاہِ اکبر کی افواج کو بھنڈارکوٹ کے مقام پر شکست دی تھی جو ایک اہم تاریخی واقعہ ہے۔ کشمیر اور لداخ کے کمزور راجے مہاراجے دشمن کے ڈر سے بھاگ کر اکثر کشتواڑ میں پناہ لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ افغانستان کا معزول بادشاہ ''شاہ شُجاع'' تین برس تک کشتواڑ میں مقیم رہا۔ یہی شاہ شُجاع کی مہمان نوازی مملکتِ کشتواڑ کے آخری تاجدار راجہ محمّد شفیع سنگھ کے لئے وبالِ جان بن گئی۔ کیونکہ شاہ شُجاع والیٔ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی جیل سے بھاگ کر آیا تھا اس لئے جموں کے گلاب سنگھ کو

کشتواڑ پر حملہ کرنے کا حکم ملا تو اس نے ۱۸۲۱ء میں کشتواڑ کی طرف پیش قدمی کی۔ چھنیی کا راجہ دیال چند بھی اس مہم میں شامل ہوا۔ بالآخر راجہ محمّد تیغ سنگھ نے ڈوڈہ کے مقام پر گلاب سنگھ کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے حکومت سے بلا شرط دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا۔ راجہ محمّد تیغ سنگھ کی برطرفی کے بعد میاں گلاب سنگھ نے میاں چین سنگھ کو ناظم اور لالوشاہ کو کاردار (تحصیلدار) مقرّر کیا لیکن مقبوضہ علاقوں میں امن وامان قائم نہ کرنے اور خاطر خواہ متبادل انتظامیہ فراہم نہ کرنے کے نتیجے میں چین سنگھ کو ہٹا کر مہتہ بستی رام کو ۱۸۲۲ء میں ناظم مقرّر کر دیا گیا جو کشتواڑ کا باشندہ تھا مگر اس علاقے کو ایک بہت ہی طاقتور، بہادر اور سخت رُو انسان کی ضرورت تھی۔ جو جنرل زور آور سنگھ کلہوریہ نے پوری کر دی۔ جنرل کلہوریہ ۱۸۲۳ء سے ۱۸۴۱ء تک کشتواڑ کا ناظمِ اعلیٰ رہا اور اُس نے مڑواہ، واڑون اور پاڈر کے علاقے کشتواڑ سے ملا دیئے تھے۔ کشتواڑ کے جری لوگوں نے جنرل کلہوریہ کو حسبِ ضرورت امداد فراہم کر کے تسخیرِ لداخ کے قابل بنایا۔ جنرل زور آور سنگھ کی وفات کے بعد میاں جبّار سنگھ برسرِ اقتدار آیا۔ ۱۶ مارچ ۱۹۴۶ء کو انگریزوں اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جسے عہد نامۂ امرتسر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس عہد نامہ کی رُو سے گلاب سنگھ کو پچھتر ہزار (۷۵۰۰۰) نانک شاہی روپیہ کے عوض میں جموں وکشمیر کا سارا علاقہ فروخت کیا گیا لیکن اس کے بعد بھی کشتواڑ کو ایک الگ صوبے کی حیثیت حاصل رہی۔ یہ سلسلہ ۱۸۷۵ء تک جاری رہا جب کہ سرب دیال اس علاقے کا آخری حاکم یا گورنر ہوا ہے۔ اس کے بعد کشتواڑ ضلع بن گیا اور ۱۹۰۹ء میں اسے کشتواڑ اور رام بن کی دو تحصیلوں میں تقسیم کر کے ضلع ادھمپور

کے ساتھ ملا دیا گیا۔ ۱۹۴۷ء میں ڈوڈہ کو ایک الگ تھلگ ضلعے کا درجہ ملنے پر کشتواڑ، رام بن، ڈوڈہ، بھدرواہ کی تحصیلیں اس میں شامل کی گئیں۔ ۲۰۰۶ء میں غلام نبی آزاد صاحب نے بحیثیتِ وزیر اعلیٰ جموں و کشمیر دیگر اضلاع کی طرح ڈوڈہ ضلع کو بھی کشتواڑ، ڈوڈہ اور رام بن کے تین ضلعوں میں بانٹ دیا جب کہ ان نئے ضلعوں نے یکم اپریل ۲۰۰۷ء سے عملی طور پر کام کاج شروع کیا تھا۔

اس سے پیشتر کہ بھدرواہ کی تاریخ بیان کی جائے۔ آیئے ہم ڈوڈہ، بٹوت، رام بن، بانہال اور گول کے قصبہ جات سے بھی بخوبی متعارف ہو جائیں۔ قصبہ ڈوڈہ دریائے چناب کے دائیں کنارے سے لگ بھگ چھ کلو میٹر اوپر ایک چھوٹے سے ڈھلوان پر واقع ہے۔ یہ قصبہ سرینگر سے ۲۲۴ کلو میٹر اور جموں سے ۱۷۳ کلو میٹر دور ہے۔ محکمۂ مال کی مثلِ حقیّت میں لکھا گیا ہے کہ کشتواڑ کے کسی قدیم راجے، جس کی سلطنت ڈوڈہ سے بھی آگے پھیلی ہوئی تھی، نے مُلتان (موجودہ پاکستان) کے ڈیڈہ نامی ایک مہاجر برتن ساز کو اپنی مملکت میں مستقل سکونت اختیار کرنے اور برتن بنانے کا کارخانہ لگانے پر آمادہ کیا تھا۔ اس طرح ڈیڈہ اور مانڈا اس گاؤں میں بس گئے جو بعد میں ڈیڈہ کے نام سے مشہور ہوا۔ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ لفظ ''ڈیڈہ'' ڈوڈہ میں تبدیل ہو گیا جس نام سے ابھی تک اس جگہ کو موسوم کیا جا رہا ہے۔ قصبہ ڈوڈہ کے گرد و نواح کا نظّارہ دیدہ زیب ہے۔

''اے گزیٹیر آف کشمیر'' کے مرتّب چارلس ایلی سن بیٹس نے ۱۸۷۰ء۔ ۱۸۷۲ء کے دوران ڈوڈہ کا دورہ کیا تھا۔ اُس نے قلعہ ڈوڈہ جسے ۱۹۵۲ء میں مسمار کیا

گیا، سے متعلّق تحریر کیا ہے کہ یہ قلعہ قصبہ ڈوڈہ کے میدان کے ایک کنارے پر جنوب میں تقریباً پانچ گز کی دوری پر واقع ہے۔ مٹی کی بنی ہوئی یہ عمارت لگ بھگ دوسو مربّع فٹ ہے جس کے کناروں پر بُرج ہیں۔ اس میں کوئی کھائی وغیرہ نہیں ہے۔ اس میں داخل ہونے کا راستہ مشرق کی جانب درختوں میں سے ہے۔ اس قلعہ کو سرکاری جیل خانے کے طور پر اب استعمال کیا جاتا ہے اور اس میں مہاراجہ کے سوتیلے بھائی میر ہوتو سنگھ کو نظر بند کر دیا گیا ہے۔ اس کی بیوی اور باقی گھر والے قصبہ میں رہتے ہیں۔ مگر انھیں شہزادے کے ساتھ کسی بھی قسم کا رابطہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

وادیٔ چناب کے علاقۂ کشتواڑ کی طرح بھدرواہ کا علاقہ بھی خودمختار ریاست کا دارالخلافہ رہا ہے۔ قدرتی حُسن و جمال سے مالا مال ہونے کے سبب بھدرواہ کو ''چھوٹا کشمیر'' یا ''کشمیرِ صغیر'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ فرنگی جغرافیہ دان فریڈرک ڈریو اس خوبصورت وادی کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ بھدرواہ تقریباً ایک ہموار سطح وادی ہے۔ وادی کی سطح تقریباً تین درجے ڈھلوان ہے۔ اس اُترائی میں وہ زمین میں چند فٹوں پر ایک زینہ بناتی ہے تاکہ یہ سینچائی کے قابل بن سکے۔ یہاں دھان کی فصل کے لئے کافی پانی دستیاب ہے۔ اس لئے مئی کے مہینے میں لوگ ہل اور بھاری قسم کی کدال سے زمین کو نرم کر کے دھان کی فصل کے لئے تیار کرنے میں مصروف تھے۔ مرد اور عورتیں اکٹھے، دس یا بارہ کے گروہوں میں کھیتوں میں کام کرتے تھے۔ کاندھے سے کاندھا ملا کر وہ دن بھر محنت کرتے اور اپنے اوقات مل کر خوبصورت گانے اور تیزی سے کام کرنے میں گزارتے تھے۔

بھدرواہ کا قدیم نام ’’ڈونگھا نگر‘‘ یا ’’اُودھا نگر‘‘ تھا جو موجودہ بھدرواہ قصبے کے جنوب میں تقریباً ڈیڑھ میل کی دوری پر سرتینگل کے نزدیک واقع تھا۔ یہ قدیم قصبہ سیلابوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گیا تھا اور بعد میں یہ قصبہ موجودہ جگہ بس گیا۔ اس کا نام سہیا نگر پڑا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے نگر یا نگری کہا جانے لگا۔ راج ترنگنی میں بھدرواہ کو ’’بھدراواکاس‘‘ کہا گیا ہے۔ لفظ بھدرواہ کا مطلب ایک اچھی جائے قرار ہے۔ چونکہ کشمیر کے حکمران اور تاجر بھدرواہ کے راستے پٹھان کوٹ، دہلی جایا کرتے تھے۔ اس لئے اُنھوں نے اس جگہ کو یہ نام دیا تھا۔ مؤرّخ وید بھوشن گپتا کے مطابق بھدرواہ ایک جنگل تھا جہاں بسوہلی، بلاور اور چمبہ کے لوگ اپنے مال مویشی چرانے کے لئے آیا کرتے تھے۔ اُن دنوں بھوج پال بلاور کا راجہ تھا۔ اس راجے کے دو بیٹے تھے۔ بڑا بیٹا ستیادھک اپنے باپ کی وفات کے بعد گدی پر بیٹھا۔ قسمت چھوٹے بھائی رادھک کو بھدرواہ لائی۔ اُس نے جنگل صاف کئے اور کالی بھگوتی کا مندر تعمیر کیا اور اس مندر کے نام پر اپنی راجدھانی کا نام بھدر کاشی رکھا۔ جب رادھک کے ہاں لڑکا ہوا تو اس کو بھدر پال کے نام سے موسوم کیا گیا۔ بھدرواہ کی مملکت میں بھدرواہ، ٹھاٹھری، جنگلواڑ، بھلیسہ، کیلاڑ، مرمت اور کھسال شامل تھے۔ رادھک پال کی فتح کے بعد بھدرواہ صدیوں تک بلاور کی جاگیر جیسا رہا۔ بھدرواہ کے صرف بارہ بڑے بڑے راجاؤں کے حالات قلمبند ہوئے ہیں لہٰذا اُن راجاؤں کا عہدِ حکومت پندرھویں صدی یعنی راجہ ناگپال (اول) سے پہاڑ چند (۱۸۲۱ء) تک پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ چمبہ کے وزیر کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد پہاڑ چند نصف قلعہ جلا کر امرتسر بھاگ گیا

اور اُس کے ساتھ ہی بھدرواہ ۱۸۲۱ء سے ۱۸۴۸

علاقہ ٹھاٹھری ۱۹۸۱ء تک تحصیلِ بھدرواہ کا حصّہ تھا۔ اب یہ ضلع ڈوڈہ کی سب ڈویژنوں میں سے ایک ہے۔ ٹھاٹھری جموں سے ۲۰۱ کلومیٹر، پل ڈوڈہ سے ۲۹ کلومیٹر، بھدرواہ سے ۶۰ کلومیٹر ہے۔ ٹھاٹھری کا چھوٹا سا قصبہ بٹوت کشتواڑ نیشنل ہائی وے ون بی کے دونوں طرف آباد ہے۔ گندوعلاقہ بھلیس کا مرکز اور تحصیلِ بھلیسہ کا صدر مقام ہے۔ گندو ٹھاٹھری سے ۳۵ کلومیٹر دور ہے۔ یہ قصبہ کال گُنی نالے کے دہانے اور فلک بوس پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے۔ لوگ بڑے ذہین، محنتی اور جچی تلی گفتگو کرنے والے ہیں۔ اٹھولی تحصیل پاڈر کا صدر مقام اور علاقہ پاڈر کا مرکزی قصبہ ہے۔ یہ قصبہ کشتواڑ سے ساٹھ کلومیٹر دور ہے۔ پاڈر سُم چام نیلم کان کی وجہ سے عالمی شہرت کا حامل ہے۔ نو پچی تحصیل مڑواہ ضلع کشتواڑ کا ہیڈکوارٹر ہے۔ یہ جگہ کشتواڑ سے براستۂ دچھن ۱۰۰ اکلومیٹر دور ہے۔ یہ قصبہ متی گاؤرن، مرگن ٹاپ، اور واڑون کے راستے سے کشمیر سے جُڑا ہوا ہے۔ اس سڑک پر ابھی چھوٹی گاڑیاں ہی چلتی ہیں۔

وادیٔ چناب کے ضلع رام بن کا صدر مقام رام بن اس خوبصورت ویلی کا اہم قصبہ ہے۔ مثلِ حقیت کے مطابق چونکہ اس بستی کے باشندے لاولد ہی فوت ہوگئے تھے اس لئے اس گاؤں کا نام ناس بن پڑ گیا۔ یہ بُرا نام تھا۔ جب مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر بیکنہ باشی تشریف لائے تو اُنھوں نے گاؤں کا نام بجائے ناس بن کے رام بن رکھا۔ تب سے یہی نام مشہور چلا آ رہا ہے۔ رام بن سرینگر سے ۱۴۶ اکلومیٹر دور ڈوڈہ سے ۸۲ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ یہ قصبہ دریائے چناب کے دائیں کنارے پر

بانہال اور بٹوت کی طرح جموں وسرینگر نیشنل ہائے وے کے دونوں طرف پھیلا ہوا ہے۔

دیوگول (بانہال)، سرینگر سے ۱۰۷کلومیٹر، جموں سے ۱۸۷کلومیٹر، ڈوڈہ اور رام بن سے بالترتیب ۹۶کلومیٹر اور ۳۹کلومیٹر دور ہے۔ دیوگول نام اس وجہ سے پڑا ہے کہ یہاں بہت جنگل تھا۔ دیوؤں کا رہائشی مکان تھا۔ گول پہاڑی زبان میں گھنے جنگل کو کہتے ہیں۔ اس وجہ سے اس موضع کا نام دیوگول ہوگیا۔ یہاں پُرانی عمارت یا کھنڈر کوئی نہیں ہے۔ کلہنؔ کی ''راج ترنگنی'' میں یہاں بانہال کا نام ''ون شالا'' دکھایا گیا ہے۔ جو بعد میں بدل کر بانہال بن گیا ہے۔ البتہ لوک باتوں کے بموجب یہ نام بارہ (۱۲) نالے ہونے کی وجہ سے پڑا ہے۔ بانہال کے بارہ گاؤں کے نام لفظ ''ہال'' پر ختم ہوتے ہیں۔ لہٰذا لوگوں نے اس جگہ کا نام بانہال رکھا ہے۔

رام بن کا پوگل پرستان بھی جغرافیائی، لسانی اور ادبی لحاظ سے ایک اہم علاقہ ہے۔ ''تاریخِ پوگل پرستان'' کے مصنف مرحوم مولانا محمد اسماعیل اثرؔی پوگلی نے اس کی وجہِ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''محکمۂ مال کے ریکارڈ کے مطابق ''پوگل'' کو پوگل اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسے پوگل سنگھ نام کے راجہ نے آباد کیا تھا جیسے ''جموں'' کا نام جموں اس لئے پڑا کہ راجہ جامبولوچن نے اسے بسایا تھا۔ اسی طرح وجہ تسمیہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ کھاشا قبیلے کے راجہ کا نام ''راج ترنگنی'' کے مطابق ''بھاگیکا'' تھا۔ ''بھ'' کو ''پ'' سے بدل دیا۔ ''ا'' کو واو سے تو ''پو' بن'' گیا۔ ''ی'' کو ''ل'' سے بدلا آخر میں ترخیم کردی تو پوگل بن گیا۔ یا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں ''گل'' کا لفظ کئی جگہوں کے

ساتھ لگا ہوا ہے۔ مثلاً سرگلی، منزگلی، واوَگلی، ژٹ گلی، لہٰذا اس کو پوگل نام دے دیا گیا یعنی وہ علاقہ جہاں کافی گلیاں یا گلیارے ہیں۔ یہ سب باتیں فرضی ہیں۔ ان کی پُشت پر کوئی معقول دلیل نہیں بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ موجودہ پوگل پرستان کی اکثر آبادی راجپوت قبائل سے تعلق رکھتی ہے۔ کہ جن کے بیشتر وآباء واجداد راجستھان سے آکر یہاں آباد ہوئے۔ جو لوگ راجستھان کے ''پوگل'' علاقے سے آئے اور یہاں جس جگہ آباد ہوئے اس کا نام ''پوگل'' رکھ دیا۔ اگر لسانی تناظر میں دیکھا جائے تو پرستان، پانچل، دھنمسنہ، بوہردھار، نیل، چملو اس، چاپناڑی، ہینجہال، چنجلو، سربکنی، شکن، ناچلانہ اور کھڑی وغیرہ حلقے پوگلی میں شامل ہوجاتے ہیں۔ اس اعتبار سے پوگل کا رقبہ ۸۳۱۹ مربّع کلومیٹر اور پوگلی بولنے والوں کی تعداد پچاس ہزار سے متجاوز ہوتی ہے۔ ''(ص:۲۹۔۳۰)

بٹوت چناب ویلی کا ایک چھوٹا مگر اہم قصبہ ہے۔ محکمۂ مال کی مثلِ حقیت کے مطابق قبل از آبادی بیگم چند کے اس مقام پر رانا بٹو جبال آباد تھا اور بٹو کے نام پر یہ گاؤں بٹوت کہلاتا تھا۔ اور یہی نام برقرار رہا۔ سب سے پہلے بٹو نے یہاں کے مکانات بنائے۔ جن کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ بٹوت ایک صحت افزا مقام ہے۔ قصبہ بٹوت سرینگر سے ۱۷۱ کلومیٹر جموں سے ۱۱۹ کلومیٹر، ڈوڈہ سے ۵۳ کلومیٹر اور رام بن سے ۲۹ کلومیٹر دور ہے۔ اس کے نزدیک پتنی ٹاپ کا مشہور سیاحتی مرکز ہے۔ بانہال اور رام بن کی طرح یہ قصبہ بھی جموں سرینگر نیشنل ہائی وے۔اے کے دونوں جانب آباد ہے۔

پوگل پرستان کی طرح ہی ضلع رام بن کا گُول علاقہ اور ریاسی کا مہور، گلاب گڑھ علاقہ بھی وادیٔ چناب کے کشمیری بولنے والے دو بڑے اہم علاقے ہیں۔ الحاج غلام قادر مغل گولوی نے اپنی تصنیف ''میں اور میرا گاؤں'' اس کو اچھی طرح متعارف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''گول کے چاروں طرف پہاڑ اور جنگل ہیں جن کی وجہ سے آسمان کے سوا آس پاس کوئی علاقہ نظر نہیں آتا ہے۔ اس وجہ سے کائنات بھی محدود نظر آتی ہے۔ یہ پہاڑ اور جنگل بھی خدا نے ترتیب کے ساتھ گُول کے اردگرد بنا رکھے ہیں جو کہ ایک محیط دائرہ بناتے ہیں اور درمیان میں گُول کا گاؤں ایک گول زمین کا ٹکڑا دکھائی دیتا ہے۔ اسی گولائی ہونے کی وجہ سے اس گاؤں کا نام گُول پڑا ہے۔ ریاسی گول سے چالیس میل دور جنوب میں واقع ہے۔ گُول کے مغرب میں گلاب گڑھ کا علاقہ ہے جو یہاں سے تقریباً تیس میل کی دوری پر ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ دُشمنوں سے بچنے کے لئے مہاراجہ گلاب سنگھ اس جگہ آ پہنچا تھا اسی وجہ سے اس علاقہ کا نام گلاب گڑھ پڑا ہے۔ گُول کے مشرق میں رام بن کا علاقہ ہے جو یہاں سے پچیس میل دور ہے۔ موضع مہور کی جگہ بالکل جنگل اور ویران تھی جس میں کئی قسم کے جانور رہتے تھے جن میں اکثریت مہوُر جانوروں کی تھی اور وہ زیادہ تر اُسی جگہ جمع رہتے تھے جو مہورِ خاص کہلاتی ہے۔ جب یہ جگہ آباد ہوئی تو ''مہوراں والی'' مشہور ہوئی پھر غلط العام ہو کر صرف مہور کہلائی اور آج تک اسی نام سے مشہور چلی آ رہی ہے۔'' (ص: ۱۰۔۱۱ اور

۴۳۵)۔اس وقت گُول اورمہور دونوں چھوٹے چھوٹے قصبوں کی شکل اختیار کرر ہے ہیں جب کہ گُول اور مہور کے دو(۲) الگ الگ علاقے دگن ٹاپ کے راستے ایک رابطہ سڑک سے جُڑے ہوئے ہیں۔مہور جانے کے لئے ریاستی ضلع صدر مقام سے سڑک جاتی ہے۔ جوارناس اورھرماڑی سے ہوتی ہوئی مہور پہنچتی ہے۔مہور کوئی نواحی مواضعات کے ساتھ بذریعہ لنک روڈس ملایا گیا ہےاور یہ تعمیراتی سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔مہور سے بُدھل (ضلع راجوری) کے لئے بھی ایک سڑک تعمیر ہوئی ہے۔ وادیٔ چناب سے مشہور بُدھ عالم ناگسین نے جنم لیا ہے جن کی تصنیف ''لِهنهد ہ پنہہ'' یا ''شکوک کا ازالہ'' کو دنیا میں عزّت وتوقیر کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ یہاں سرتھل دیوی، مچیل دیوی، واسک ناگ، گپت گنگا جیسے مشہور مندر اور گلاب گڑھ، کبن وغیرہ میں بدھ مت کے ماننے والوں کے گُنپا دور دور تک مشہور ہیں۔اس علاقے کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ کے پردادا اوگرسنز وسُدھار (کشتواڑ) گاؤں سے ہی ہجرت کر کے کشمیر چلے گئے تھے۔ پھر حضرت شیخ کاملؒ کے دو اہم خلیفہ حضرت شیخ زین الدین ریشیؒ اور حضرت بابا لطیف الدینؒ کشتواڑ ہی سے تعلّق رکھتے تھے۔اس وادی کو نورِ اسلام سے منوّر کرنے کا سہرا مبلّغ اعظم حضرت شاہ محمّد فرید الدین صاحبؒ کو جاتا ہے ۔ جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے خاندان میں سے تھے اور ۱۶۶۴ء میں بغداد شریف سے کشتواڑ پہنچے تھے۔اُنھوں نے کشتواڑ کو اپنا تبلیغی مرکز بنایا اور اس کام کو انجام

تک پہنچانے کے لئے ان کے فرزندان حضرت شاہ محمّد اسرار الدینؒ اور حضرت شاہ محمّد اخیار الدین نے لائقِ تحسین کام کیا۔ ان بزرگانِ دین کی زیارت گاہیں دربارِ اسرار یہ اور دربارِ فرید یہ کشتواڑ میں مرجعِ خاص و عام ہیں۔ چناب ویلی میں کچھ اور زیارت گاہیں بھی موجود ہیں جن میں سے بھنڈار کوٹ، رکنہ (جہاں حضرت شاہ محمد فرید الدین بغدادیؒ اور حضرت شاہ محمد اخیار الدین ولیؒ نے قیام فرمایا تھا) حضرت سعد الدین صاحبؒ قلعہ محلّہ بھدرواہ، حضرت سائیں صدیقؒ (تکیہ بازار بھدرواہ) حضرت گندر صاحبؒ (جامع مسجد بھدرواہ)، حضرت پیر دستگیر صاحبؒ (بانہال) اور حضرت عالم شاہ صاحبؒ (بانہال) وغیرہ وغیرہ کے آستانہائے عالیہ خاص طور پر مشہور ہیں۔ کشتواڑ، ڈوڈہ، بھدرواہ، ٹھاٹھری، گندو، چھاترو، بٹوت، رام بن، بانہال، اور گُول میں جگہ جگہ مساجد تعمیر ہوئی ہیں اور جہاں ہزاروں فرزندانِ توحید خالق کائنات اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہوں میں سربسجود ہوتے ہیں۔ مساجد کے علاوہ عیدگاہ اور چند امام باڑے بھی ہیں۔ وادیٔ چناب میں مختلف مذاہب کے اہم مقامات کی موجودگی کے سبب انسانی برادری اور آپسی بھائی چارے کی جڑیں کافی استوار ہیں۔ یہاں کے لوگ مختلف زبانیں اور بولیاں بولتے ہیں۔ مگر کشمیری بولنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اُردو زبان کا تو خطۂ چناب میکا جیسا لگتا ہے۔ اردو اور کشمیری یہاں رابطے کی دو اہم زبانیں ہیں۔

خطۂ پیر پنچال:- ضلع پونچھ، جموں وکشمیر کے بیس اضلاع میں سے جغرافیائی، سیاسی اور

تہذیب وثقافت کے اعتبار سے کافی مشہور اور اہم رہا ہے۔ یہ ضلع ۳۳ ڈگری، ۲۵ فٹ سے ۳۴ ڈگری، ۳۵ فٹ مشرقی عرض بلد اور ۳۷ ڈگری۔ ۸۸ سے ۴۷ ڈگری ۳۵ مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے۔ شمال مشرق میں اس ضلع کی سرحدیں بارہمولہ اور شوپیان کے ضلعوں سے جا ملتی ہیں۔ جب کہ اس کے جنوب میں ضلع راجوری واقع ہے۔ شمال مغرب میں مقبوضہ کشمیر آتا ہے۔ ۱۶۷۴ مربع کلومیٹر پر محیط اس ضلع کی کل آبادی ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۴۷۶۸۳۵ نفوس پر مشتمل تھی۔ جموں سے پونچھ بھمبر گلی، سرنکوٹ ۲۴۰ کلومیٹر ہے۔ بھمبر گلی راجوری اور پونچھ کے دو سرحدی ضلعوں کو ایک دوسرے سے الگ کرتی ہیں۔ جب کہ بفلیاز (پونچھ) سے براستۂ پیر گلی مغل روڈ تقریباً ننانوے (۹۹) کلومیٹر طویل ہے۔ پیر کی گلی کے اُس پار ضلع شوپیان واقع ہے۔ ''پوشنا'' مغل روڈ پر واقع پونچھ کی جانب سے آخری گاؤں ہے۔ ضلع پونچھ انتظامی اعتبار سے سرنکوٹ اور مینڈھر کی دو سب ڈویژنوں، چھ تحصیلوں، گیارہ دیہی بلاکوں اور ۲۲۹ پنچایتوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ پونچھ سے منڈی اور لورن تک بالترتیب ۲۳ اور ۴۰ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ لورن سے آگے بٹل کوٹ آتا ہے جہاں حضرت سائیں الٰہی بخشؒ کی زیارت ہے۔ اسی علاقے میں بڈھا امرناتھ کا پویتر تیرتھ استھان بھی آتا ہے۔ منڈی سے ۱۷ کلومیٹر کی دوری پر اس طرف کا آخری گاؤں ''ساوجیاں'' آتا ہے۔ جہاں سے پیر پنچال کو عبور کرنے کے بعد کشمیر کے ضلع بارہمولہ کا مشہورِ عالم سیاحتی مقام ''گلمرگ'' آتا ہے۔ پونچھ سے مالتی کے راستے حاجی پیر پار کر کے اُوڑی پہنچتے ہیں مگر حاجی پیر کے مقبوضہ کشمیر میں شامل ہونے کے بعد یہ راستہ بند ہو گیا ہے۔ پونچھ، منڈی، سڑک پر واقع کنکوٹ گاؤں سے

ایک لنک روڈ گونتریاں جاتی ہے جہاں مجذوب حضرت سائیں میراں صاحبؒ کی زیارتِ عالیہ مرجعِ خاص وعام ہے۔ پونچھ ہیلی پیڈ سے چند کلو میٹر چلنے کے بعد ایل۔او۔سی۔آتی ہے۔جس نے کئی خاندانوں کو بلکہ گھرانوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا ہے۔ پونچھ ضلع میں کشمیری، پہاڑی اور گوجر زیادہ تر آباد ہیں۔ پونچھ کی وجۂ تسمیہ کے بارے میں وہاں کے جانے مانے محقق اور تاریخ نگار شری خوشدیو مینی نے ان خیالات کا اظہار کیا ہے کہ ”مختلف ادوار میں پونچھ کے بدلتے ہوئے نام اس طرح ہو سکتے ہیں۔ پولست، پرونست، پرونس، پرونس، پونچھ“ (مکمل تاریخ پونچھ۔ص:۲)

ضلع پونچھ کا ۱۸۳،۹۱۴ ایکٹر رقبہ جنگلات سے لدا ہوا ہے جو اس کی ۶۰ فی صد زمین کو ڈھکتا ہے۔ وہاں کے نادر جنگلی جانور مارخور، ہرن، بھورا، ریچھ، چیتا اور گوہرل ہیں۔ اسی طرح پرندوں کی ایک خاص تعداد وہاں دکھائی دیتی ہے۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے پونچھ میں ۴۱ شکار گاہیں اور نو مارخور گیمز ریز رو تھے۔ لیکن ۱۹۴۷ء کے بعد آبادکاریوں اور جنگلوں کی بے دریغ کٹائی نے ماحولیاتی توازن کو کافی حد تک بگاڑ دیا ہے۔ پونچھ کے باشندے گوجری، پہاڑی اور کشمیری زبانیں بولتے ہیں۔ یہ زبانیں لوک گیتوں سے مالا مال ہیں۔ پونچھ اور کشمیر پیر پنچال کے سلسلۂ کوہسار سے ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں۔ تتا کوٹی اسی پہاڑی سلسلے کی سب سے اونچی چوٹی ہے جو سطح سمندر سے ۱۵۵۶۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ پونچھ علاقے میں سُکھ سر، نیل سر، بھاگ سر، کالدا چند سر اور نندن سر نامی خوبصورت جھیلیں ہیں جو گلیشر اور برف سے ڈھکی ہوئی اونچی اونچی چوٹیوں سے گھری ہوئی ہیں۔ مغل روڈ پر واقع نوری چھم کے آبشاروں کو

عالمی شہرت حاصل ہے۔ علاقہ پونچھ میں اور کئی قابلِ دید مقامات موجود ہیں جن میں سے بہرام گلا، بفلیاز، لورن، گگریاں، ساوجیاں، کرشنا گھاٹی، طوطا والی گلی، گرجان، قلعۂ پونچھ، بڈھا امرناتھ، رام کُنڈ، ننگالی صاحب چھوٹے شاہ وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

پونچھ کی سابقہ ریاست ایک پُرانی مملکت تھی جو چینی سیاح ہیون سانگ (۶۳۳ء) کی آمد سے پہلے ہی وجود میں آئی ہوئی تھی۔ یہ ریاست شمال میں پیر پنچال، مشرق میں راجوری کے علاقہ جات، جنوب میں میدانی پنجاب اور مغرب میں دریائے جہلم نے گھری ہوئی تھی۔ پونچھ ریاست کا اصلی نام پرونژہ تھا لیکن وینی نے اسے پونچھ کہا ہے جو وہاں سے گزرا تھا۔ لوہارا پونچھ ریاست کی ابتدائی راجدھانی تھی جسے آج کل ''لورن'' کہا جاتا ہے۔ ''دارو بھیارا'' پہاڑی علاقے کے اندر واقع یہ ریاست اُس علاقے میں قائم ہونے والے اوّلین ریاست تھی۔ سر۔ اے۔ سٹائن کا خیال ہے کہ لوہرن ریاست تقریباً ۸۴۰ عیسوی میں ''نارا'' نامی ایک مقامی سردار نے بنائی تھی جو کھاشا قبیلے کا فرد تھا۔ ابتدائی دور کے راجاؤں میں نرواہانا، پھولا، اُدھیانہ اور وگھرا کے نام لئے جارہے ہیں۔ وگھرا راجا نے ۱۰۰۰ عیسوی سے ۱۰۳۰ عیسوی تک یعنی دس برس تک حکومت کی تھی۔ اس کے بعد کشتی راجا اور اُتکرشا گدی نشین ہوئے۔ اُتکرشا کے مرنے کے بعد لون ریاست کی اندرونی خودمختاری ختم کردی گئی اور اس علاقے کو کشمیر سلطنت کا ایک صوبہ بنادیا گیا مگر کانتی راجا کے دو پوتے اوچھالا اور سوسلز کشمیر کی سیاست میں اہم رول ادا کرتے رہے جن سے سوسلز ۱۱۱۲ء میں کشمیر کا بادشاہ بنا۔

تاریخ نشاندہی کرتی ہے کہ لوہرن خاندان کی حکومت ۱۴۵۰ء میں ختم کی گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حاجی خان نے لوہرن ریاست کا علاقہ فتح کر کے لوہرن کے بدلے پونچھ کو اپنا صدر مقام بنالیا تھا۔ حاجی خان کو کشمیر کے سلطان زین العابدین (بڈشاہ) نے لوہرن بھیجا تھا اور یہ علاقہ عملی طور پر کشمیر کے ماتحت رہا۔ ۱۵۸۶ء میں علاقہ پونچھ جہانگیر بادشاہ نے ایک مسلمان خاندان کے فرد کو دے دیا تھا اس لئے یہ خاندان ۱۸۱۹ء تک برسرِ اقتدار رہا۔ سراج الدین پہلا مسلمان تھا جسے جہانگیر نے ''راجا'' کا خطاب دیا تھا۔ اس کے بعد جو راجے پونچھ کے تخت پر بیٹھے ان میں فتح محمد خان، عبدالرزّاق، علی گوہر خان، شاہباز خان، خان بہادر خان، اور امیر باز خان شامل تھے۔ راجا میر باز ۱۸۲۳ء میں تخت نشین ہوا مگر تب تک مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے گلاب سنگھ نے پونچھ کو فتح کر لیا تھا۔ لہٰذا نئے راجے کو لاہور طلب کیا گیا جہاں پر اُس کے پُرانے دشمنوں نے اُسے قتل کر دیا۔ بعدازاں پونچھ شیر باز خان کو بطورِ جاگیر عطا کیا گیا اور یہ علاقہ ۱۸۴۷ء تک شیر باز کے وارثوں کے پاس رہا جب کہ غلام محی الدین آخری جاگیر دار تھا۔ پونچھ جاگیر آخر کار موتی سنگھ کے زمانے (۱۸۵۹ء) میں قائم ہوئی تھی جس کا رقبہ ۱۶۰۰ مربع میل (۲۵۶۰ مربع کلومیٹر) تھا۔ پونچھ جاگیر چار تحصیلوں میں بٹی ہوئی تھی۔ جن کے نام تحصیل باغ، تحصیل سدھنوتی، تحصیل حویلی اور تحصیل مینڈھر تھے۔ ۱۹۴۷ء میں قبائلی حملے کے نتیجے میں تحصیلِ حویلی کے ۸۷ پٹوار حلقے بمعہ تحصیلِ باغ اور تحصیلِ سدھنوتی (مکمل طور پر) پاکستان کے قبضے میں چلی گئی۔ اور مذکورہ تین تحصیلوں میں سے حویلی تحصیل کے صرف ۸۳ حلقہ پٹوار جموں و کشمیر سے منسلک

ہیں۔ جب کہ تحصیل مینڈھر کے چودہ پٹوار حلقے پاکستان کے زیرِ تسلّط ہیں۔ موجودہ ضلع پونچھ مینڈھر، پوراوا، ٹھیکتا، باگپن، پارل، سنجیورہ حویلی (پونچھ) اور سدرن کی تحصیلوں پر مشتمل ہیں۔ ضلع پونچھ جموں وکشمیر کے صوبہ جموں میں آتا ہے۔

۲۶۳۰ مربّع کلومیٹر پر محیط ضلع راجوری میں ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۶۱۹،۲۶۶ لوگ رہائش پذیر ہیں۔ پونچھ کی طرح راجوری بھی ایک سرحدی ضلع ہے۔ جو کالاکوٹ، سُندربنی، نوشہرہ، کوٹرنکہ اور تھنہ منڈی سب ڈویژنوں، خاوس، کوٹ رنکا، راجوری، درہال، بیری پٹن، تھیراٹ، تھنہ منڈی، منجاکوٹ، نوشہرہ، سُندربندی، کالاکوٹ، قلعۂ درہال اور سیوٹ تحصیلوں، ۱۹ دیہی ترقیاتی بلاکوں اور ۳۱۲ پنچایتوں میں انتظامی اعتبار سے تقسیم ہوا ہے۔ راجوری میں صدر مقام ہونے کے سبب اس ضلع کا نام راجوری ہی رکھا گیا ہے۔ مؤرّخ خوشدیو مینی نے راجوری کی وجہِ تسمیہ یوں بیان کی ہے۔:

''مختلف ادوار میں راجوری کو راجپوری، راجاوری، راج وری، رازوری، راجور، اور راجوری کے مختلف ناموں سے جانا جاتا رہا ہے۔ لیکن راجوری کا ماخذ راجپوری ہی ہے جو پال شاہی راجاؤں نے اپنے خاندان کی کنیّت سے اس علاقے کو دیا تھا۔ (مکمّل تاریخِ راجوری۔ ص:۴۶) سرکاری ریکارڈ میں ضلع راجوری کا محلِ وقوع یوں درج ہے۔

"Rajouri district is located between 70 degree and 74 degree East Longitude and 32 degree- 58and 33

degree 35 North Lititude. It is flanked by the poonch district in the north , Jammu district on the South , Reasi district in the East and Pakistan occupied Kahmir 2001 (Mirpur area) in the west"

(Jammu and Kashmir published by the J&K Information Department)

راجوری ضلع ۱۹۶۸ء میں پونچھ ضلع سے الگ کر کے قائم کیا گیا تھا۔

قصبہ راجوری جموں جنرل بس اسٹینڈ سے ۱۵۴ کلومیٹر دور ہے۔ جموں سے راجوری پونچھ قومی شاہراہ اکھنور، کالی دھار، سُندر بنی اور نوشہرہ کی بستیوں سے گزرتی ہوئی راجوری پہنچتی ہے۔ اس سڑک کے بائیں جانب۔ایل۔او۔سی کا وہ علاقہ آتا ہے جو مقبوضہ کشمیر کے میر پور ضلع کے ساتھ شامل ہے۔ سیوٹ (سُندر)...... سے ایک سڑک کالا کوٹ کے لئے نکلتی ہے جو آگے بڑھ کر راجوری قصبے سے جا ملتی ہے۔ کالا کوٹ سے ایک سڑک ریاسی کے لئے نکلتی ہے جب کہ بھاملہ سے دوسری سڑک بھی ریاسی کو جاتی ہے۔ راجوری سے ریاسی یا کٹرہ جانے کے لئے یہ دونوں راستے نزدیک ترین ہیں۔ راجوری قصبہ سے ایک روڈ تھنہ منڈی، ڈیرہ گلی، بفلیاز، مغل روڈ، سُرن کوٹ اور پونچھ کے لئے نکلتی ہے۔ راجوری سے درہال کے لئے بھی ایک سڑک نکلتی ہے۔ درہال سے نندن سر پہاڑ کو عبور کر کے کشمیر کے ضلع شوپیان کے ہاپتھ ناڑ اور ہیر پور علاقے آتے ہیں۔ قدیم زمانے میں درہال سے کشمیر کو راستہ جاتا تھا۔ تھنہ منڈی سے تقریباً چھ کلومیٹر کی دوری پر شاہدرہ شریف کا گاؤں آتا ہے۔ جہاں مشہورِ عالم صوفی بزرگ بابا غلام شاہ بادشاہؒ کی زیارت گاہ مرجعِ خلائق ہے۔ حضرت بادشاہؒ کے نام پر راجوری میں بابا غلام

شاہ بادشاہ یونیورسٹی کھولی گئی ہے۔ جس کے کیمپس قصبہ راجوری سے تقریباً آٹھ کلومیٹر کی دوری پر دھنور گاؤں کے متصل تعمیر کئے گئے۔

راجوری ضلع کے قابلِ دید مقامات میں شاہدرہ شریف زیارت کے علاوہ نوگزی زیارت، زیارت بابا سخی سلطانؒ، منگلا دیوی، چنگس، دہرہ گلی، تھنہ منڈی، لال باولی، وار میموریل، دھنی دار قلعہ، عثمان میموریل، بھاگسر، سُکھ سر، سرانند سر، کٹوری سر، سمت سر، کال درشن، گُم سر وغیرہ خاص طور پر شامل ہیں۔ راجوری ضلع کا ۱۳۰۴ مربّع کلومیٹر رقبہ سرسبز جنگلات سے لدا ہوا ہے جن میں مختلف جنگلی جانور اور پرندے موجود ہیں۔ ایک زمانے میں راجوری ایک اہم ریاست کا صدر مقام تھا جس نے ابھیسار پہاڑوں اور کشمیر کے اندرونی معاملات میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ کچھ غیر ملکی سیاحوں کا کہنا ہے کہ راجپوری سلطنت شمالاً جنوباً ۲۰ سے ۲ میل اور شرقاً غرباً تیس میل تھی۔ اور اس کی شمالی سرحد رتن پیر (پہاڑ) تھا اور یہ بھمبر ریاست کے جنوب میں تھی۔ یہ ریاست تقریباً پانچویں صدی عیسوی میں قائم کی گئی تھی۔ مگر اس کا کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں ہے۔ ''راج ترنگنی'' میں لکھا گیا ہے کہ پھالکنہ نامی ایک شخص نے کشمیر کے بادشاہ ابھیمانیو (۹۵۸ء۔۹۷۲ء) کے عہدِ حکومت میں راجوری پر حملہ کیا تھا۔ اس وقت راجا پرتھوی پال راجوری کا حکمران تھا۔ زین العابدین بڈشاہ کے دور میں راجوری کے ساتھ ایک معاہدہ طے ہوا تھا جس کے تحت راجوری میں ایک مسلمان خاندان برسر اقتدار آ گیا تھا۔ بعد ازاں راجوری کشمیر کے دربار کے باج گزار بن گئی جس کے بدلے میں راجوری کے راجاؤں کو کشمیری رائلٹی دینے لگے۔ رحیم خان راجوری کا آخری راجہ تھا۔ جس

نے ۱۸۱۹ء سے ۱۸۴۲ء تک حکومت کی تھی۔ عہد نامہ امرتسر پر عملدرآمد ہونے کے نتیجے میں راجوری کا سارا علاقہ ۱۸۴۶ء میں ریاست جموں وکشمیر کا حصہ بن گیا۔

راجوری ضلع میں کشمیری، پہاڑی اور گوجری زبانیں زیادہ تر بولی جاتی ہیں۔ جب کہ اردو کو رابطے کی زبان ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ راجوری ضلع کے ان بالائی علاقوں میں کشمیری تہذیب وثقافت کی چھاپ ہے۔ جن کی سرحدیں وادیٔ کشمیر کے ساتھ ملتی ہیں۔ راجوری کے چند اہم قلمکاروں کے نام اس طرح ہیں: شہباز راجوروی، فدا راجوروی، فاروق مضطر، خورشید بسمل، صابر مرزا، روبینہ میر، عبدالقیوم نایک، احمد شناس، زنفر کھوکھر، ڈاکٹر رفیق انجم، ڈاکٹر محمد آصف ملک نعیمی، غلام قادر میر، مختار ثاقب، شبیر راتھر، نثار راہی، ڈاکٹر عبدالحق نعیمی، ڈاکٹر فاروق انوار مرزا وغیرہ وغیرہ۔

☆☆

اصل: فارسی

اردو: مفتی شفیق الرحمٰن

تاریخ کشمیر......(قسط:8)

از

ملک حیدر چاڈورہ

روایت ہے کہ بہرام گور کے دل میں ہندوستان کی سیر کرنے کی اُمنگ پیدا ہوئی اور وہ اکیلا ہی اس طرف دوڑ پڑا۔ قضاء سے ان دنوں ایک ہاتھی سرکش ہو گیا تھا اور اس نے آنے جانے والوں کا راستہ بند رکھا تھا اور اس نے مشہور پہلوانوں کی ایک جماعت کو پاؤں تلے روند ڈالا تھا جنہوں نے اس کے خلاف دلیری اور بہادری کا علم بلند کیا تھا۔ یہ خبر سُن کر بہرام کی غیرت کی رگ پھڑک اُٹھی اور وہ اس طرف چل پڑا۔ جب اس ملک کے حکمران کو اس بات کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے ایک قابلِ اعتماد شخص کو روانہ کر دیا تا کہ وہ بہرام پر نظر رکھے کہ وہ کیا کچھ کرتا ہے۔ وہ شخص درخت پر چڑھ کر تماشا دیکھ رہا تھا کہ اچانک ہاتھی کی نظر بہرام پر پڑی اور اس نے پوری خوفناکی سے بہرام کا رُخ کیا۔ بہرام نے بھی ایک تیر کمان پر رکھ کر ہاتھی کی پیشانی پر اس طرح مارا کہ وہ اس کی ناک میں جا گھسا۔

الغرض بہادر بادشاہ گھوڑے سے نیچے اُتر آیا اور ہاتھی کے سونڈ میں ہاتھ اس طرح مارا کہ ہاتھی زانو کے بل بیٹھ گیا اس کے بعد اس نے اس کا سر تلوار کے ذریعے تن سے جُدا کر دیا اور اس جگہ کی سرزمین کو ہاتھی کی قید سے چھُڑا لیا۔

ہم دوبارہ ملک دولت چک کے قصّے کی طرف جاتے ہیں جب وہ شیر خان افغان سے کمک حاصل کر کے کشمیر آیا اور شکست کھا گیا تو وہ ایک چرواہے کے ہاتھ گرفتار ہو گیا جو طاقت وقوت میں پہاڑ صفت ملک دولت چک کے بالکل بھی ہم پلّہ نہ تھا۔ مگر قضاء نے اس کو ایک بکری کی طرح ایک برے چوپائے کا قیدی بنا دیا وہ اس کو ہاتھ باندھ کر غازی خان کے سامنے لایا اس نے اس کی آنکھوں میں گرم سلائی پھرا دی۔

961ھ میں اگر چہ حبیب خان برائے نام بادشاہ تھا مگر اس کا ماموں غازی خان خودمختار تھا چونکہ حبیب خان میں بادشاہت وسلطنت کی لیاقت وصلاحیت بالکل نہیں تھی۔ 962ھ میں وہ دربار میں بیٹھا ہوا تھا اس نے احکام میں کوئی غلطی کی جس کی وجہ سے اکثر وزراء کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ غازی خان کے چھوٹے بھائی علی خان نے حبیب خان کے سر سے تاج اُٹھا کر غازی خان کے سر پر رکھ دیا۔

چکوں کے قبیلے سے سب سے پہلا شخص جو حکمران بنا وہ غازی خان تھا۔ اس کی حکومت نو سال دو ماہ تک رہی اس نے اپنے دورِ حکومت میں پورے کوہستانِ ہندکو فتح کیا اور ران گلی اور بہنیر پر بھی قبضہ کیا۔ اس نے کمال خان گھگڑ کی بیٹی سے نکاح کیا اور اس نے سب جگہوں پر فوجی آفیسر مقرر کئے۔ تبّت کے دونوں حصّوں اور کشتواڑ،

دارو، گلگت اور پکھلی کو وہاں کے حکمرانوں سے چھینا۔ جن دنوں غازی خان ملکوں کو فتح کرنے میں لگا ہوا تھا ملک دولت چک جس کی آنکھ میں سلائی پھیری گئی تھی اور شمس الدین چاڈورہ ولد عیدی ملک نے ہمایوں بادشاہ کی بارگاہ میں مدد کے لئے التجاء کی اور اسی دوران ہمایوں بادشاہ چھت سے گر کر خلدِ بریں کو روانہ ہو گیا۔ اس کی تاریخِ وفات 962ھ ہے جیسا کہ اس تاریخی مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

''ہمایوں بادشاہ از بام اُفتاد''

شمس الدین جو بہادری اور دلیری کے علاوہ صحیح اور عمدہ طبیعت کا وصف بھی اپنے اندر رکھتا تھا اس نے ہمایوں بادشاہ سے تربیت یافتہ ''میر ابوالمعالی'' کو اور غازی خان کے جلاوطن کئے ہوئے اکثر سرکردہ لوگوں کو ملک پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی۔ ''میر ابولمعالی'' بہادری اور مردانگی میں بے مثال تھا اور جب غازی خان کے ڈر سے بھاگے ہوئے لوہر ڈانگر اور موسیٰ ملک وغیرہ نے فوج در فوج اس کا رُخ کیا اور چومک کے راستے سے پونچھ پہنچ کر اُنہوں نے اس طرح تدبیر اور کوشش سے کام لیا کہ وہ پٹن تک پہنچ گئے اور غازی خان کو پتہ بھی نہیں چلا اور جونہی اس کو اطلاع ملی تو اس نے فوراً ایک زبردست لشکر تیار کر کے اور جنگ کرنے کا عزم کر لیا چنانچہ ہانجی ویرہ کے میدان میں جنگ کی آگ بھڑک اُٹھی اور اکثر بہادروں کی زندگی کا خرمن بے حیثیت ہو کر رہ گیا اس معرکے میں دشمن کی طرف سے ملک شمس الدین اس غضبناک شیر کی طرح بہادری کے ساتھ وار کر رہا تھا جو بکریوں کے ریوڑ کے پاس سے گزرے اور جنگ کی یہ آگ صبح سے شام تک بھڑکتی رہی۔ جب ملک شمس الدین کو اندازہ ہو گیا کہ ''میر ابو

المعالی'' مغلوب ہو رہا ہے اور ممکن ہے کہ وہ گرفتار ہو جائے گا اور یہ بدنامی کا باعث ہوگا تو اس نے فوج کا ایک دستہ دے کر اُس کو وہاں سے روانہ کر دیا اور خود غازی خان کے لشکر کے مقابلے میں ڈٹا رہا۔ لیکن جب خدا کو منظور نہیں تھا جیسا کہ کہا گیا ہے کہ:

اگر تیغِ عالم بہ جنبد زجائے نبرد رگے تانخواہد خدائے

ترجمہ: اگر ساری دُنیا کے لوگوں کے تلواریں حرکت میں آ جائیں تو وہ ایک رگ کو بھی کاٹ سکیں گے جب تک کہ خدا کو منظور نہ ہوگا۔

بالآخر ملک شمس الدین زندہ گرفتار ہو گیا اور دشمن کے لشکر سے سترہ سو لوگوں کو قید کر کے مار ڈالا گیا اور اس جنگ میں دونوں طرف کے چار ہزار فوجی مارے گئے جن میں سے زیادہ تعداد دشمن کے فوجیوں کی تھی جو اس راستے کو بھول گئے تھے جہاں سے وہ آئے تھے۔ غازی خان نے ان کے سروں پر مینار بنائے اور باوجودیکہ ملک شمس الدین کی بیٹی غازی خان کے نکاح میں تھی اس نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ غازی خان کو اس جنگ میں عظیم اور بے مثال فتح نصیب ہوئی۔

دو سال کے بعد ملک دولت چک کے دوسرے بھائی اور شمس الدین چاڈورہ کا بھائی ملک محمد اور لوہر چک اور محمد خان ماگرے اور تازی خان جو غازی خان سے باغی ہو گیا تھا ان سب لوگوں نے پلوں کو کاٹ کر ذالڈگر کے میدان میں خون آشام تلواریں انتقام کے نیاموں سے باہر کھینچ لیں اور جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور جو لوگ غازی خان سے ناراض ہو گئے تھے وہ دن بدن ان سے آ کر ملنے لگ گئے جب غازی خان کو پتہ چلا کہ دشمن کا لشکر دن بدن بڑھ رہا ہے اور تاخیر کرنا ٹھیک نہیں تو اس نے محلّہ

دیدہ مر کے پاس سے اپنے لشکر سمیت دریا کو پار کیا اور دشمن کے مدِّ مقابل صف آراء ہو گیا اور جوانوں نے بہادری اور دلیری کی داد دی۔ اسی دوران شمس الدین چاڈورہ کے بھائی ملک محمد اور غازی خان نے آگے آ کر ایک دوسرے کو للکارا جب غازی خان کو ملک محمد کی طرف سے غلبے کا اندازہ ہوا تو اس نے ہاتھی کی پناہ لی اور ہاتھی کے ہوتے ہوئے بھی ملک محمد نے چند بار غازی خان پر حملہ کیا مگر اس دوران ملک محمد کا سارا لشکر بھاگ چکا تھا اور یہ حال دیکھ کر وہ شکستہ دِل ہو کر کہہ رہا تھا:

بر انگیختم گردِ ھیجا چو دود چو دولت نبا شد تہوّر چہ سود
غنیمت شمارم طریقِ گریز کہ نادان کند با قضا پنجہ تیز

ترجمہ: میں نے دھویں کی طرح جنگ میں گرد اُڑایا۔ مگر جب دولت نہ ہو تو دلیری کا کیا فائدہ۔ میں بھاگنے کے راستے کو غنیمت سمجھتا ہوں۔ کیونکہ قضاء کے ساتھ نادان شخص ہی زور آزمائی کرتا ہے۔

ملک محمد نے اپنی بہادری اور زورِ بازو سے اپنے آپ کو اس معرکے سے آزاد کیا اور غازی خان نے ہاتھی کو آگے بڑھا کر حبیب خان چک کا رُخ کیا اور باوجودیکہ اس جوان پہلوان کا سارا لشکر شکست خوردہ ہو کر بھاگ چُکا تھا اور وہ تن تنہا رہ گیا تھا مگر وہ جب بھی حملہ کرتا تو غازی خان کے لشکر کو پیچھے بھگا دیتا یہاں تک کہ وہ دریائے جہلم تک پہنچ گیا لیکن غازی خان کا لشکر زمانے کے اس صف شکن پر لحمہ بہ لحمہ میدانِ کارِزار کو تنگ کرتا جا رہا تھا۔ مجبوراً وہ دریا کے اندر کود گیا اور ابھی وہ کنارے پر نہیں پہنچ پایا تھا کہ ہاتھی نے اس کو پیچھے سے آلیا اور چونکہ حبیب خان نے بہت زخم کھائے تھے اور اس کے

ہاتھوں میں اب جنگی حربے استعمال کرنے کی طاقت نہیں رہی تھی لہٰذا اس نے ہاتھی کے سونڈ کو دانتوں میں پکڑ لیا اور اس طرح مضبوطی سے پکڑا کہ ہاتھی فریاد کرنے لگ گیا ۔اس نے مجبوراً اُس کو چھوڑ دیا مگر ہاتھی نے دوبارہ فیل بان کے اشارے سے حبیب خان کی کمر بند پکڑ لی اور اس کو دنیا کی مشقت سے آزاد کر دیا اور غازی خان اس میدانِ جنگ سے فتح و کامیابی کے ساتھ واپس لوٹا اور اکثر قبیلوں کے سردار مثلاً ملک محمد ناجی اور لوہر ڈانگر اور خواجہ حاجی سلطان اور اُس کے اکثر بھائی اور یوسف خان اور نصرت خان ہندوستان چلے گئے اور میرزا حیدر کاشغری کے بھانجے قرا بہادر میرزا کی پناہ لی اور اس کو ملک پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی اور چونکہ قرا بہادر میرزا ان سب کو غازی خان سے بہتر جانتا تھا اور اس کو ان پر پورا اعتماد تھا لہٰذا وہ بارہ ہزار کشمیری اور مغل سواروں کے ہمراہ نکل پڑا۔ غازی خان یہ خبر سنتے ہی ہوا کی طرح تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو گیا اور لشکر کی فراہمی کا انتظار کئے بغیر بجلی اور تیز آندھی کی طرح تھوڑی سی فوج کی ہمراہ روانہ ہو گیا اور تھنہ کے مقام پر جا پہنچا اور وہاں پر قرب و جوار سے اور افواج بھی آ کر ان کے ساتھ مل گئیں اور وہاں سے کوچ کر کے اس نے لوہر کوٹ میں ڈیرہ ڈال دیا اور ایک ہی دن میں قلعہ تعمیر کر لیا۔ دوسرے دن دونوں طرف سے شیر دِل بہادر اور دلیر جنگجو جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ غازی خان نے حکم دیا کہ جو شخص کسی مغل کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو ایک اشرفی انعام میں دی جائے گی جب انعام کی بات بیچ میں آ گئی تو کمینوں کی ایک جماعت جن کا کام چوری کرنا تھا اور جو سب لوگوں سے کمترین ہوتے ہیں اُنہوں نے انعام پانے کے لالچ میں صبح سے ظہر کی نماز تک سات ہزار سر غازی

خان کے دربار میں پیش کیئے اور اُنہوں نے دوگنا انعام پایا کیونکہ سپاہیوں تک جنگ کی نوبت پہنچی ہی نہیں۔ دشمن کا باقی ماندہ لشکر شکست کھا گیا اور غازی خان فتح و کامیابی کے ساتھ واپس لوٹا اور اس نے سروں کا اتنا اونچا مینار بنایا جو کہ پہلے (ہانجی ویر میں بنائے گئے) مینار سے بھی اونچا تھا۔ غازی خان اس فتح کے بعد پوری طرح رعیت پروری اور رعایا کے ساتھ احسان کرنے میں مشغول ہو گیا۔

چنانچہ مشہور ہے کہ اس کے سب سے لائق بیٹے حیدر خان کے ملازمین میں سے ایک نے کسی شخص کے ساتھ زیادتی کی تھی غازی خان نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا اور یہ بات حیدر خان کے دل پر ناگوار گزری اور وہ بغاوت پر آمادہ ہو گیا اور اپنے باپ سے روگردان ہو گیا۔ غازی خان نے اپنے سالے ملک محمد چند کو اس کے بھانجے حیدر خان کو نصیحت کرنے کے لئے بھیجا اور دورانِ گفتگو ملک محمد چند کی زبان سے کوئی نامناسب بات نکل گئی شہزادے نے اپنے ماموں کو قتل کر ڈالا۔ غازی خان نے ملک محمد چند کے قصاص میں اپنے بیٹے کو بھی قتل کر ڈالا اور پدری شفقت کچھ بھی کام نہ آئی۔ آخر کار فطری محبت کے تقاضے سے جو ہر انسان کے دل میں رکھی گئی ہے غازی خان اس غم سے بیمار ہو کر صاحبِ فراموش ہو گیا اور اپنے بھائی حسین خان کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ 971ھ میں حسین خان تختِ بادشاہت پر براجمان ہو گیا۔ اس نے عدل و انصاف کرنے، رعیت اور رعایا کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے میں کوئی بھی کسر باقی نہیں چھوڑی اور اس نے مالی معاملات اور اہم ملکی امور ملک محمد کو سونپ دیئے وہ ملک محمد ناجی کو باپ کے برابر سمجھتے ہوئے اس کی پوری تعظیم و تکریم کرتا اور خوش انجام بادشاہ کے نظم

وضبط اور حسنِ تدبیر کی وجہ سے کسی بھی اپنے یا بیگانے نے ملک کشمیر کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہیں دیکھا۔

چناں حکمت و معرفت کار بست که از امر و نهیش درونے نخست

ملک راہمین ملک پیرایه بس که راضی نشد او بآزارِ کس

ترجمہ: اس نے اس طرح حکمت و دانائی سے کام لیا کہ اس کے حکم دینے اور روک ٹوک کرنے سے کوئی بھی دل زخمی نہیں ہوا۔ بادشاہ کے لئے یہی طریقہ کافی ہے کہ وہ کسی کو ستانے سے خوش نہ ہو۔

حسین خان اپنے ایّامِ حکومت میں عیش وعشرت، تفریح اور شکار میں لگا رہتا تھا اس نے ہفتے کے دنوں کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ وہ جمعہ کا دن علماء وفضلاء کے ساتھ اور سنیچر کا دن عدل و انصاف کرنے اور فریاد سُننے اور پیر کا دن ہندوستانی دانشوروں کے ساتھ اور منگل کا دن شکار کرنے میں اور بدھ کا دن فوج، تیراندازی، گھوڑ دوڑ اور چوگان کھیلنے میں اور جمعرات کا دن قوالوں اور ہنسی کھیل کرنے والوں کے ساتھ گزارا کرتا تھا۔ ہر روز نمازِ فجر سے فارغ ہونے کے بعد خزانچی کو حکم تھا کہ وہ کچھ سونا انعام کے لئے اور خاص خرچ کے لئے الگ رکھا کرے اور جب اس سے انعام کی رقم مقرر کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ لوگ انعامات اور داد و دہش کو مستی پر محمول کرتے ہیں۔ روایت ہے کہ چنگیز خان کا بیٹا ''اوقتائی قاآن'' جو کہ بڑے اچھے اخلاق سے آراستہ تھا جب وہ حکمران بنا تو تمام لوگوں نے اس کی سخاوت سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔

چنانچہ کتب تواریخ میں مذکور ہے کہ ایک روز ''قاآن'' شرابِ ارغوانی پی کر بڑے مزے کی حالت میں تھا کہ ایک شخص نے اس کو ایک حقیر نذرانہ پیش کیا ''قاآن'' نے اس کے لئے تقریباً پندرہ سو درہموں کے بقدر چاندی کے انعام کا حکم دے دیا۔خزانہ داروں نے یہ سمجھ کر کہ یہ حکم مستی کی حالت میں دیا گیا ہے توقف کیا۔ جب بادشاہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے اس فقیر کو دوگنا عطا کیا اور اس نے دو ہڈیوں کو برابر میں رکھ کر پوچھا کیا دُنیا میں کوئی ایسی چیز ہے جو ہمیشہ رہے؟ لوگوں نے جواب دیا نہیں! اس نے کہا کہ جواب غلط ہے۔ بلکہ نیک نامی اور سخاوت و خیرات کے نشانات دنیا کے ختم ہونے تک باقی اور موجود رہنے والے ہیں 975ھ میں حسین خان کا چھوٹا بھائی شنکر خان اعلانیہ طور پر بغاوت کر کے کوہستان ہند کی طرف بھاگ گیا اور اس نے بمبرو دانگلی اور ککران کی ریاست جیسے اکثر مضافات پر قبضہ کر لیا اور اس نے وہاں باشندوں پر بڑا جبر وظلم کیا اور سب لوگ اس ظالم سے متنفر ہو گئے اور اُنہوں نے بادشاہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اگر شنکر خان بادشاہ ہے تو پھر ہمارے لئے کوئی چارہ نہیں ورنہ آپ حکم دیں کہ اس سرکش کے بارے میں سوچا جائے۔ بادشاہ بھی اس سے بہت ناراض تھا اس نے اس مضمون کا حکم صادر کیا کہ تم اس کو گرفتار کر لو اور اگر تمہیں مدد کی ضرورت ہو تو لکھو کمک روانہ کی جائے گی اور جب شنکر خان کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک زبردست فوج کے ہمراہ کشمیر کا رُخ کیا اور بادشاہ حسین خان نے ملک محمد ناجی کے چھوٹے بھائی علی خان کی سربراہی میں اس کے مقابلے کے لئے فوجیں روانہ کر دیں اور قصبہ پونچھ میں فریقین کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی۔ چونکہ ہراول دستہ ملک محمد

ناجی کا تھالہٰذا وہ علی خان سے پہلے ہی پونچھ پہنچ گیا اور ابھی اس نے راستے کی تھکن سے آرام نہیں پایا تھا کہ شنکر خان پہاڑ جیسے لشکر کے ساتھ جو کثرتِ تعداد میں یاجوج ماجوج کا پتہ دیتا تھا ان پر چڑھ دوڑا اور نیک نیت ملک محمد ناجی خنجروں کے ہجوم سے بالکل نہیں ڈرا اور اس کے ساتھ توپوں، اولاد اور بھائیوں میں سے جو سات سو سوار بجلی جیسی رفتار رکھنے والے تھے ان کے ہمراہ دھاڑتے ہوئے شیر کی طرح دشمن کے خلاف ایسی کاروائی کی کہ جس سے سام نریمان بھی حیران ہو جائے اور ملک محمد ناجی بذاتِ خود میدانِ جنگ میں اُتر آیا یہاں تک کہ اس جنگ میں اس کا نیزہ ٹکرے ٹکرے ہو گیا اور پھر سرکش تلوار کو نیام سے باہر نکال کر حملہ کیا اور چونکہ دشمن کا لشکر ٹڈیوں اور چیونٹیوں سے بھی زیادہ تھا۔ لہٰذا اُنہوں نے بادشاہ سیرت ملک محمد ناجی کو ہر طرف سے گھر لیا اور اس پر تلواروں اور نیزوں سے وار کیئے۔ یہاں تک کہ اس کو چند گہرے زخم لگے حسیں چراریو نے اس کے ہاتھ پر ایک ایسا وار کیا کہ اس کے دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں کاٹ ڈالیں اور اس زبردست زخم کے باوجود جب تک اس نے دشمن کی صفوں کو تتر بتر نہیں کر دیا وہ پیچھے نہیں ہٹا اور شنکر خان اپنے بھائی علی خان کے روبرو (سامنے) آ گیا اور قریب تھا کہ وہ اس کو چت کر دیتا مگر بہادر خان نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ جس نے اس کا بھیجا توڑ دیا اور شنکر خان کی پیشانی زخمی ہو گئی و راسی زخم کی وجہ سے شنکر خان کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ چونکہ اس فتح کا اصل سبب ملک محمد ناجی تھا لہٰذا قدر دان بادشاہ نے اس کا درجہ اونچا کر دیا اور اس کو عزّت و سروری کے درجات عطا کر کے سربلند کر دیا۔

978ھ میں حسین خان کے ہونہار بیٹے ابراہیم خان کی موت کی وجہ سے تپ

دق کی بیماری اس کے شاہی مزاج پر غالب آ گئی جس کی وجہ سے وہ فوت ہو گیا اس کا دورِ حکومت آٹھ سال تک رہا۔

اس کے بعد اس کا بھائی علی خان حکمران بنا اس نے اپنے دورِ حکومت میں عدل وانصاف اوراحسان ورعیت پروری کی پوری پوری کوشش کی۔ اس کے عہد میں ملّا احمد کشمیری ملک الشعراء تھےاور یہ شعرانہی کا ہے۔

مرتضٰی آنکہ شہِ مسندِ عالی نسبی است آفتابیست کی برجِ شرفس دوشِ نبی است

ترجمہ: (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے والد) علی المرتضٰی کرّم اللہ وجہہ ہیں جو عالی نسب کے مسند کے بادشاہ ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ) وہ آفتاب ہیں کہ جن کی شرافت کا برج نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مبارک کندھا ہے۔

اوراس کے دور میں بادشاہوں کی نسل سے تعلق رکھنے والے حاجی حیدر خان اور سلیم خان جو نازک شاہ کے بیٹے تھے ہندوستان میں رہتے تھے اُنہوں نے پرانے عہدو پیمان کو کشمیری اُمراء کے ساتھ تازہ کر کے کشمیر کا رُخ کیا اور جب کاجڈاری سے گزر کر اُنہوں نے نوشہرہ میں ڈیرہ ڈالا تو بعض کشمیری امراء علی شاہ سے الگ ہوکر اس جماعت کے ساتھ مل گئے۔ جب علی شاہ کو خبر ہوئی تو لوہر خان ولد شنکر چکراور محمد خان ولد حبیب چک کو اور دوسرے امراء کو دشمن کو تنبیہ کرنے اور اس کے فساد کو ختم کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ تھنہ کے مقام پر پہنچے تو اگر چہ کمانڈر لوہر خان تھا مگر محمد خان چالاکی، سپاہ گری، مدبّری، چالبازی اور عام قبولیت میں بےنظیر و بے مثال تھا اس نے حیدر خان اور سلیم خان کو تباہ و برباد کر دینے کا ارادہ کر لیا مگر اس نے اس راز کو اپنے

دل میں چھپائے رکھا اور لوہر خان کو قید کر کے حاجی حیدر خان اور سلیم خان کے پاس لے گیا اس واقعے کو سُن کر علی شاہ کچھ ایسا سراسیمہ اور پریشان ہو گیا کہ جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا اور وہ حکومت سے دلبرداشتہ ہو گیا اور ملک محمد ناجی جس کی کمال عقلمندی اور مدبرّی تسلیم شُدہ تھی علی شاہ نے اس کو بلا کر اس سے پوچھا کہ اس بارے میں کیا کرنا چاہیے اور تمہارا مشورہ کیا ہے ملک محمد ناجی نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ محمد خان چونکہ عقلمند ہے لہٰذا وہ بدنامی اور نمک حرامی کا الزام اپنے سر نہیں لے گا اور آپ دیکھو گے کہ آخر کار وہ آپ سے وفاداری کرے گا۔ چونکہ علی شاہ ملک محمد ناجی کے اچھے مشوروں اور اس کی اچھی رائے اور تدبیر کو ہزار ہا بار آزما چکا تھا لہٰذا اس نے اس کی بات کی تصدیق کی اور بظاہر اس سے معذرت چاہی مگر اندر ہی اندر سے اس نے اس کی بات کو بڑھاپے پر محمول کیا۔

الغرض سلیم خان وغیرہ نے محمد خان کے مل جانے کو غنیمت سمجھا اور جب وہ سنگ پور کے پانی کی گزرگاہ پر پہنچے تو محمد خان نے اپنے دل میں چھپائی ہوئی بدعہدی کی وجہ سے موقع پا کر سلیم خان کو اپنی بے دریغ تلوار کے وار سے قتل کر ڈالا اور حاجی حیدر خان شکست کھا کر ہندوستان کی طرف واپس چلا گیا اور محمد خان نے لوہر خان کو قید سے رہا کر دیا اور عرضداشت کر کے کشمیر کا رُخ کیا۔ محمد خان کی عرضداشت نصف شب کو علی شاہ کے پاس پہنچی (اس میں لکھا ہوا تھا) کہ آپ کے اس احسان مند نے خلوص کے ساتھ یہ سب کچھ کیا جو کچھ وہ حکومت کی خیر خواہی کے لئے کر سکتا تھا۔ اور اس مصیبت کو اللہ کے فضل سے ٹال دیا۔ اس مرتبہ علی شاہ کو معلوم ہو گیا کہ ملک محمد ناجی

انتہائی عقلمند اور دور اندیش شخص ہے اور محمد خان اور لوہر خان کے پہنچنے تک علی شاہ اتنا فکر مند تھا کہ گویا کہ حکومت اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔لیکن اگر محمد خان نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو ملک کشمیر علی شاہ کے ہاتھ سے نکل گیا ہوتا۔علی شاہ نے اگر چہ محمد خان کو شاہانہ انعام واکرام سے نوازا لیکن وہ اکثر اس سے احتیاط ہی کرتا تھا اور اس پر پوری طرح سے نظر رکھتا تھا۔لیکن جب وہ اس کی جانب سے پوری طرح مطمئن ہو گیا تو موسمِ خزاں میں جب کہ پانی کم ہو جاتا ہے وہ کشتواڑ کی طرف روانہ ہو گیا۔اس نے تین فوجی دستوں کو تین راستوں پر متعین کیا اور خود سنگ پور کے راستے سے نکل گیا اور ابدال خان اور ایبہ خان اور علی خان نوروز چک کو نون شار کے راستے پر اور شمس الدین چک اور حیدر چک کو فوج کے ساتھ آراستہ کر کے ستہ بل کے راستے پر متعین کر دیا جب بہادر سنگھ کو یقین ہو گیا کہ وہ مغلوب ہو جائے گا تو اس نے اپنی فتح خاتون نام کی بہن کو بھیج دیا۔علی شاہ سالہا سال سے اس کے وصال کی تحریر کو اپنے دل کی تختی پر نقش کئے ہوئے تھا اس نے اس سے نکاح کر لیا اور دل میں اس کو بسائے رکھنے کے گناہ سے چھوٹ گیا اور (اس کے بعد) وہ کشمیر کی طرف روانہ ہو گیا اور کوتاہ اندیشی کی بناء پر جو کہ اہلِ کوہستان کا لازمہ ہے دوسرے سال کشتواڑ کے راجہ کے دل میں بغاوت کی خواہش پیدا ہوئی۔اس نے نافرمانی کر دی۔علی شاہ نے اپنے قابلِ اعتماد اسماعیل گنائی کو راجہ کشتواڑ کو تنبیہ کرنے کے لئے مقرر کر دیا۔اس مرتبہ بہادر سنگھ نے اپنی بیٹی شنکر دیوی علی شاہ کے پوتے یعقوب خان کے لئے دے دی اور زعفران وغیرہ اقسام سے باج اور خراج درجِ قرارِ واقعی کے مطابق دربار شاہی کو ادا کیا اور قضاء الٰہی سے علی شاہ کے دورِ

حکومت میں ایک سال موسمِ بہار کے آخر میں جب کہ دھان کی فصل ابھی کچی ہی تھی اس ملک کے باشندوں پر خدائی قہر نازل ہوا اور بڑی شدّت کے ساتھ برفباری ہوئی جس کے وجہ سے کھیت اور غلّے تباہ ہوگئے اور بری طرح سے قحط سالی ہوگئی۔

چنانچہ لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگ گئے انصاف پسند بادشاہ کو شاہی سلسلے سے جو کچھ بطور میراث ملا تھا اس نے اس میں ایثار کیا اور اکثر فقراء و مساکین کو امراء اور وزراء میں تقسیم کر دیا اور اس نے اپنے آپ کو اور کسی بھی حکومتی کام کے ساتھ مشغول نہیں کیا اور جب یہ قحط سالی مسلسل تین سال تک جاری تو ایک رات بادشاہ آلِ رسول ﷺ سے مدد مانگنے مسلمانوں کے قبرستان کے طرف نکلا اور راستے میں زیتو چک مجذوب سے اس کا آمنا سامنا ہوگیا جس کے کرشمے اور کرامتیں مشہور تھیں۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ یہ مصیبت کب تک رہے گی؟ اس مجذوب نے جواب دیا کہ جب تک تم زندہ ہو۔ وہ یہ بات کہہ کر غائب ہوگیا۔ موسم بہار کے شروع میں بادشاہ یہ بات سن کر بہت پریشان ہوا۔ یا تو یہ میری زندگی کے کم ہی دن باقی رہنے کی خبر ہے یا قحط سالی کے دراز ہونے کا اشارہ ہے۔ موسمِ باہر کے آغاز میں جب کہ برف پگھل رہی تھی اور موسم اعتدال پر تھا بادشاہ کے کانوں میں گویا کہ یہ مضمون پہنچا۔

عمر برف است آفتاب تموز   اند کے مانده خواجہ غُرّہ ہنوز

ترجمہ: زندگی برف ہے اور اساڑھ کی دھوپ ہے، وقت بہت کم باقی رہ گیا ہے اور خواجہ ابھی بھی دھوکے میں مبتلا ہیں۔

چونکہ قحط کے زمانے میں بادشاہ کسی دوسرے کام کے ساتھ بالکل مشغول نہیں

ہوا تھا کہ سوار ہونے کی نوبت آتی۔ جب وہ سوار ہوا اور عید گاہ میں چوگان کھیلتے وقت گیند پھینکتے ہوئے وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور اس کی انتڑی کٹ گئی تو وہ تکلیف کی حالت میں وہاں سے واپس لوٹا اور 980ھ میں اس نے اپنے ہونہار بیٹے یوسف شاہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ مشہور ہے کہ یوسف شاہ نے ظاہر داری کے طور پر انکار کر کے اس ساعت کے اچھا نہ ہونے کا عذر پیش کیا تھا مگر علی شاہ نے کہا یہ وقت میرے لئے اچھا نہیں ہے مگر تمہارے لئے اچھا ہے اور اس گفتگو کے بعد اس نے زندگی کی امانت خدا کے حوالے کر دی۔ اَنّاللّٰہ وَاِنّا اَلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،

علی شاہ کی وفات کی خبر جب اس کے بھائی ابدال خان کو پہنچی تو اس نے کہا کہ میری خواہش تھی کہ مجھے اپنے بھائی سے پہلے ہی موت آ جائے مگر مصلحت خداوندی کی بناء پر میری دُعا قبول نہیں ہوئی اور اس چندروزہ زندگی کے لئے جو بھائی کی جُدائی کے غم و پریشانی میں گزر جائے عقل اجازت نہیں دیتی کہ اپنے بھتیجے کے ساتھ لڑائی جھگڑا کروں اور ابدال خان نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ وہ بھتیجے کے گھر جا کر اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین میں شرکت کرے گا مگر اس کے بیٹے اور محل والوں کے اشارے سے ہم نشینوں کے ایک گروہ نے بگاڑ پیدا کر کے ابدال خان کو جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور جس وقت ابدال خان تلاوت قرآن میں مشغول تھا فتنہ پردازوں کی تحریک سے جہانگیر لوند مسخرے نے اس کے حق میں یہ مصرع پڑھا:

ابدال زبیم جان چنگ ور مصحف

یعنی ابدال خان نے جان کے ڈر سے قرآن پاک کو پکڑ لیا ہے۔اس طرح وقت کی تنگی کی باوجود ابدال خان نے سوار ہوکر یوسف شاہ پر چڑھائی کردی اور نوہٹہ میں فریقین کا آپس میں آمنا سامنا ہوا۔ صفیں درست کرتے وقت ابدال خان ایک تفنگ کا نشانہ بن گیا اور ایسے سخت زخم کے باوجود اس نے سید مبارک خان کی فوج پر حملہ کردیا اور ابدال خان کے ڈر سے مبارک خان کی فوج کی صف اس طرح تتر بتر ہوگئی کہ جیسے وہاں کوئی انسان تھا ہی نہیں۔مگر چونکہ اس کا زخم بہت سخت تھا لہٰذا وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور شریعت پناہ قاضی موسیٰ اس کی نعش کو اُٹھا لے گیا اور اس کے باپ کے پاس اس کو دفن کردیا اور سب لوگوں پر واضح ہوگیا کہ ابدال خان کی دُعا ریاء ونمود سے خالی تھی کیونکہ وہ اپنے بھائی سے پہلے ہی قبر میں پہنچ گیا اور دوسرے دن یوسف شاہ نے پوری شان وشوکت کے ساتھ اپنے باپ کے تابوت کو اُٹھا کر اپنے دادا کے پہلو میں سپردِ خاک کردیا اور اُس روز اس نے سونے چاندی کے سکوں پر اپنے نام کی مہر ڈلوادی اور اپنے نام سے خطبہ پڑھا۔

چنیں گفت دیوانۂ ہوشیار — چو دیدش پسر روزِ دیگر سوار
زہے ملکِ دُنیائے سردر نشیب — پدر رفت وپائے پسر درر کیب
چنیں است گردیدنِ روزگار — سبک سیر و بد عہدو نا پائیدار
منہ بر جہان دل کہ بیگانہ ایست — چو مطرب کہ ہر روز در خانۂ ایست
نہ لائق بود عیش با دلبرے — کہ ہر بامدادش بود شوہرے
اگر نیک ور بدکنی با فقیر — ہمیں پنج روزت بود داروگیر

ترجمہ: یوں کہا ایک ہوشیار دیوانے نے جب اس کو دوسرے دن لڑکے نے سوار دیکھا۔ کیا خوب ہے یہ دنیا کی حکومت جو روبزوال ہے باپ چلا گیا اور بیٹا بھی پابرکاب ہے۔

زمانے کی گردش بس ایسی ہی ہے کہ وہ تیز رفتار بدعہد اور ناپائیدار ہے۔ دنیا سے دل مت لگا کیونکہ یہ اپنی نہیں۔ اس گویےّ کی طرح جو ہر روز کسی دوسرے گھر میں ہوتا ہے۔

ایسی دلبر کے ساتھ زندگی گزارنا مناسب نہیں کہ ہر صبح کو جس کا کوئی اور شوہر ہو۔ تو فقیر کے ساتھ اچھائی کرلے یا برائی، تیری پکڑ دھکڑ بس پانچ دن کی ہے۔

اس مرتبہ یوسف شاہ کی حکومت ایک چلّے تک رہی۔ ابدال خان کے فوت ہوجانے کے بعد یوسف شاہ کی بادشاہت میں کوئی اور شریک باقی نہیں رہا لہٰذا اس کے دماغ پر کبر وغرور سوار ہوگیا اور وہ کسی کو بھی کوئی حیثیت نہ دیتا۔ وہ اپنے اکثر اوقات گانے والی عورتوں، قوالوں وغیرہ کے ساتھ گزارتا۔ اسی وجہ سے یہاں کے باشندوں کے دل کا ڈر نکل گیا اور وہ یوسف شاہ کو برباد کرنے اور اس کو معزول کرنے پر کمر بستہ ہوگئے اور چکوں کا ایک گروہ مثلاً لوہر خان وغیرہ سید مبارک خان کے گھر میں جمع ہوا جو بادشاہ علی شاہ کے بڑے وزیروں میں سے تھا اُنہوں نے یوسف شاہ کو معزول کردینے کی رائے دی چونکہ سید مبارک کو علی شاہ کے حقِ پرورش کا خیال تھا لہٰذا وہ اس رائے سے متفق نہیں تھا مگر اس نے اپنی جان کے ڈر سے اس پر رضامندی ظاہر کردی۔ اس کے بعد ان لوگوں نے سوار ہوکر عیدگاہ میں لڑائی کا جھنڈا لہرایا اور یوسف شاہ بھی جنگ

کرنے کے ارادے سے زالڈگر میں جا کر کھڑا ہوا اور ملک ناجی سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ اس نے کہا کہ داد و دہش اور انعام کے وعدے کے ساتھ لوگوں کی تعداد بڑھا کر دشمن اور اس کی فوج کو تتر بتر کرنا چاہیے تاکہ سارے لوگ مطیع و فرمانبردار بن جائیں۔ یوسف شاہ نے اپنے کمینہ پن کی وجہ سے ان باتوں کا کوئی اعتبار نہیں کیا اور محمد خان اور حبیب خان کو ایک زبردست فوج دے کر ان کے خلاف روانہ کر دیا اور ملک محمد ناجی نے تاکید و احتیاط کے طور پر یوسف شاہ کو محمد خان وغیرہ کے دشمن کے خلاف روانہ کرنے سے منع کیا۔ مگر بدبختی کو ٹالا نہ جا سکا اور جب سید مبارک خان نے سنا کہ یوسف شاہ نے ملک محمد ناجی کے مشورے کے خلاف قدم اُٹھایا ہے تو وہ خوش ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو تسلّی دی کہ ہمیں فتح نصیب ہوگی اور جب محمد خان وغیرہ نواکدل کے پل سے پار ہو گئے اور ابھی پورے لشکر نے دریا پار نہیں کیا تھا کہ سید مبارک خان اور لوہر خان نے ایک بڑی جماعت کے ہمراہ دشمن پر چڑھائی کر دی۔ اس معرکے میں بہت سے لوگ مارے گئے ان میں سے علی ملک چک جس کا تخلص سپاہی تھا اور محمد ملک چاڈورہ جس کا تخلّص برزمؔی تھا یہ دونوں دو برجستہ مصرعوں کی طرح ایک دوسرے سے مل گئے اور جب تک ان کی زندگانی کا گھر ویران نہ ہوا تب تک یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے اور یہ شعر علی ملک چک کے وراداتِ طبع سے ہے ؎

ترا نہ تکمہ سرخ است برقبائے حریر   کہ گشت قطرۂ خونِ منت گریبان گیر

ترجمہ:-تمہارے ریشمی قباء میں سرخ بٹن نہیں ہے جس کی وجہ سے میرے خون کا قطرہ تمہارا گریبان گیر ہو گیا ہو۔

اور یہ شعر ملک محمد کا نتیجہ فکر ہے۔

تیر مژگانِ تو از جوشنِ جان میگذرد آرے این تیر بزورِ دوکمان میگذرد

ترجمہ: - تیری پلکوں کا تیر رگِ جان سے پار ہوجاتا ہے۔ہاں یہ تیری دو کمانوں کی طاقت سے پار ہوتا ہے۔

اور اس جنگ میں بہت سے نڈر جوان نیست و نابود ہو گئے ان میں سے ملک محمد ناجی کا سب سے چھوٹا بیٹا محمد قاسم بھی تھا جس کی عمر ابھی بیس سال تھی اور اس کے چہرے پر ابھی داڑھی نہیں اُگی تھی اس نے اس جنگ میں گیارہ کاری زخم کھائے اور ایک ہفتے کے بعد زندگی کی امانت لذتوں کو ختم کر دینے والی موت کے حوالے کردی۔ جب یوسف شاہ چک کو شکست ہوگئی تو اس نے شاہی تخت و تاج کو ملک محمد ناجی اور شریعت پناہ قاضی موسیٰ کے ذریعے سید مبارک خان کے پاس بھیج دیا اور خود ہندوستان کا رُخ کیا اور ملک محمد ناجی نے اپنے پیارے بیٹے کے رنج و غم میں چالیس دن کے بعد نماز فجر ادا کر کے سجدۂ شکر کی حالت اپنی جان جان کے پیدا کرنے والے خُدا کے حوالے کردی۔

''افصح المتکلّمین''مولانا محمد امین مستغنی نے اس کی تاریخِ وفات ''شیخ سپاہی'' 988ھ نکالی۔اور 988ھ میں سید مبارک خان نے اپنی بادشاہت و نیک بختی کا جھنڈا لہرایا۔اس کی حکومت دو ماہ پندرہ روز تک رہی اور اس دوران یوسف شاہ نے تھنہ کے مقام پر قیام کیا اور جب وہاں کا موسم گرم ہوگیا اور لوگ سید مبارک خان کی بدسلوکی سے تنگ آ گئے تھے اور اپنے کئے ہوئے پر پشیمان تھے لہٰذا اُنہوں نے مجبوراً یوسف شاہ

کو صلح آمیز خط لکھے اور اُنہوں نے نئے سرے سے اس کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور اس کو بڑی سخت قسم کی قسموں کے ساتھ مضبوط کیا۔ یوسف شاہ تھنہ سے واپس آیا اور اس نے دیوہ سر پرگنہ میں اُس اُمید کے ساتھ ڈیرہ ڈالا۔

بنا اُمید ازین در مرو بزن فالے بود کہ قرعۂ دولت بنام ما اُفتد

ترجمہ:- اس در سے نا اُمیدی کے ساتھ مت چلے جاؤ بلکہ قسمت آزمائی کرلو ہوسکتا ہے کہ دولت وحکومت کا قرعہ ہمارے نام نکل آئے۔

☆☆

بشیر بھدرواہی

قدیم مملکتِ بھدرواہ کا فقیدُ المثال تمدّنی ورثہ

دراصل زمانۂ حال کا خطّۂ ڈوڈہ یعنی وادیٔ چناب قدیم زمانے میں بشمول علاقۂ ڈنگ، بٹل، دو آزاد اور خود مختار ریاستوں پر مشتمل تھا۔ جس میں ایک ریاستِ کشتواڑ تھی جو مڑواہ، واڑون، دچھن، کانتواڑہ، سرتھل، زانسکار اور بونجواہ کے علاوہ ڈوڈہ، سراج اور بانہال پر مشتمل تھی۔ دوسری قدیم ریاست ''بھدرواہ'' یا ''بھدروکاس'' کے خطے پر محیط تھی جس میں موجودہ تحصیلِ بھدرواہ، موجودہ تحصیلِ گندو (بھلیس) موجودہ ٹھاٹھری اور موجودہ تحصیلِ ڈوڈہ کے کھسال، گالیاں اور رگن کے علاوہ موجودہ تحصیل رام بن اور بنوٹ کے علاقے شامل تھے۔ ۱۹۸۱ء میں بھدرواہ تحصیل تین تحصیلوں میں تقسیم کی گئی اور یہ قدیم مملکت جو کبھی کاہل جگاسر) بھلیس کی حدِ انتہا) سے علاقۂ مرمت تک پھیلی ہوئی تھی، سکڑ کر ''بھدرواہ سے بھالا'' اور تھنالہ اور چنستہ سے رُنتا تک محدود ہوکر رہ گئی ہے۔

''قدیم مملکت بھدرواہ'' ایک پہاڑی اور دور افتادہ ریاست ہونے کی وجہ سے جموں اور کانگڑہ جیسی ہمالیائی ریاستوں میں زمانۂ قدیم سے ہی ایک مُنفرد اور الگ

شناخت رکھتی تھی۔ برف پوش پہاڑوں اور یخ بستہ ان وادیوں کے پہاڑی اور نشیبی سلسلے سطحِ سمندر سے بالترتیب ۱۲۰۰۰ فٹ اور ۱۵۰۰۰ فٹ تک کی بلندیوں کے درمیان واقع ہیں۔ ان وادیوں کے حیوانات، نباتات، قدرتی مناظر، خاموش، جداگانہ اور دلفریب فضائیں، پُرسکون سیر گاہیں اور چراگاہیں ان میں قسم قسم کے جنگلی جانور اور نغمہ ریز چرند و پرند، برف پوش پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ٹھنڈے اور شفاف پانی کی جھیلیں (جو کئی کئی ماہ تک یخ بستہ رہتی ہیں) گھنے جنگلوں کے دلپذیر اور قدرتی سلسلے، صاف وشفاف ندی نالے اور چشمے اور خوشنما خودرو اور رنگا رنگ صحرائی پھولوں کے حسین و جمیل چمن زار، اور بیش قیمت جڑی بوٹیوں سے بھرے پڑے کوہسار اور نشیبی حصوں میں دھان کے لہلاتے ہوئے سرسبز وشاداب کھیت اور ان کو سیراب کرنے والی لاتعداد بل کھاتی ہوئی نہریں اور پگڈنڈیاں، موسموں کا معجزانہ تغیر کسی بھی سیاح یا آنے والے صاحبِ نظر کو دعوتِ نظّارہ دیکھ کر اپنی طرف کھینچ کر حیرت، تحیّر اور شادمانی کے سمندر میں غوطہ زن کر دیتے ہیں۔ وادیوں کی کھوکھ میں چُھپے ہوئے معدنیات کے خزانے، چٹانوں اور پتھروں کی متعدّد قسمیں، قدرت کی بخشی ہوئی انوکھی قسم کی رعنائیاں، ماہرینِ ارضیات، ماہرینِ نباتات اور جغرافیہ دانوں اور حسنِ فطرت کے شیدائیوں کے علاوہ سیّاحوں کو ہمیشہ سے ہی اپنی طرف کھینچتی آئی ہیں۔ یہ وادیاں واقعی اُن ماہرین کے لئے عجائب گھروں کے مُترادف رہی ہیں۔

بھدرواہ کی حسین وادی ہمیشہ بیرونی سیّاحوں انگریز پادریوں، تذکرہ نگاروں اور چند ایک معروف مؤرخین کے لئے اپنے فطری حُسن و جمال اور قدیم تہذیبی، ثقافتی

اور تاریخی ورثے کی رنگا رنگی کی وجہ سے دلچسپی کا باعث رہی ہے۔ اس کی سیاحت کرنے اور اس کے کچھ کچھ سیاسی جغرافیائی، تمدّنی اور اقتصادی حالات لکھنے کا شرف جن اصحاب کو حاصل ہوا ہے ان میں تاریخِ کشمیر کے ایک عظیم مؤرخ پنڈت کلہن، مشہور انگریز سیّاح جی، ٹی وائن، یورپی نژاد سیّاح فریڈرک ڈریو، ریاست چمبہ کے دو انگریز پادری ووگل اور ہیچی سن، یورپی تذکرہ نگار چارلس ایلی سن بیٹس اور کچھ ریاستی اور مقامی مؤرخین اور تذکرہ نگار شامل ہیں جن میں عشرت کشتواڑی، ڈاکٹر پریتم کرشن کول، پروفیسر ٹھاکر، اُودھے چند، ٹیک چند کوتوال، اسیر کشتواڑی، دونی چند شرما، موہن لال آش، محمد اقبال سرتاجؔ، غلام رسول چوگانی، راقم الحروف بشیر بھدرواہیؔ قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ دیوان نرسنگداس نرگس، جی این گنہار سنگھ دیو چاڑک اور کاہن سنگھ بلوریہ کے علاوہ ناصر فریدیؔ اور مولوی حشمت اللہ خان لکھنوی جیسے مؤرخین نے بھی حتی المقدور تواریخ بھدرواہ کے لئے اپنی کتب میں قابلِ قدر مواد فراہم کیا۔

راقم الحروف (بشیر بھدرواہی) نے قدیم اور عظیم مملکت بھدرواہ کے مختلف علاقوں کی منفرد ارضیاتی، تواریخی، سیاسی، ادبی، سماجی، سیاحتی، تعلیمی، موسمی، پیداواری، نباتاتی، معدنیاتی، قانون سازی اور عسکری وارداتوں جیسے اہم گوشوں کے علاوہ اس کے لاثانی ثقافتی و تمدّنی ورثے پر، کئی سال کی تحقیق کے بعد کچھ اہم نتائج اخذ کئے ہیں۔ جن کی ذیلی عنوانات کے تحت شیرازہ بندی کی گئی ہے۔

اس مضمون کے عنوان کے تحت سر دست اس کے ایک بہت اہم اور فقید المثال ثقافتی اور تمدّنی ورثے کے مختلف پہلوؤں پر بڑے اختصار سے ''پہلی قسط'' کے

طور پر روشنی ڈالی جائے گی۔ کیونکہ یہ مضمون اتنے تواریخی گوشوں کا احاطہ کرنے کا متحمل نہیں جس کا اندازہ قارئین کو ذیلی عنوانات کی اتنی بڑی تعداد سے ہی لگ سکتا ہے۔

(۱) رہن سہن :- اس میں بھدرواہ کے لوگ، ان کی ظاہری شکل وصورت اور باطنی سیرت، ان کے تہذیبی اور معاشرتی اوصاف، جذبۂ یک جہتی، سماجی اور سیاسی شعور، مختلف ثقافتی تقاریب یعنی میلوں، موسمی تہواروں اور تفریحی مشاغل میں دلچسپی، ان کی ذہنی صلاحیتیں وغیرہ۔ لوگوں کے پیشے، گھریلو دستکاریاں اور نجی کاروبار، مذاہب، فرقے اور ذاتیں، دیگر قبائل، ان کے رہن سہن کے اچھوتے سٹائل، سماجی دھندے، زیورات، لباس، خوراک۔ عام بھدرواہی لوگوں کا لباس وغیرہ۔

(۲) راجواڑہ کے قدیم رسم ورواج، شادی بیاہ کی تقریبات (مختلف قوموں اور فرقوں کے حوالے سے) بچے کی پیدائش پر مختلف اور منفرد رسم ورواج، عقائد، بچے کا ختنہ، رسم جنیو، اموات سے جُڑی رسومات، برتن، لوک عقائد اور توہم پرستی، ناگوں کے بارے میں عقائد، شادی بیاہ سے جُڑے عقائد، مہمان نوازی، سفر پر جانے سے متعلق عقائد اور توہّماتی رسمیں۔

(۳) مملکتِ بھدرواہ کے ثقافتی، معاشرتی اور مذہبی رنگ، میلے، تہوار، لوک ناچ، تیرتھ اور یاترائیں۔

(ا) میلے: میلہ پٹ اور اس کا تواریخی پسِ منظر، میلہ سُبھار دھار، میلہ بھیجہ جاگرم، رہو شری میلہ۔

(ب) تہوار:- تہوار کنچوتھ، دھرم دیوس، مکر سنکراتی۔

(پ)لوک ناچ: ڈھکوناچ، ڈھولک ناچ، گھورائی ناچ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

(ت)یاترائیں اور قدیم تیرتھ استھان: -کیلاش یاترا اور اس کا تاریخی پسِ منظر۔سونہ بائیں کی یاترا، چھوٹی منی مہیش کی یاترا۔

(۴)فنونِ لطیفہ یا فائن آرٹس: فنِ سنگتراشی اور مُجسّمہ سازی، فنِ مصوّری اور پینٹنگ، فنِ تعمیر، فنِ موسیقی۔

(۵)شعروادب: -لسانی منظرنامہ۔بھدرواہی زبان، بھدرواہی زبان کا تخلیقی ادب، بھدرواہی زبان کا تحقیقی ادب، اردو زبان و ادب، اردو کا شعری ادب اور معروف شعراء، اردو کا نثری ادب اور مشہور نثر نگار۔ فارسی زبان و ادب، کشمیری زبان میں شعری، نثری اور تحقیقی ادب، ہندی زبان اور ادب، پنجابی زبان وادب، گوجری زبان و ادب، ڈوگری زبان وادب، فنِ خطّاطی وخوشنویسی۔اردو صحافت اور اخبار نویسی، کالج میگزین، سکول میگزین، اردو افسانہ نگاری۔

(۶)قلعہ بھدرواہ تاریخی ورثہ: -قلعہ بھدرواہ کا تاریخی پسِ منظر۔ بھدرواہ سے قیدیوں کی منتقلی اور قلعہ کی تجدید کاری۔بھدرواہ کے دیگر قدیم قلعے۔

(۷)مملکت بھدرواہ کی مساجد اور منادر: بھدرواہ کا ناگ کلچر، مملکت کی مشہور و معروف زیارت گاہیں۔

(۸)بھدرواہ......ترقی کے چند اور زینے

مملکت بھدرواہ میں تعلیمی پیش رفت (۱) ڈوگرہ دورِ حکومت میں (۲) عوامی دور میں۔

(۹) بجلی کی پیدوار(۱) پاور ہاؤس سرتنگل بھدرواہ۔(۲) نئے منصوبے۔

(۱۰) ریاست جموں وکشمیر میں قانون ساز اداروں کا ارتقاء اوران میں بھدرواہ اور بھلیس وغیرہ علاقوں کی نمائندگی۔

اس مقالے کے متعدّد ذیلی عنوانات کی تعداد صحافت، جسامت وسعت اور نیرنگی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم سردست پہلی قسط کے طور پر ''مملکتِ بھدرواہ کے ثقافتی، معاشرتی اور مذہبی رنگ'' کے پہلوؤں پر ہی اظہار خیال کریں گے۔ جس میں یہاں کے میلے، تہوار، لوک ناچ، تیرتھ اور یاتراؤں وغیرہ کا خلاصہ پیش کیا جائے گا۔ جس سے تمام شمالی ہمالیائی ریاستوں میں اس کے تمدّنی ورثے کی جداگانہ اور منفرد حیثیت کسی حدتک واضح ہوجائے گی۔ مقالے سے جُڑے ہوئے باقی ماندہ اجزاء اور حصوں کو ان شاءاللہ بالترّتیب مختلف اقساط میں تحریر کرکے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی جس سے اس قدیم مملکت کے تمدّنی ورثے کی مکمل تصویر اُبھر کر سامنے آجائے گی۔ جو تاریخ وثقافت سے وابستگی رکھنے والی آئندہ نسلوں اور محققین کے لئے مُفید اوردلچسپی کا باعث ہوگی۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جہاں ہماری تاریخ زیادہ تر بادشاہوں، راجوں، مہاراجوں، نوجوانوں کی عیاشی کی داستانوں اورعوام پر ڈھائے گئے مظالم اور مصائب کے لرزہ خیز قصّوں اور کہانیوں کی عکاسی کرتی ہے تو وہیں ہمارے تمدّنی اورتہذیبی وراثت سے جُڑے ہوئے اجزاء اور بیشتر پہلو اورانسانی جذبے، اس علاقے کی آبادی کے بڑے حصے کو مختلف تہواروں، میلوں، یاتراؤں، تیرتھوں، درگاہوں، زیارتوں کے علاوہ لوک گانوں، لوک کہانیوں کی تقریبات سے

لطف اندازکر کے خوشیوں اور مسرّ توں، قلبی سکون اور روحانی آسودگی سے ہمکنار کرتے ہیں جس سے آپسی بھائی چارے اور آپسی پیار ومحبت کے فطری جذبات اُستوار ہونے میں مدد ملتی ہے۔

راجواڑہ شاہی بھدرواہ کے لوگ......ایک تعارف:

قدیم مملکتِ بھدرواہ جہاں اپنی خوبصورتی اور قدرتی حُسن کے اعتبار سے یکتائے روزگار ہے اور صنّاعِ ازل کے حُسنِ صنعت گری کا نہایت ہی حسین وجمیل مرقّع ہے۔اس پیکرِ جمیل کے باشندے ''کاہل جُگاساز'' بھلیس سے مرمت علاقے کی سرحدی اونچائیوں تک اپنی ظاہری شکل وصورت اور باطنی سیرت، خلوص ومحبت اور سادہ لوحی کے لحاظ سے بھی حسین تر ہے۔ بھدرواہ کے لوگ نہایت ہی مہذّب، شائستہ، خوش مزاج، خوش اخلاق، ذہن وفطین، دوراندیش، مہمان نواز، انسان دوست، شریف الطبع، وعدے کے پکے اور جذبۂ رواداری سے سرشار ہیں۔ وہ خداترسی اور مذہبی قسم کے لوگ ہیں۔ان کی سادگی اور ایثارشعاری ریاست بھر میں مشہور ہے۔

وہ زمانۂ قدیم سے ہی بڑی آزمائشوں کے وقت اپنی مملکت کی حفاظت کرنے اور حملہ آوروں کو شکستِ فاش دینے میں بڑی بہادری، حُبّ الوطنی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے آئے ہیں۔ بقولِ چارلس ایلی سن بیٹس ''اس پہاڑی علاقہ کے لوگ عام طور پر اعلیٰ نسل سے تعلّق رکھتے ہیں جو کردار کے لحاظ سے اپنی سادہ لوحی اور خوش مزاجی کے طفیل بہت ہی اونچے معیار کے لوگ ہیں۔

(بحوالہ گزٹیر آف کشمیر)

بھدرواہی لوگوں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ''محنت ومشقت میں آبرومندی'' کے سُنہرے اصول کے کاربند رہتے ہیں۔اور ہر قسم کا کام کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں'' اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہاں کا ہر شخص خواہ وہ کتنا ہی پڑھا لکھا ہو، کتنے ہی بڑے عہدے پر فائز ہو یا رہا ہو وہ ہمیشہ ہل بیل اور کُدال لے کر اپنے کھیت کھلیان میں کام کرتے ہوئے نظر آئے گا۔اس لحاظ سے وہ خود اعتمادی اور خودداری کے جذبے سے سرشار ہیں۔ یہاں کی خواتین بھی مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں اور کام کرنے میں خوش رہتی ہیں۔ان کی دوسری صفت جو نہایت ہی قابلِ ستائش ہے، یہ ہے کہ وہ ناخواندگی کے سخت خلاف ہیں۔وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلانے میں کوئی کوتاہی نہیں برتتے ہیں۔ یہاں کی خواتین کی شرح خواندگی ریاست ضلع ڈوڈہ (غیر منقسم) کے شرح تناسب سب زیادہ ہے۔وہ لوگ فرقہ پرستی کے خلاف نبرد آزمارہے ہیں۔ کچھ بیرونی فرقہ پرست لوگوں نے ۱۹۴۷ء کے دوران یہاں کے بھائی چارے کو زخ پہنچانے کی بڑی کوشش کی تاہم یہاں کے بزرگوں نے حالات کو جلد ہی قابو میں لاکر قدیم بھائی چارہ، یکجہتی اور باہمی اعتماد کے جذبے کو بحال کیا۔ یہاں کے لوگ پوری مملکت بھدرواہ کی ترقی اور لوگوں کے فلاح وبہبود کے لئے بلا لحاظ مذہب وملت یا کسی سیاسی نظریئے کے، ایک جُٹ ہو کر کوشاں رہتے ہیں۔ان میں سیاسی سوجھ بوجھ بدرجہ اَم موجود ہے۔ملکی اور ریاستی سیاست میں ان کا رول قابلِ ستائش رہا ہے۔

یہاں کے لوگ (خصوصاً ہندو فرقے سے تعلق رکھنے والے) عام طور پر ناچ، نغمے کے شوقین ہیں اور سال بھر مذہبی، موسمی تہواروں، میلوں، ٹھیلوں کی رنگ برنگی

تقاریب میں شرکت کرتے ہیں۔ عام بچوں میں کھیل کود اور دوسری جسمانی سرگرمیوں میں شریک ہونے کا بڑا جذبہ پایا جاتا ہے۔ لوگ تفریحی مشاغل میں حصہ لینے کے بڑے شوقین ہیں اور دنگل اور کُشتی دیکھنے اور سیر سپاٹے کے دلدادہ ہیں۔ سب لوگ حفظانِ صحت کے اصولوں کے کاربند رہتے ہیں۔ قدرت نے انہیں خوب صورتی اور خوب سیرتی کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اور مختلف قسم کی ذہنی صلاحیتوں سے بھی۔ یہاں کے سبھی باشندے اچھی خوراک کھانا پسند کرتے ہیں۔

(قسط:۱)

بھدرواہ کے مشہور معاشرتی اور مذہبی رنگ:

میلے، تہوار، لوک ناچ،، تیرتھ یاترائیں:- بھدرواہ کا عظیم وقدیم راجواڑہ دیگر ہمالیائی ریاستوں اور راجواڑوں کی بہ نسبت قدیم زمانے سے ہی اپنے مقامی میلوں، تہواروں اور لوک ناچوں اور گیتوں کی دلکشی، رنگا رنگی اور ان کی منفرد شناخت اور حیثیت اور ان کی آج تک برقراری کے لئے مشہور زمانہ رہا ہے۔ یہ میلے، تہوار اور ناچ وغیرہ اپنی تفریحی خوبیوں کے حامل ہونے کے علاوہ موسموں کے تغیّر و تبدُل کے مطابق مقامی طور پر سماجی اور مذہبی رسومات کے مربوط اور منصوبہ بند سِلسلوں سے جُڑے ہوئے ہیں۔ ساز وسنگیت کی مقامی دھنوں ور ڈھول ڈھمکّے کے مسحور کن آوازوں اور مخصوص قسم کے بجائے جانے والے آلاتِ موسیقی کی عنّایت بھری خوش کُن سُروں سے ہر موسم میں ایک نیا اور دلپذیر ماحول بندھ جاتا ہے جو نہایت ہی فرحت بخش اور روح پرور ہوتا ہے۔ اس پر طرّہ یہ کہ نئی اور رنگ برنگی پوشاکوں میں ملبوس نئے بیاہتا

جوڑے، مرد و خواتین اور بچے مقررہ تاریخوں پر اپنے اعزاء اقربا سے ملنے اور اُن کو بدھائی (مبارک باد) دینے کے ساتھ ساتھ وہاں کی یاتر اجسے مقامی زبان میں ''جاٹلا'' کا نام دیا گیا ہے، میں شریک ہونے کے لئے ایک قریہ سے دوسرے قریہ اور ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف قطار در قطار کوچ کرتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مملکتِ قدیم کے ہر گاؤں اور قصبے میں ایک نیا تہذیبی انقلاب رونما ہوا۔ یہاں کے لوک گیتوں اور لوک ناچوں میں آپسی بھائی چارے، پیار و محبت اور دیش بھگتی کے پیغام کا بھرپور مظاہرہ ہوتا ہے۔ ان ہی منفرد نیرنگیوں کی وجہ سے بھدرواہ کو ''میلوں اور تہواروں کی بہشت'' کہا گیا ہے۔

''کڈ'' کے نام سے موسوم یہ تہوار اور میلے سال بھر منائے جاتے ہیں۔ ماہِ اگست کے اواخر پر کچھ یاتراؤں کا موسم ایک سلسلہ وار اور مرحلہ وار طریقے سے شروع ہو کر کئی ماہ تک جاری رہتا ہے۔ ان کو کسی ''ناگ دیوتا'' یا ''دیوی'' سے نسبت ہے ان کی عقیدتمندی کے طور پر یا کسی بزرگ کے دلیرانہ کارنامے کو یاد کرنے یا کسی سماجی تقریب یا خوشی مسرّت کے موقع پر بڑی گرمجوشی اور دھوم دھام سے منعقد کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بہت سے تہوار رات کے وقت منائے جاتے ہیں۔ ان تہواروں اور میلوں کی بدولت لوگوں کی فطری ماحول کے ساتھ وابستگی موسمی بدلاؤ کے ساتھ اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

جیسا کہ پہلے ہی ذکر کیا جا چکا ہے کہ بھدرواہ اپنے پہاڑی سلسلوں، دور افتادگی اور پچھڑے پن اور باقی علاقوں سے سڑکوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے بیسویں صدی کی پانچویں دہائی تک ملک کے باقی حصوں سے الگ تھلگ ہی رہا تاہم وادئ

کشمیراور کچھ قریبی ریاستوں سے ہجرت وغیرہ کے دوران ساتھ لائے ہوئے کچھ سماجی اور مذہبی عقائداورلوک ادب یالوک ناچ وغیرہ پرکسی دوسری تہذیب کے اثرات زیادہ حد تک نہ پڑ سکے۔ اور ان ثقافتی دھاراؤں میں ان کی اپنی انفرادیت آج تک برقراررہی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہاں کے تقریباً سب میلےاورتہوار عام طور پر''نا گ دیوتاؤں'' کی عقیدت کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں۔لوک ناچوں اورلوک گیتوں میں بھی یہ اعتقاد جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ان میلوں وغیرہ کی اپنی سادگی ، رنگارنگی ، دلکشی اور یہاں کے مخصوص اور مقامی تخلیقی عمل نے انہیں ایک پہچان عطا کی ہے۔جس کا مقابلہ یا موازنہ کسی دوسری جگہ کے پہاڑی تہواروں،میلوں،لوک ناچوں یالوک گیتوں کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔یہی وجہ ہے کہ ان کے معاصرانہ اثر سے ہر دل مسروراور محظوظ ہوا جاتا ہے۔ یہ مشہور میلے یا تہوار سبھار دھار واسک ڈیرہ، گاٹھ مٹھولہ،ملوٹھی،ظروُن، جوڑہ ، رینکھا،فتھلہ،چیکہ،بھیجہ (بھلیس) گوالو(بھلیس) چیکو،پھکسُو ، (ٹھاٹھری) ناندنہ (ٹھاٹھری)اورکھڑانگل (بھلیس) میں منعقد کئے جاتے ہیں۔

میلہ پٹ:-بھدرواہ کے میلوں میں سب سے امتیازی اوراعلیٰ مقام صدیوں سے منعقد کئے جانے والے میلے موسوم بہ''میلہ پٹ'' کو حاصل رہا ہے۔ بھدرواہ کے کھکھل محلّہ میں واقع ایک وسیع میدان میں ایک وقت پال راجوں کے شاندار محل ہوا کرتے تھے۔ یہ میلہ ہرسال ناگ پنچمی کے دن یہاں منعقد کیا جاتا ہے جو مسلسل تین دن تک جاری رہتا ہے،''کیلاش یاترا'' کے دس پندرہ دن کے بعد یہ میلہ بڑے دھوم

دھام سے منایا جاتا ہے۔ جو عام طور پر اگست یا ستمبر کے مہینوں کے دوران منعقد ہوتا ہے۔ واسک ناگ کی نسبت سے اس جگہ کو ''واسک ڈیرہ'' کہا جاتا ہے۔ ان تینوں دنوں میں یہاں پر لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہوتا ہے۔ اس تہوار میں لوگ بلالحاظِ مذہب شریک ہوتے ہیں (کچھ واسک ناگ کی عقیدت سے اور کچھ تفریح کے طور پر) ہندو مرد، عورتیں اور بچے رنگ برنگ لباسوں میں ملبوس ہوکر میلے میں شامل ہوکر لُطف اندوز ہوتے ہیں۔ بھدرواہ، بھلیس اور دراب پرگنوں کے لوگ میلے میں ایک ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ میلہ ہر روز ۴ بجے شروع ہوتا ہے اور سورج غروب ہونے پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

ایک صحت منداور طاقتور شخص کے سر پر ریشمی کپڑے کا ''پٹ'' اور جھاسی ایک تنگ گردن والا تانبے کا برتن) کے ساتھ مخروطی شکل کے وزان دار سر پوش کے ارد گرد سینکڑوں قسم کے رنگ برنگ کپڑوں کے ٹکڑوں سے مزیّن کر کے رکھا جاتا ہے۔ یہ شخص لوگوں کے گھیرے میں ناچ کے کچھ پھیرے لگاتا ہے۔ اس مخصوص آدمی کو ''پٹ'' کے ساتھ راج گُرو کے گھر سے موسیقاروں کے جلوس میں کھکھل کے میدان میں لایا جاتا ہے۔ ناچ کے کچھ پھیرے لگانے کے بعد اُسے دم لینے اور تھوڑا سا آرام کرنے کے لئے ایک مخصوص اشارے کے ذریعہ روکا جاتا ہے اور کوئی دوسرا آدمی یا بہت سے آدمی اُس پٹ کو اُوپر اُٹھا لیتے ہیں۔ تھوڑے سے آرام کے بعد وہ آدمی پھر ''پٹ'' کو اُٹھاتا ہے اور چکر دینا شروع کرتا ہے۔ پٹ کے یہ رنگین چکر اور گھیرے میلے کے اختتام تک جاری رہتے ہیں۔ اس دوران ''ناگ دیوتا کی جے'' اور سچے دربار کی جے کے نعرے

بلند کئے جاتے ہیں اور دیوتا کی تعریف میں کچھ مقامی گیت بھی گائے جاتے ہیں اور لوگ پھولوں کی پتیاں پٹ پر ڈالتے رہتے ہیں۔اس ناچ میں کام کرنے والے شخص کو چیلا کہا جاتا ہے۔ بھدرواہ یا چمبہ کے راجاؤں یا ڈوگرہ راج کے دوران اس میلے کو مقامی انتظامیہ سرکاری طور پر مناتی تھی اور سبھی اخراجات بھی سرکار ہی ادا کرتی تھی لیکن ۱۹۷۲ء کے بعد یہ میلہ مقامی لوگوں کے عطیّات سے جمع کی ہوئی رقم سے ہی منعقد ہوتا ہے اور میلے کے دوران بھدرواہ کے سرکاری اور تعلیمی اداروں میں دو دن تک تعطیل رہتی ہے۔

''پٹ میلے کا'' تاریخی پسِ منظر:

قرونِ وسطیٰ سے چلے آرہے اس میلے کی شروعات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شہنشاہِ اکبر (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵) کے زمانے میں بھدرواہ پر راجہ ناگ پال دوم راج کرتا تھا۔اس نے بھڈو، بسوہلی، چمبہ اور کشتواڑ جیسی ہمسایہ ریاستوں کے ساتھ جنگ کر کے اپنی ریاست کو بڑی وسعت دی تھی۔

سولہویں صدی کے دوران ہی اکبرِ اعظم نے ملک کے بیشتر حصوں کے مطیع اور باج گزار راجوں کو دہلی میں منعقد کئے گئے ایک بڑے اجلاس میں شامل ہونے کی دعوت دی۔مروّجہ رسم کے برخلاف دربار میں پہنچ کر بھدرواہ کے راجہ ناگ پال دوم نے شہنشاہِ اکبر کے سامنے باقی راجوں کی طرح سر جھکانے کے بجائے صرف آداب بجا لائے اور واپس اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ یہ ناروا برتاؤ دیکھ کر اکبر بھپر سا گیا مگر وزیروں کے مشورے سے راجہ کے خلاف کوئی تادیبی کاروائی نہیں کی تاہم اُسے

دوسرے دن دوبارہ، دربار میں حاضر ہونے کے لئے کہا۔ دوسری طرف دربار میں فیصلہ لیا گیا کہ ناگ ہال دربار میں داخل ہوتے وقت ایک ملحقہ کھڑکی میں سے گزرے تا کہ اُسے خود بخود سر جھکانا پڑے۔ دوسرے دن راجہ نے کھڑکی میں سے سر نکالنے کے بجائے اپنی ٹانگیں اندر ڈال دیں اور پھر سیدھے طور پر اپنے جسم کا باقی حصہ گزارا۔ اس پر شہنشاہ اکبر کا جلال اپنے عروّج پر آ گیا۔ اس سے پہلے کہ اکبر راجہ کے خلاف تعزیزی کاروائی کرنے کا حکم دیتا۔ راجہ کی پگڑی سے ایک پھندار سانپ نمودار ہوا پھر پانچ پھنوں والا سانپ پگڑی سے ظاہر ہوا۔ اکبر نے راجہ ناگپال سے پوچھا کہ اُس نے بادشاہ کے آگے سر کیوں نہیں جُھکایا تو اُس نے جواب میں کہا کہ ''کیونکہ وہ ناگ راج واسک دیوتا کا عقیدت مند ہے۔ اس لئے وہ صرف اُسی کے آگے سر جُھکاتا ہے''۔ اس پر بادشاہ نے ناگ پال کے نہ صرف خراج کو معاف کر دیا بلکہ شاہی خزانے سے اُسے بڑے انعام واکرام سے نوازا گیا۔ جس میں سونے اور چاندی کے زیورات، برتن، زربِف اور کمخواب، ریشمی پارچہ جات سُنہرے چھاتے اور موسیقی کے آلات شامل تھے۔ ناگ پال نے واپسی پر یہ سارے انعامات اپنے کل دیوتا باسک ناگ کی نذر کر دیئے جو آج تک شاہی محل میں موجود ہیں۔ ناگپال کی اس فتح کو ہر سال میلہ پٹ و ریشمی کپڑوں کے میلے کے طور پر منایا جاتا ہے۔

میلہ سُبھار دھار:

سُبھار دھار بھدرواہ کی خوبصورت ترین اور سرسبز و شاداب چراگاہوں میں سے ایک ہے۔ علاقہ چنتہ کے جنوب میں گھنے جنگلات کے ایک اونچے مقام پر واقع

اس دھار میں شیش ناگ کا ایک قدیم مندر ہے۔ جہاں شیش ناگ کے تئیں عقیدت کے اظہار کے لئے بڑے جوش وخروش کے ساتھ ہزاروں یاتری ڈوڈہ، چلر اہلہ ، بھدرواہ اور کئی دوسرے علاقوں سے آ کر بیساکھی سے ایک دن پہلے یعنی ۲۹ چیت بکرمی کو ہر سال جمع ہوتے ہیں اوراس میلے میں شرکت کرتے ہوئے موسمِ بہار کو بھی خوش آمدید کہتے ہیں۔ بہت اونچائی پر واقع ہونے کی وجہ سے یہ مندر سردیوں کے مہینوں میں بند رہتا ہے۔لیکن مذکورہ تاریخ پر اس کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جب کہ واسک ناگ مندر بھدرواہ اور گاٹھ کے دروازے یکم اور دو بیساکھ کے روز کھولے جاتے ہیں۔

سبھار دھار کے اس میلے کے دوران دو تین دن تک شیش ناگ کی پوجا ہوتی ہے اور بھجن گائے جاتے ہیں۔ دراصل یہ بھدرواہ میں کُڈ یعنی تہواروں کا شروعاتی سلسلہ ہے۔شیش ناگ کے حوالے سے مقامی لوگ، لوک گیت بھی گاتے ہیں۔اس دھار کے متّصل ہی ایک دوسری چراگاہ ''ریوشری'' کہلاتی ہے۔

رہوشرا میلہ:

سبھار دھار کے قریب ہی رہُوشرا دھار واقع ہے۔ جہاں پر ''شیش ماتا'' کا مندر واقع ہے۔ یہاں بھی ہر سال آٹھویں نوراتیرا کو ایک بڑا میلہ لگتا ہے۔جس میں علاقہ چمبہ اور علاقہ چراہلہ کے لوگ جوش خروش کے ساتھ شمولیت کرتے ہیں۔اس یاترا کا زیادہ تر کنٹرول علاقہ چراہلہ کے پُجاری کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔تاہم سبھار دھار کے یاتری بھی اس شیش ماتا کے مندر میں جا کر پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ مذکورہ میلوں کے علاوہ دو قدیم تہوار زمانۂ قدیم سے بھدرواہ اور ضلع ڈوڈہ کے کچھ حصوں میں منائے

جاتے ہیں۔ان تہواروں کو''دھرم دیوس''اور''کنچوتھ''کے نام دیئے گئے ہیں۔

کنچوتھ:

یہ خواتین کا تہوار ہے، جو وہ اپنے خاوند یا ہونیوالے جیون ساتھی کی خوشحالی، صحت اور کامیاب ازدواجی زندگی کے لئے مناتی ہیں۔ یہ تقریب بکرمی سال کے ماگھ مہینے میں جو عموماً جنوری کے آخر پر آتا ہے، منائی جاتی ہے۔اس روز خواتین برت رکھتی ہیں۔ جو نصف دن تک جاری رہتا ہے۔اس کے بعد خوش گپیوں اور مذاق کے دوران خوب قہقہے لگائے جاتے ہیں اور خواتین اجتماعی طور پر ناچتی اور گھورائی ناچ کی طرح ایک دوسری کے پیر چھوتی ہیں اور ایک دوسری کی کامیاب ازدواجی کی خواہش کا اظہار کرتی ہیں۔ مرد لوگ عموماً یہ رات اپنی بیوی بچوں میں ہی بسر کرتے ہیں خواہ انہیں کتنی ہی دوری سے اپنے گھر لوٹنا پڑے۔

دھرم دیوس:

دھرم دیوس کے معنی''زمین کی پوجا''بتایا گیا ہے۔ یہ بھی رنگارنگ قسم کا تہوار ہے جو ہر سال ماہِ چیت بکرمی کی یکم تاریخ کو منایا جاتا ہے جب کہ موسمِ بہار اپنے جوبن پر ہوتا ہے۔ دراصل اس دن آنے والے سال کی''ہل بانی''شروع ہوتی ہے۔ جب کہ موسمِ سرما اختتام پذیر ہوتا ہے۔ کسان اور زمیندار اپنے ہلوں اور زمین کی پوجا کرتے ہیں۔اور اپنے بیلوں کے جوڑے کی بھی۔

مکر سنکرانتی کا تہوار:

دھرم دیوس سے پہلے اور لوہڑی کے دوسرے دن یعنی بکرمی سمت کے یکم ماگھ کو

اس علاقہ میں بڑی اہمیت کا حامل ایک اور تہوار ''سنکراتی'' شروع ہوتا ہے۔ یہ تہوار شمالی بھارت کے مختلف مقامات پر بھی منایا جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ تہوار بھی اُن راجپوت خاندانوں کے لوگوں کے ساتھ بھدرواہ پہنچا جو پنجاب وغیرہ علاقوں سے آ کر یہاں آباد ہوئے تھے۔

ان سب تہواروں کے دوران، پہاڑی، جمبیائی، پنجابی اور بھدرواہی لوگ گیت گائے جاتے ہیں لیکن موسموں اور تہواروں کی مناسبت سے ہی مختلف سازوں پر انہیں پیش کیا جاتا ہے۔

علاقہ بھلیس کا ایک قدیم میلہ......بھیجہ جاگرا:

''موضع بھیجہ'' علاقہ بھلیس کا ایک چھوٹا سا گاؤں علاقہ جطوطہ میں واقع ہے۔ اس گاؤں میں آٹھویں شرادھ کی تتھی کو رات کے وقت ایک مشہور میلہ لگتا ہے جو پراچین کال (زمانۂ قدیم) سے ''بھیجہ جاگرا'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس میلے کو بھلُون بیرو دیوتا کا جاگرا بھی کہتے ہیں۔ چوہان کنبے کے لوگ اس میلے کو اپنے مکان کی چھت پر منعقد کرتے ہیں۔ چھت پر نئی مٹی ڈالی جاتی ہے اور پھر اس مٹی کے ڈھیر کے بیچ میں ایک سلاخ گاڑھ دی جاتی ہے اور اس کے چاروں طرف مہرو کی لکڑی کا ڈھیر بنا کر اُس میں آگ لگا دی جاتی ہے۔ ایک ''چیلا'' گرانی دیتا ہے اور آگ کے جاگرے کے گرد چکر لگاتا ہے۔ گرانی ختم ہو جانے کے بعد ڈھکو ناچ شروع ہوتا ہے، لوگ خوب ناچتے ہیں اور ساتھ ساتھ سریلی آوازوں اور ساز سنگیت میں لوک گیت گاتے ہیں۔ بالآخر چیلا آگ کے شعلوں کو چیرتے ہوئے آگے نکل جاتا ہے۔ رات بھر کے ناچ

نغمے کے بعد یہ میلا اختتام پذیر ہو جاتا ہے اور صبح کے وقت لوگ اپنے گھروں کی طرف لوٹنے لگ جاتے ہیں۔

بھدرواہ کے مشہور لوک ناچ

ڈھکو ناچ:- یہ بھدرواہ کا سب سے بڑا، بہت اہم اور منفرد ناچ ہے جس سے یہاں کے لوگوں کی یک بڑی تعداد لطف اندوز ہوتی ہے۔ مخصوص پوشاکوں میں ملبوس بہت سے لوگ اکٹھے طور پر ایک خاص اور انوکھے انداز میں ایک دائرے یا ایک سے زیادہ دائروں میں ایک منصوبہ بند طریقے کے تحت اپنے جسموں کو آگے اور پیچھے کی طرف بل دیتے ہوئے ڈھول اور دیگر آلاتِ موسیقی کی سروں پر اور دھنوں میں قدموں کی تال اور ہاتھوں کی حرکت کے ساتھ بڑے دلکش اور موزوں لوک گیت کے بول گا گا کر ناچتے ہیں۔ یہ ناچ تین مراحل میں پورا کیا جاتا ہے۔ ہر مرحلے کا دورانیہ دو گھنٹے کا ہوتا ہے۔ کڈ کا یہ میلہ رات یا دن کے وقت منعقد ہوتا ہے تاہم زیادہ تر میلے رات کو ہی منائے جاتے ہیں جب کہ چاند کی روشنی میں ہونے کے علاوہ اُس دوران مشعلیں یا لیمپ جلائے جاتے ہیں۔ کڈ کا میلہ عموماً گیارہ بجے رات سے شروع ہو کر پو پھوٹنے تک لگا رہتا ہے۔ لوگوں کو جمع کرنے کے لئے پہلے ایک تال، جسے ملہار کہتے ہیں، مقامی ڈھول پر یعنی ''دھون'' پر بجایا جاتا ہے۔ پہلے مرحلے کا ناچ پانچ ماتراؤں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک تال جسے اکھواؤ ڈھکو یعنی ننگل ڈھکو پر کیا جاتا ہے، چون ۔ تے دِھن، چو، ہے۔ دوسرے مرحلے کا ناچ ''لاساتان'' یعنی تیز دوہرے تال پر کیا جاتا ہے۔ یہ دوہرا تال آٹھ ماتراؤں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس ناچ کے تیسرے مرحلے کی خصوصیت یہ ہے کہ

تال عروج پر چلا جاتا ہے اور کڈ اپنی رفتار سے سرانجام دیا جاتا ہے۔ ڈھول بجانے والے کے ساتھ دوسرا شخص ڈھول پر چمکیں (پتلی ٹہنیوں کی چھڑیاں) مارتا ہوا شامل ہوجاتا ہے۔ ناچ کی رفتار کو پورے زیر و بم تک بڑھایا جاتا ہے۔ جب کہ ناچ میں شامل لوگ محویت اور سُرور کے عالم میں کھو جاتے ہیں۔ اور تماشہ بین خوشی ومسرّت محسوس کرتے ہیں۔ ناچ کا یہ نقطۂ عروج ہوتا ہے۔ اندھیرا ختم ہوتے ہی ناچ بند ہوجاتا ہے اور کڈ اختتام پذیر ہوتے ہی لوگ گھروں کو واپس جانا شروع کر دیتے ہیں جب کہ تال اور سُر کی میٹھی آوازیں ان کے کانوں میں گونجتی رہتی ہیں۔ اس ناچ کے ضروری سامان ہیں، ڈھولک کا جوڑا، بانسریوں کا جوڑا، ذہالی (ڈسک) ایک چھوٹی گھنٹی، نرسنگا، (مُڑا ہوا سینگ) ایک کرتا (سیدھا سینگ) شامل ہیں۔ یہ ناچ اب نہ صرف اندرونِ ریاست بلکہ ملکی سطح پر ایک قومی ناچ کی سی حیثیت حاصل کرچکا ہے۔ اس ناچ میں عام طور پر درزیوں کے سلے ہوئے پٹو کے لمبے لمبے چوغے اور پاجامے، سنتری رنگ کی پگڑی اور ایک کالا اونی کمر بند وغیرہ شامل کئے جاتے ہیں۔ اس ناچ کا مظاہرہ کئی ریاستوں اور ملکی سطح پر کیا جاچکا ہے۔ ناگ دیوتا سے منسوب یہ ناچ یہاں کی ثقافتی شناخت کا ایک اہم حصہ بن گیا ہے۔

ڈھکوناچ کی دوسری قسمیں ڈھولک ناچ اور گھورائی ناچ بتائی گئی ہیں۔

ڈھولک ناچ:- بھدرواہ کے لوک ناچ کی دوسری قسم ڈھولک ناچ ہے۔ یہ ایک قسم کا کورس ناچ ہے جو اکٹھے طور پر کہیں بھی اور کسی بھی وقت کیا جاتا ہے۔ دراصل یہ بھی منفرد قسم کا ایک لوک ناچ ہے جس کا مظاہرہ بہت سے مواقع جیسے شادی بیاہ، دیگر سماجی

تقاریب، خوشی کے مواقع اور عوامی تقاریب کے دوران کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کی ایک ٹولی ایک دائرے کی شکل میں بیٹھ جاتی ہے۔ ان میں سے ایک شخص ڈھولک پر تھاپ لگاتا ہے، کوئی ہارمونیم، کوئی سارنگی اور کوئی بنسری بجاتا ہے۔ ناچنے والا شخص گھنگھرو پہنے گانا اور ناچ شروع کرتا ہے۔ اس میں بولے جانے والے لوک گیت کے بول طائفہ کے باقی ساتھی بھی ایک خاص لے اور انداز میں ہاتھ بجاتے ہوئے گاتے ہیں۔ ناچ کے کچھ چکر لگانے کے بعد ناچنے والا آہستہ آہستہ اپنے پاؤں کے پنجے پر بیٹھ جاتا ہے اور موسیقی بند کی جاتی ہے۔ اس طرح کچھ دیر کے بعد دیگر گیت کے بول گائے جاتے ہیں۔ تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد یہ رقص چلتا رہتا ہے۔ پھر لوگوں کی مانگ یا بار بار اصرار پر کوئی دوسرا کورس شروع ہو جاتا ہے۔ آخر پر ناچنے والے کو اس کے فن اور ہنر مندی کی تصدیق کے طور پر انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے۔

گھورائی ناچ:

لوک ناچ کی تیسری قسم گھورائی ناچ ہے جو صرف خواتین کے لئے مخصوص ہے۔ ڈھکو ناچ کے برعکس اس ناچ میں موسیقی کا کوئی آلہ استعمال میں نہیں جاتا بلکہ گھورائی گیت کی مخصوص دُھن پر کیا جاتا ہے۔ اس گیت کو ناچ میں شامل عورتیں گاتی ہیں۔ اس ناچ میں صرف وہ عورتیں حصہ لے سکتی ہیں جن کے خاوند حیات اور زندہ ہوں۔ دراصل یہ سہاگ ناچ ہے جو ''گوری دیوی'' کی نسبت سے ہی کیا جاتا ہے۔ عام طور پر شادی بیاہ اور خوشی کے مواقع پر عورتیں اس کا بھرپور مظاہرہ کرتی ہیں۔ اس ناچ کا اہتمام ''کنچوتھ'' جیسے اہم تہوار پر زیادہ مناسب خیال کیا جاتا ہے۔ یہ کڑوا

چوتھ تہوار سے مشابہت رکھتا ہے اور سردیوں کے تہواروں کے درمیان علاقۂ بھلیس میں پیش کیا جاتا ہے۔ خواتین تک محدود یہ ناچ سالگرہ کی تقریب سے بھی جُڑا رہتا ہے۔ اس موقع پر بھی خواتین برت رکھتی ہیں اور سورج طلوع ہونے پر نئی پوشاکوں میں ملبوس ہو کر اور اچھے زیورات زیب تن کئے ہوئے کسی ندی یا چشمے پر جا کر ''گوری دیوی'' کی پوجا کرتی ہیں۔ جسے لارڈ شیو کی رفیقۂ حیات تصوّر کیا جاتا ہے۔ اس رسم کے اختتام کے بعد وہ ایک دوسرے کے پاؤں چھوتی ہیں اور گھر چلی آتی ہیں۔ یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہتا ہے۔ شادی شدہ عورتیں، دوسری خواتین کو دعائیں دیتی ہیں جس کے جواب میں وہ بھی انہیں شادی شدہ زندگی میں خوش رہنے اور لمبی عمر پانے کی دعائیں دیتی ہیں۔ بعد ازاں یہ خواتین کسی ایک جگہ پر جمع ہو کر ناچتی ہیں اور ساتھ ساتھ تالیاں بجاتی ہیں۔ دائروں میں ناچتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر نیچے کی طرف جُھکتی ہیں اور زمین کو چھوتی ہیں۔ اس طرح دھرتی ماتا کو بھی پرنام کرتی ہیں۔ دن کے اختتام پر اچھے اچھے کھانے کھاتی ہیں اور اپنے اپنے خاوندوں کو پھولوں کے تحائف دے کر اپنے پیار کا اظہار کرتی ہیں۔ واپس وہ بھی کوئی تحفہ دے کر اُن سے پیار کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اس ناچ میں ''رانی کاندنی' کی توصیف میں گیت گائے جاتے ہیں، جس نے رعایا کی خاطر اپنی جان قربان کی تھی۔

بھدرواہ کے قدیم تیرتھ استان اور یاترائیں

بھدرواہ میں ناگ پوجا بھارت کے کچھ دیگر حصوں کی طرح قدیم زمانے سے ہی رواج پا گئی تھی جو بقولِ سُکھ دیو سنگھ چاڑک...... ''بھدرواہی لوگوں کا سب سے

اعلیٰ اور اہم مسلک رہا ہے۔اس مسلک نے ناگوں کے متعلّق کچھ پیچیدہ داستانوں اور قصوّں کو بڑی حد تک جنم دیا ہے اور غالبًا ان پہاڑی قبیلوں میں سے اس قبیلے کی برتری کے کچھ ایسے تذکروں کو بھی جو اقتدارِ زمانہ سے فراموش ہو چکے ہیں......''

یہاں کی قدیم یاتراؤں میں ''کیلاش یاترا'' اور ''سونہ بائیں'' کی یاترائیں اور تیرتھ استھان بہت اہم شمار کئے جاتے ہیں۔ ''کیلاش پربت'' اور ''سونہ بائیں'' تیرتھ استھان بھی ہیں اور یاتراؤں کے مراکز بھی۔

کیلاش یاترا:۔

علاقۂ بھدرواہ میں ''کیلاش یاترا'' قدیم ترین یاترا شمار کی جاتی ہے۔اس کی مذہبی اہمیت کے ساتھ ساتھ ایک ثقافتی دور سیاحتی اہمّیت بھی ہے۔اس یاترا میں مقامی ہندو باشندے تزک واحتشام کے ساتھ حصہ لیتے ہیں۔مقامی یاتریوں کے ساتھ ضلع کے دیگر علاقوں کے لوگ بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔کچھ لوگ سیاحتی مقاصد سے کیلاش پربت اور اس کے ملحقہ سبزہ زاروں اور خوبصورت چراگاہوں کی سیر کرنے کے لئے یہاں چلے آتے ہیں۔

کیلاش یاترا کے تاریخی پسِ منظر کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ یہ یاترا ''واسکی ناگ'' کے گرُڑ کے ہاتھوں اپنے قبیلہ کے ساتھ کشمیر سے معجزانہ طور پر بچ نکلنے اور کیلاش کُنڈ میں پناہ لینے کے بعد لارڈ شیو کی طرف واسکی ناگ کو اس کُنڈ کو اپنا مسکن بنانے کی اجازت دیئے جانے وغیرہ کے واقعات کے سلسلے میں منعقد کی جاتی ہے۔ جب کہ گرُڑ واسکی ناگ کی جان کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔واسکی ناگ یہ مان کر کہ وہ اور گرُڑ

ایک ہی باپ یعنی مہاریشی کشپ کے بیٹے ہیں، گرُڑ کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن دوسری جانب گرُڑ اس رشتے کی عظمت کو بھول کر اس کا جانی دشمن بن کر اس کا پیچھا کرتے ہوئے کیلاش کے رام کنڈ تک پہنچ چکا تھا۔شیوجی کی موجودگی کی وجہ سے واسکی ناگ نے کیلاش کنڈ میں ڈُبکی لگائی۔گرُڑ بہت دیر تک انتظار کرنے کے بعد واپس کشمیر چلا گیا۔اس کے بعد واسکی ناگ کنڈ سے نمودار ہوا۔روایت ہے کہ لارڈ شیو نے اپنے بھگت واسکی ناگ کو اپنا مسکن کیلاش حوالے کر ڈالا۔اسی واقع کی یادگار کے طور پر کیلاش یاترا کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

کیلاش یاترا ہر سال اگست کے آخری ہفتہ یا ستمبر کے پہلے کچھ دنوں میں شروع کی جاتی ہے۔جو موضع گاٹھ میں واقع واسکی ناگ مندر سے کیلاش کی طرف روانہ ہوتی ہے۔ یہاں سے یہ یاترا تقریباً ۹ر بجے صبح ڈھول کی صداؤں ، بنسریوں کی سُریلی آوازوں اور واسک ناگ کی عقیدت مندی پر مبنی نعروں اور شلوکوں کی گونج میں شروع ہوتی ہے۔یاتری پہلے چھڑی مبارک پر گُل باری کرتے ہوئے پوجا کرتے ہیں۔اور پھر جلوس کی شکل میں نگر قصبہ کی طرف کوچ کرتے ہیں۔قریب وجوار کے لوگ پھل، پھول، چاول اور عطر جیسی چیزیں لے کر چھڑی مبارک اور یاتریوں کا استقبال کرتے ہیں۔اور دوسری طرف بلاور، وغیرہ کے لوگ بھی یاتریوں کے جلوس میں شامل ہو کر کیلاش کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔راستوں میں بہت سی سماجی، مذہبی تنظیمیں اور مخیّر لوگ یاتریوں کے لئے لنگر لگا کر ان کو کھانا وغیرہ پیش کرتے ہیں۔واسکی مندر بھدرواہ کے لوگ بھی جلوس میں شامل ہو جاتے ہیں اس طرح سے سارے یاتری دشوار گزار راستوں، سرسبز و

شاداب اور سدا بہار جنگلوں اور رنگ برنگے پھولوں سے آتے ہوئے قدرتی نظاروں میں سے گُزر کر ایک گاؤں میں رات بسر کرنے کے بعد دوسرے دن رام کنڈ کے مقام پر بڑے جوش و جذبے سے پہنچ جاتے ہیں۔ رام کنڈ کی چوٹی ایک وادی نما سرسبز چراگاہ ہے۔ جہاں گوجر لوگ بستے ہیں۔ اس سے پہلے اور کچھ خوبصورت مقامات خاص طور پر گھن تھک اور میسوج دھار کی خوبصورت ترین چراگاہ کے دلکش نظاروں سے گزر کر کیلاش کُنڈ پر پہنچ جاتے ہیں۔ گاٹھ سے اس کنڈ تک چوبیس میل کا کٹھن سفر عبور کرنا پڑتا ہے۔ تھوڑی دیر یہاں آرم کرنے کے بعد یاتری لوگ کیلاش کنڈ (خوبصورت جھیل) میں نہا دھو کر اپنے پاپوں سے مُکتی پاتے ہیں۔ اس طرح یہ مذہبی عقائد اور روایات سے پُر یاترا انجام پذیر ہوتی ہے۔ دوسرے دن چھڑی مبارک کو جھیل کے یخ بستہ پانی سے دھوئے جانے کے بعد یاتری واپس گاٹھ آجاتے ہیں۔

سونہ بائیں کی یاترا:

بھدرواہ کے قدیم تیرتھ استھانوں میں سونہ بائیں یا سونہ باؤلی بہت مشہور استھان ہے، جو درۂ پدری کے نزدیک اور کوہِ کیلاش کے جنوب مشرق کی طرف تقریباً ۱۴۴۱۸ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہ پہاڑ جس کے درمیانی حصہ میں سونہ بائیں واقع ہے، آشاپتی کے نام سے موسوم ہے۔ آشاپتی کا یہ فلک بوس پہاڑ موضع گرڈنڈی اور موضع تھنالہ کے درمیان بالائی سطح پر ایک پاسبان کی طرح کھڑا ہے جو قصبۂ بھدرواہ اور اس کے مختلف علاقوں سے نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے اور تقریباً دس میل کی دوری پر واقع ہے۔ بھدرواہ چمبہ روڈ اس کے دامن سے گزر کر پدری کی طرف

مُڑتے ہوئے چمبہ چلی جاتی ہے۔ آشا پتی کی خوبصورتی اور دِلکش محلِ وقوع کا نظارہ کیلاش کنڈ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ چھتر گلہ کا درہ جو بھدرواہ، بنی بسوہلی روڈ کی علاقائی سرحد کا تعیّن بھی کرتا ہے۔اس کے جنوب میں واقع ہے۔

آشا پتی کی گود میں ''سونہ بائیں'' ایک کٹورا نما باؤلی کی مانند ہے جو بھدرواہ کا ایک نزدیک تر گلیشر ہے۔ ہر سال برف کے تودے پہاڑ کے اونچے سروں سے گر گر کر اس کی کھوکھ کو بھر دیتے ہیں۔ یہ پہاڑ حُسنِ تخلیق کا ایک نمونہ ہے۔ موسمِ سرما میں اس پہاڑ کی ننگی چوٹیاں اور نچلے حصے کے گھنے اور سرسبز جنگلات برف پوش ہو جاتے ہیں۔

یہاں پر ہر سال بھدرواہ، اس کے مضافات اور دیگر دور دراز کے مقامات سے آئے ہوئے یاتری واسک ناگ دیو کی درجنوں چھڑیاں لئے ہوئے اور ''واسک ناگ'' کی جے جے کار کرتے ہوئے جمع ہوتے ہیں اور وہاں اشٹ دیو کی بھگتی اور پوجا پاٹ وغیرہ کر کے واپس آتے ہیں آشا پتی تیر پر پتری اماوس کی رات کو اشنان کرنے اور کچھ دان دینے کی رسومات کو بڑا اہم مانا جاتا ہے جس سے اُن کو پُن (ثواب) کمانے کا موقع ملتا ہے۔

اس یاترا کے ساتھ بہت قسم کے قصّے اور روایات منسوب ہیں، قارئین کی دلچسپی کے لئے ڈاکٹر سکھ دیو سنگھ چاڑک کے بیان کئے ہوئے قصّے کا کچھ حصّہ بیان کیا جاتا ہے:

> ''یہ تیرتھ سطحِ سمندر سے ۱۲۴۰۸ فٹ کی بلندی پر ایک پہاڑ کا سلسلہ ہے جو پڈری، درّہ کے بالا حصہ کے جنوب مشرق کی طرف واقع ہے اور ''سونہ

بائیں'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ نام سنسکرت لفظ ''سورناوپی'' سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ایک ''سونے کا تالاب'' ہے۔ اس کے پیچھے ایک دلچسپ قصّہ بتایا گیا ہے کہ اس کے سرے پر ایک تالاب تھا جسے سونے کی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ ایک خاص برہمن اپنے ایک پنچ کلیانی گھوڑے پر سوار ہوکر اس تالاب کی طرف جایا کرتا تھا۔ اس گھوڑے کے ہر سُم کے علاوہ ماتھے پر سفید قسم کے داغ تھے جنہیں متبرّک مانا جاتا تھا۔ ایک دفعہ برہمن کی بیوی نے اُسے تھوڑی سی اینٹیں وہاں سے گھر لانے کے لئے راضی کیا۔ لیکن جب اُس نے وہاں دوبارہ دورہ کیا تو اس نے تالاب کو ہمیشہ کے لئے ڈھکا ہوا پایا''۔

سونہ بائیں کے بارے میں ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ اس چشمے کا پانی سال میں صرف ایک بار باوٗلی سے باہر کی طرف ظاہر ہوتا ہے وہ بھی پتری اماوس یعنی اسوج کی پندرہویں رات کو جس میں اُس دن تک یہاں پہنچے ہوئے یاتری اشنان کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں کی آتماؤں کی شانتی کے لئے دُعا کرتے ہیں کیونکہ اس باوٗلی کے پانی کو بہت پوتر مانا جاتا ہے۔ وہ دوسرے دن اپنے اپنے گھر کو لوٹ آتے ہیں۔ یاتریوں کی اچھی خاطر تواضع کی جاتی ہے۔

دوسری روایت کے مطابق کہا گیا ہے کہ ''اس چشمہ کی جانکاری صرف ایک عورت کو تھی۔ ایک دن وہ بیمار ہونے کی وجہ سے چشمہ پر نہ جاسکی اور اس نے اپنی بہو کو وہاں پر بھیجا۔ اُس بہو نے باوٗلی کی سطح آب پر ایک سنہری گیندنما چیز کو تیرتے ہوئے دیکھا اُس نے اُسے پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔ اس نے اپنا سکارف اس گیند

پر ڈالا اور اپنے میکے والوں کو اس ماجرے کی اطلاع دینے کے لئے گئی۔ لیکن واپس آنے پر اُسے چشمے کا کوئی سراغ نہیں ملا بلکہ اُسے مٹی اور برف سے ڈھکا ہوا پایا''۔

ایک اور روایت کے مطابق کہا جاتا ہے ''اس چشمے کو سونے کی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ مذکورہ لڑکی (یعنی بہو) نے اس میں سے ایک اینٹ نکالنے کی کوشش کی تو پہاڑ کا کچھ حصہ اُس لڑکی اور چشمے پر آ پڑا جس کے نیچے وہ دونوں دب گئے''۔

متذکرہ بالا یاتراؤں اور میلوں کے علاوہ قدیم بھدرواہ کی یاتراؤں میں ''چھوٹا منی مہیش'' سے موسوم ایک اور مشہور یاترا بھی ہے جو موضع موٹھی بہوتہ علاقۂ مرمت سے رام رتچن (بسوہلی) کی طرف ہر سال منعقد کی جاتی ہے۔ مختلف پڑاؤں پر یاتری روایتی بھجن انجلی گاتے ہیں۔ رام رتچن کے مقام پر پہنچ کر ہیڈ چیلا مذہبی رسومات کی ادائیگی کرتا ہے جب کہ دوسرے یاتری اپنے ساتھ لائی ہوئی روٹیاں اور حلوے جھیل کے ساتھ واقع لِنگم پر چڑھاوے کے طور پیش کرتے ہیں۔ ترشول اور باقی چیزوں کو جھیل میں ڈبو کر یاتری واپسی پر اپنے ساتھ لاتے ہیں اور ''کڈ کا ناچ'' شروع ہو جاتا ہے۔ آخر پر یاتری شنکھ، ترسنگھا اور ڈھول بجاتے ہوئے چھڑی کے ساتھ واپسی کا سفر شروع کرتے ہیں۔ اور جنگلی بوٹیوں، خوشنما اور سرسبز و شاداب چراگاہوں اور جنگلوں سے گزرتے ہوئے خوف لُطف اندوز ہوتے ہیں۔

مسٹر غلام نبی آزاد سابق چیف منسٹر جموں و کشمیر نے اپنے دورِ اقتدار میں بھدرواہ جیسے خوبصورت مقام کی سیاحتی اور مذہبی اہمّیت کے مدِ نظر بھدرواہ کے لئے ایک ڈیولپمنٹ اتھارٹی کا قیام ۲۰۰۷ء میں عمل میں لایا۔ اور مختلف منصوبوں کے

لئے کروڑوں روپے کی گرانٹ فراہم کرکے یہاں کے درجنوں سیاحتی اور مذہبی مقامات کوسیاحتی نقشہ پرلاکرکئی سیاحتی میلوں کومنعقد کرواکراس اہم شعبہ کی شروعات کی اوران خوبصورت مقامات کوبطورِسیاحتی مراکز،مناظر گاہوں،آرام اورتفریح گاہوں کی صورت میں تبدیل کرنے کی منصوبہ بندی کی۔کچھ سیاحتی مقامات پراُنہوں نےتعمیری کاموں کا آغاز ۲۰۰۵ءہی سے کروادیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ بھدرواہ ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے قیام کے بدولت ضلع ڈوڈہ کی ایڈمنسٹریشن،محکمۂ سیاحت،ریاستی کلچرل اکیڈیمی اور مقامی ثقافتی اورادبی تنظیموں کےاشتراک سے ہرسال سیاحتی اورثقافتی میلوں کاانعقاددو بارکرواتی ہے۔(یعنی سردیوں اورگرمیوں میں)اِن میلوں میں ہزاروں ریاستی،بیرونی اورمقامی سیاح،فلمی دنیا سے وابستہ آرٹسٹ،مقامی شاعر،فنکار،کھلاڑی اورمہم جوئی سے وابستہ لوگ اپنے اپنے فنوں اورکرتبوں کا شاندارمظاہرہ کرکے سیّاحوں اور دیگر لوگوں کولطف اندوز کرتے ہیں۔ان میلوں وغیرہ کا انعقاد ہرسال باقاعدگی کے ساتھ کیاجاتاہے۔

قدیم راجواڑہ بھدرواہ کی تہذیب وثقافت کے باقی پہلوؤں جن میں یہاں کےرسم ورواج،عقائد،فنونِ لطیفہ،فنِ تعمیر،فنِ موسیقی،یہاں سنگیت اورسنگیت کار، مساجداورمنادر،شعروادب(یعنی زبانوں میں)کاخلاصہ ان شاءاللہ مقالے کی دوسری قسط میں کیاجائے گا۔

☆☆☆

محمد عبداللہ بٹ

سلطان العارفین......حیات اور کارنامے

حضرت شیخ حمزہ مخدوم رحمۃ اللہ علیہ
نسب نامہ اور خاندانی پسِ منظر

(قسط:۳)

حضرت شیخ حمزہؒ کی ولادتِ باسعادت:

حضرت رابعہ ثانی واقفِ مقامات ہمدانی بی بی للہ ماجی نــــــوّرَ اللّٰہ تَعالیٰ رُوحَھانے پیشنگوئی کی تھی کہ ''کشمیر میں نامدار مردوں میں سے ایک ایسے مردِ عارف فائق فیض دہندۂ خلایق مہتابِ شبستانی حقائق روشن آفتاب وفایق حضرت مخدوم شیخ حمزہ قدّس اللہ سرّہ پیدا ہوگا جو کہ روئے زمین پر یگانۂ وقت قطب الاقطابِ زمین وآسمان غوث الثقلینِ دارین ہوں گے''[1]

حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ قدّس اللہ سرّہ سلطان محمد شاہ ابن احمد شاہ کے عہدِ حکومت **900**ھ میں بہ برکت حدیثِ نبوی کہ الرّجالُ فِیْ الْقُرٰی اپنی آبائی رہائش گاہ قریہ تجر شریف پرگنہ زینہ گیر کشمیر میں پیدا ہوئے[2] سالِ ولادت باسعادت ''

خاصِ دہر‘‘ سے اخذ ہوتا ہے۔ تاریخِ پیدائش 29 ماہ شعبان المعظّم ہے جس کے مستند ہونے کی علمیت نہیں۔ البتہ حضرت میر بابا حیدر تولہ مولیٰؒ نے لکھا ہے کہ آپ شبِ جمعہ کے آخری حصّے میں تولّد ہوئے۔

ولادتِ باسعادت کے بعد آپ کا اسمِ مبارک حمزہ رکھا گیا۔ جس کے معنی شیر کے ہیں۔ اس نامِ مبارک سے آپ کو حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کے عمِّ محترم غازئ دین سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ہمنامی کا فخر حاصل ہوا۔

روزِ پنجم پس از ولادتِ او دید شخصی زِ ذوالقرابتِ او
شاہِ لولاک را بہ نوروضیا بنشستہ در مسجدی کہ بود آنجا
ہمہ اصحاب ہمعنان باوا اولیاء جملہ ہمقران با او
کود کی بارخِ چو بدرِ منیر در برآن شہِ بشیر و نذیر
کہ ہمی داد بوسہ بر رویش لب نہادہ بہ لعلِ دلجویش
کین پسر خانہ زادِ عثمان است در علوِ مراتب وشان است
گر بہ صورت تولّدش اینجاست لیک فرزندِ معنوی از ماست
اوست فرزندِ خاص و محرمِ من از ظہورش جہاں شود روشن

آپ کی ولادت کے پانچ دن بعد آپ کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص نے دیکھا کہ کمال نور و روشنی کے ساتھ حضرتِ شاہِ لولاک صلّی اللہ علیہ وسلّم وہاں پر واقع مسجد میں تشریف فرما تھے سارے اصحاب کرامؓ آپ کے ہمراہ تھے اور تمام اولیاء عظام آپؐ کے ساتھ تھے روشن مہِ کامل کا سا چہرہ رکھنے والا ایک بچہ آپ پادشاہِ بشیر

ونذیر صلّی اللہ علیہ وسلّم کی گود میں تھا۔ جس کے چہرے کو آپ چوم رہے تھے۔ اور اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ رہے تھے۔ یہ حال دیکھ کر وہ (قرابت دار) جوان حیران رہ گیا کہ آخر یہ صاحبِ تکریم بچہ ہے کون ہے۔ تب بادشاہِ بطحاء صلّی اللہ علیہ وسلّم اور قُرب گاہِ اَوْ ادنیٰ کے مشاہد و محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''یہ بچہ عثمان کا بیٹا ہے۔ بلند مرتبہ اور اونچی شان والا ہے! اگر چہ یہ بظاہر یہاں پیدا ہوا ہے لیکن درحقیقت ہمارا فرزندِ معنوی ہے۔ یہ بچہ ہمارا خاص فرزند ہے اور محرم ہے اس کے ظہور سے ساری دُنیا روشن ہوجائے گی۔''[۴۲]

فرزندِ معنوی: حضرت بابا داؤ خاکیؒ نے وِردُ المریدین میں حضرت مخدومؒ کی توصیف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

چون رسول اللہ گفتا ہر تقی آلِ من است

شکر کز باغ نبیؐ پیدا یکی نوبر شد است

ترجمہ: چونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ہر متقی میری اولاد ہے۔ بس اللہ کا شکر ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے باغ میں ایک نیا میوہ پیدا ہوا۔

مولانا فیروز حسن نے بارہ سال عرب وعجم کا سفر کیا۔ اور مدینۂ پاک میں قیام کے ایّام میں جب مرشد کی تلاش میں بے قرار تھے ''خواب میں رسول اللہ صلّی علیہ وسلّم اور چار یارانِ باصفا کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ تو حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے پہلو میں ایک بزرگ کو دیکھا جو کبھی امام حسن اور کبھی امام حسین رضی اللہ عنھما کی مصاحبت فرماتے ہیں عرض کیا یہ کون عزیز ہیں؟'' جواب دیا یہ فرزندِ نبیؐ ہیں عرض کیا

اس فرزند کا نام کیا ہے؟ جواب فرمایا شیخ حمزہ کشمیریؒ' غرض سوال کیا تمام فرزندوں میں اس نام کا کوئی فرزند نہیں تو جواب میں فرمایا یہ فرزندِ لطفی ہے۔

کیونکہ اولاد دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک اولادِ لُطفی اور دوسری اولادِ نطفی۔ نُطفی اولاد جو اپنی پُشت سے ہو اور لُطفی وہ جو عالمِ روحانیت میں اونچے مرتبہ کی بناء پر اولاد ہو'' [5]

حضرت شیخ بابا محمّد علی رینہؒ (برادرِ اکبر حضرت سلطان العارفینؒ) رطب اللّسان ہیں کہ: ''حضرت شیخ محمّد عبدالوھّابؒ' جو کہ بہت عمر رسیدہ بزرگ تھے جن کو میں نے چند بار کعبۃ اللہ میں دیکھا تھا۔ ہندوستان میں مجھے ملے اور پھر فرمایا کہ اے فرزند! تمہارا عزیز بھائی جو مخدوم حمزہؒ کے نام سے مشہور ہے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرزندِ معنوی ہے۔ وہ ہمیشہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دربار میں ہوتا ہے۔ اور اس کی جگہ امیر المومنین حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے پہلوئے مبارک میں مقرّر و متعیّن ہے۔ [6]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلّمَ مَنْ آلُ مُحَمَّدِ فَقَال کُلّ تَقِیِّ وَ تَلا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِنْ اَوْلِیَائُہَ اِلَّا اُلْمُتَّقُوْنَ :

(الراوی انس بن مالک: ابن القیم۔ جلاء الافھام:335 ابن الحجر العسقلانی لسان المیز ان 8/9)

خلاصۂ ترجمہ: حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا گیا آل محمدؐ کون ہے؟ آپ صلّی اللہ

علیہ وسلّم نے فرمایا: ہر ایک پرہیزگار (خدا سے ڈرنے والا)۔ اور رسول اللہ صلّی علیہ وسلّم نے یہ آیت پڑھی...... بے شک اللہ کے دوست (ولی) صرف وہ ہیں جو پرہیزگار ہیں۔

ایک اور حدیث حضرت بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دستور السّالکین میں شیخ ابوعبداللہ کے حوالے سے لکھی ہے کہ ارشادِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے "وَلَـــدِیْ مَـنْ سَـلَـکَ طَـرِیْقِیْ" "میرا فرزند وہ ہے جو میری راہ پر چلا" یہی وہ راست باز اور صدّیقین ہیں جن کے طفیل آسمانوں سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور جو پاک باز دفعِ مصائب ومضرّ ات اور کشائشِ رزق کا باعث ہیں۔ ان ہی کے دم سے نظامِ عالم قائم ہے۔ جب ان میں کوئی دنیا سے اُٹھتا ہے تو خداوندِ کریم اس کی جگہ ایک اور خلق (پیدا) فرماتا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے

آل تین قسموں پر مشتمل ہے۔

۱: صوری یعنی جو نسلاً رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد ہو۔

۲: معنوی یعنی پرہیزگاری اور خداترسی کی وجہ سے جس کا رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ روحانی رشتہ ہو۔

۳: صوری ومعنوی: جو نسلاً بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہو اور روحانی طور پر بھی۔

تیسری قسم کی اولاد ہی افضل ہے اور اُن کی افضلیت اظہر من الشّمس ہے۔ (دستور السالکین۔ ص: 145-146)

حضرت مخدوم شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ اکبر حضرتِ شیخ بابا علی رینہ رحمۃ

اللہ علیہ ''تذکرہ العارفین'' میں آپ کی ولادت کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

''پیش از تولّدِ ایشان بیک ہفتہ بدرویشی نورانی والدِ ماجدِ احقر راملاقات شد و پرسید کواے عزیز امروز جمعی بمسجدت واردمیشوند ماحضرے برائے آنجماعہ درمسجد حاضر آوری والدِ ماجد برفرمودۂ آن عزیز عمل نمودو گوسفندی حسبۃً لِلّٰہ پختہ درمسجد حاضر آوردو جمعی ازمردانِ الٰہی آن طعام راخوردندو برفتند روزِ دیگر ہمچنیں فوجی دیگر آمد۔ ہمچنیں تا روزِ تولّد۔ آخر معلوم گشت کہ آنہا رجالانِ غیب و اولیاءِ لاریب بودند کہ تہنّیاً وتمنّیاً درانجا تشریفِ می آوردندوروزی کہ تولّدِ آنجناب بود سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم بأصحاب رضی اللہ عنہم روحانیۂ نیز توجہّات فرمودندومخدوم رابفرزندی قبول داشتہ بجمعی ازاقطاب حوالہ کردند کہ تاتربیتِ آنحضرت بوقوع آورند''۹

حضرت مخدومؒ کی ولادت سے ایک ہفتہ پہلے ایک نورانی صورت والے درویش احقر کے والد بزگوار سے ملاقی ہوئے اور کہا کہ اے عزیز آج ایک جماعت آپ کی مسجد میں حاضر ہوگی اُن کے لئے جوممکن ہو پیش کریں۔ ان کے فرمانے پر والدِ بزگوار نے عمل کرکے ایک بھیڑ ذبح کیا اور اللہ کی رضا کے لئے اُن کے سامنے پیش کیا اللہ کے ان بندوں نے اس کھانے کو تناول کیا اور چلے گئے۔ دوسرے روز اسی طرح ایک جماعت آئی یہاں تک ولادت کے دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر معلوم ہوا کہ یہ مردانِ غیب اور اولیاء اللہ تھے جو مبارک بادی اور نیک خواہشات پیش کرنے کے لئے تشریف لائے تھے اور جس دن آپؒ کی پیدائش ہوئی اس روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی روحانی طور پر توجہّات فرمائیں اور حضرت

مخدومؒ کو فرزندی کے شرف سے نواز کر ان کو قطبوں کی ایک جماعت کے حوالے کر دیا تا کہ وہ آنمخدومؒ کی تربیت کریں۔

''ووالدِ ماجد بروزِ عقیقۂ حضرت مخدوم خواستہ بود کہ دو سہ شات را ذبح کند در ہماں حالت درویشی پا برہنہ موئ ژولیدہ بخانہ در آمد و گفت ای بابا عثمان پانصد گو سفند در ذمّۂ تست سہ گوسفند بما میدھی بالفعل اگر زیادہ نتوانی داد کم از سی مدہ در ہمان ساعت سی راس گوسفند بکشتند وطعامی بسیار بوخور کردند قریب پانصد کس بلکہ زیادہ فقراءِ غیب پیدا گشتند باوجود کہ طعام اندک بود با آنہا جمعی کہ از مہمانِ خود بودند نیز خوردند و سیر شدند''۔[10]

آنجناب کے عقیقے کے دن والدِ بزگوار (بابا عثمان رینہؒ) تین بھیڑوں کو ذبح کرنا چاہتے تھے کہ اسی حالت میں پراگندہ بال ننگے پاؤں چلتا ایک درویش گھر کے اندر آیا اور والد صاحب سے مخاطب ہو کر کہا: اے بابا عثمان! اس موقع پر آپ کے ذمّے پانچ سو بھیڑ ذبح کرنے ہیں کیا آپ ہمیں تین بھیڑ دینا چاہتے ہیں۔ اگر زیادہ دینے کی طاقت نہیں ہے پھر بھی تیس عدد بھیڑ دینا ضروری ہے اور اسی وقت تیس بھیڑ ذبح کئے گئے اور بہت سارا کھانا تیار کیا گیا۔ باوجودیکہ کھانا کم تھا مگر تقریباً اچانک نمودار ہونے والے پانچ سو فقراء اور اُن کے ساتھ حضرت کے اور مہمانوں نے بھی سیر ہو کر کھانا کھایا۔

☆

حاشیہ

۱: مخطوطہ تذکرۃ العارفین۔ص:59۔بحوالہ تذکرۂ اسلاف یعنی سلطان العارفین۔از پروفیسر عبدالمجید سائر۔ص:

۲: موضع تحر شریف شہر سرینگر سے تقریباً ساٹھ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

۳: ہدایت المخلصین۔ص:211۔بحوالہ تذکرہ اسلاف۔ص:104

۴: تاریخ کبیر موسوم بہ تحائف الا برار فی ذکرالاولیاء الا خیار ترجمہ ڈاکٹر شمس الدین احمد۔(ص:347-348)

۵: ہدایت المخصلین (مخطوطہ)ص:30

۶: مخطوطہ تذکرۃ العارفین۔ص:6۔بحوالہ تذکرۂ اسلاف۔ص:103/102)

۷: اس حدیث شریف کی اصل۔۔معلوم نہ ہوسکی۔

۸: احقر کے خیال میں یہ ''ابدال'' ہیں۔جب ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو دوسرا اس کے مقام پر فائز کیا جاتا ہے۔جیسا کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔

''اِنِّی سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ ''اَلۡاَ بۡدَالُ یَکُوۡنُوۡنَ بِا لشَّامِ ، وُھَم اَرۡ بَعُوۡنَ رَجُلاً ، کُلَّمَا مَاتَ رَجُلُ اَبۡدَل اللّٰہُ مَکَانَہٗ رَجُلاً یُسۡقَی بِھِمُ الغَیۡثُ وُ یُنۡتَصَرُ بِھِمۡ عَلَی الۡاَ عۡدآءِ ، وَیُصۡرَفُ مِنۡ اَھۡلِ الشَّامِ بِھِمُ اِلۡعَذَابُ '' احمد(896)

میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنا ہے کہ ابدال (اولیاء کی ایک قسم) شام میں رہتے ہیں اور وہ چالیس آدمی ہوتے ہیں۔جب کوئی شخص ان میں سے مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اس کے بدلے دوسرے شخص کو لے آتا ہے۔ ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور ان کی برکت سے دشمن پر غلبہ ہوتا ہے اور ان کی برکت سے اہلِ شام سے عذاب (دنیوی) کو ٹال دیا جاتا ہے۔(حضرت مفتی مظفر حسین قاسمی مخدومی مدظلّہ)

۹: مخطوطہ تذکرہ العارفین۔ص:416

۱۰: ایضاً۔ص:416

حصۂ کشمیری

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مصنف/ترجمہ کار	صفحہ نمبر
1	حضرت باباہردی ریشہٕ رحمۃ اللہ علیہ	غلام نبی آتش	100
2	بابانصرالدین......حضرت شیخ سُند یارِ دوم	محمد عبداللہ منتظؔر	122
3	کأشُر شأعری تہٕ جمالیات......بحوالۂ مرثی	سید اختر حسین منصوؔر	128
4	''تھف وِژم لولن امارس''	عبدالعزیز بیتاب	145
5	مولانا ابوالکلام سُند اکھ ژھایہٕ رؤ دمت یار	رشید کانسپوری	155

☆

غلام نبی آتش

حضرت بابا ہردی ریشی رحمۃ اللہ علیہ

قدوهٔ عارفانِ مُلکِ بقا　　صاحبِ ورع و صاحبِ تقویٰ
ترک لذاتِ دُنیوی کرده　　تازه حالاتِ اُخروی کرده
بود اویسی ، زانبیا بروے　　فیض ہامی رسید پَے در پَے
بود از عارفانِ حق پیشی　　شیخ بابائے ہردیؒ ریشی
واه چہ خوش کرده خاکیؒ نامی　　بہرِ او ریشی نامۂ لامی

(ریشی نامہ۔مولف: مُلا بہاءالدین متو: ۱۲۶۹ھ

ترجمہ: مُلکِ بقا کِہن عارفن ہِنٛدی پیشوا، پرہیزگار تہٕ صاحبِ تقویٰ شیخ بابا ہردی ریشی آسی برٛونہموٕ عارفانِ حقو منٛزٕ۔تِم آسی اویسی ۔انبیائے کرام علیہ السلامن ہُنٛد فائض ووتٕھ پَے در پَے ۔دُنیا ہٕکِہن مزن میچھرن لتھ دِتھ پھولروُکھ پتھٕ آخرتُک باغ۔نأمی گرأمی حضرت بابا داؤد خاکیؒ ہولیوٚکھ تِہنٛدِ باپت ریشی نامہٕ لامیہٕ۔"

تواریخ، تصوف تہٕ ریشیت کِہن زأنی کارن چُھ معلوٗم زِ کٔشیرِ ہِنٛدہن اکثر اولیاہن تہٕ ریٚشن ہٕنزن کراماژن ہِنٛدی یسلہِٕ تفصیل چھِ تذکرن اندر رتہِٕ دٔستیاب تہٕ

عوامس نِشہِ تہِ۔ مورخو تہٕ تذکرٕ نگاروچھِ پنٕنہِ عقیدٕ، عقیدت تہٕ یڑھِ پڑھِ مطأبق کرامات تہٕ رۄحأنی کمالات سومبرأ وِتھ تحریر گٔری ئتِ۔ اماپۆز تِہنٛدی حال اوحال ژھارنس گارنس کُن چھُکھنہٕ پزنہٕ پأٹھی توجہ دِیُتمُت۔ اتھ وانگس منٛز چھُ خاص پأٹھی رۍشن ہُنٛد بۆڈ تعداد شأمِل۔ کأنٛسہِ کأنٛسہِ رۍشس متعلق چھےٚ سطرٕ جورہ تارٕ لیٚکھنہٕ آمٕژ تہٕ بس۔ اکثر تذکرٕ نگارو تہٕ رۍشن نامہٕ تالیف کرن والو چھےٚ کُہ یاہ رۍشن متعلق اکأے کتھ پھِرٕ مٕژ تہٕ پھِرٕ مٕژ۔ عام طور چھِ واقعات یِمو لفظو ستۍ شرۄع کرنہٕ آمٕتۍ، می گویٚنٛد (یاں زِ: دپان، وَننہٕ چھُ یِوان) نقل است (یاں زِ: یِمہٕ تحریر پٮ۪ٹھٕ بہٕ تاران چھُس تتھ چھُ لیکھتھ تہٕ یہٕ چھُ تمہِ کُنے نقل)۔ لُکہٕ وۆترس منٛز تہِ چھُ ڈٲلیہٕ گۆرٕ ''دپان صاحب وۄستادٕ'' وٕنتھ ڈٲلیہِ دس ٹُلان۔ امیُک مطلب گۆو ''دپان'' وٕنتھ یا لیکھِتھ چھُ وَنن وول یا لیٚکھن وول واقعاتن ہٕنٛدِ پۆز یا اَپُز آسنٕچ مٕتہِ دأری بیٚہن نامعلوٗم نفرن پُشراوان تہٕ اصل ماخذ چھُ نامعلوم روزان۔ یہِ طرزِ عمل چھُنہٕ علم تواریخ کیٛو وضأیٕ تو کُنۍ صحیح مانہٕ یِوان۔ اماپۆز یِیٚلہِ یِیٚلہِ کأنٛسہِ انسانس بےٚ أنٛتھ عوأمی مقبوٗلیت نصیب سپٕز، عوامہٕ کیٚن دِلن منٛز جایہِ پاتھیوس، زمانہٕ پتہٕ زمانہٕ تہٕ پیر در پیر مقبوٗلیتس منٛز ہُرٕ برٕ سپدان رۆدُس، سُہ چھُ لُکہٕ وۆترس منٛز جاے پٕرٲوِتھ بالافطری رنگ رٹان۔ عقلہٕ حأران کرٕوٕنۍ کرامأتی واقعاتن چھِ تِمس زیادَے بالافطری بناوان۔ اولیاۓ کاملین تہٕ رۍشیان اکملین چھِنہٕ ہاوباوس تہٕ پان نۆن کڈنس رواداری البتہٕ چھےٚ اللہ تعالیٰ سٕنٛدِ فضلہٕ تہٕ عنایتہٕ ستۍ تِمن نِش کرامأژ ظأہر سپدان۔ اماپۆز دُنیاتہٕ امہِ کہِ عیش وآرامُک امارتہٕ مارٕ مۆت تھاون والین چھُ دُنیأوی حاجت روأیی ستۍ مطلب آسان۔ تِم چھِ امہِ مطلب برأری ہٕنٛز أچھ تہٕ

بڑٕ أنتھ تھأوِتھ عظمتہٕ والین خدا طلب، خداشناس، اخلاصہٕ والین عأملن، ولی اللہٕ ہن تہٕ ریٛشن ہٕنٛد ہن دروازن پیٹھ واتان تِکیا زِ تم چھِ تمن محض حاجت رواہٕنٛدِ حیثیتہٕ زانان۔ تمن چھُے نہٕ علم وعرفانٕک، ایقان وایمانٕک، خداطلبی، خداشنأسی تہٕ عقبیٰ چہِ سُرخروئی ہُنٛد مقصدأ چھُن تل آسان۔ ولی اللہٕ ہن ہٕنٛدیو واقعاتوتہٕ کراماژو نِش چھُے نہٕ تم دٔین ودُنیا باپتھ نصیحت، عبرت تہٕ رُت سبق حأصِل کران۔ خاص لۆکھ چھِ، یم یوٚہے مقصد پراوُن یژھان چھِ، اولیاہن تہٕ ریٛشن ہٕنٛدِ سیرتہٕ، عباداتوتہٕ تقویٰ کیو پڑٕأوِ متیو درجاتو نِش نصیحت تہٕ عبرت حأصِل کران۔

اللہ تعالیٰ سُنٛد فضل وکرم چھُ زِ سانین اولیائے کرامن تہٕ ریٛشن ہٕنٛد ہن تذکرٕ نگارن منٛز چھِ تھدِ پایکی رۄحأنی بُزرگ، ولی اللہ، عألم تہٕ عأمِل، ادیب تہٕ شأعر شأمِل، یِہٕنٛد ہن بیاناتن تہٕ تحریرن ہٕنٛدِس مُستند آسنس ثبوٗت شہادتٕک ڈکھ ژھارُن عبث چھُ بلکہِ چھُ تِہُنٛد علم وعمل، کتھ تہٕ ستھ خأرِ عام، خداطلبی، خداشناسی تہٕ انسان دوستی کُن وَتھ ہاوان۔ اوہنٛد تحریر، اِہنٛز رواَیژ چھےٚ نقش برسنگ، یِمن منٛز چھِ علامہٕ د۔۔۔۔قاضی القضائے زمن شیخِ شیخاں حضرت بابا داود خاکیؒ (سنِ وصال:۹۹۴ھ)، قطبِ زمان حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ (سن وصال:۱۰۴۷ھ) عامل وعالم خواجہ محمد اعظم دیدمری (سنِ وصال:۱۱۶۵ھ) تہٕ عارف باللہ حضرت بابا داود مشکواتیؒ (سنِ وصال:۱۰۶۵ھ) بیترِ شأمِل۔

شیخِ شیخان حضرت بابا داود خاکیؒ، یِمو حضرت مخدوم العرفاء شیخ حمزہؒ ہٕنٛدِس خدمتس منٛز رۄزِتھ رۄحأنی کمالاتن منٛز طےٚ کٔر تہٕ یِم جلال الدین رومیؒ ہٕنٛدِ یِمہِ فرموٗدِ

کِ عملی نموٗنہٕ بنیٚے ۔

یک زمانہ صحبتے با اولیا بہتر از صدسالہ طاعت بے رِیا
چوں بہ صاحب دِل رسی گوہر شوی گرتو سنگِ خارہٗ مر مر شوی

اٚسی حضرت بابا ہردی ریشیؒ ہٕندی نہ صرف کالہٕ بأج بلکہِ پیرٕ بأج تہٕ ہم صحبت تہِ ۔ حضرت خاکیؒ ہٕندِ وأصلِ حق سپد ٹک ؤری چُھ ۹۴۴ ہجری ۔ ییٚلہِ زن حضرت بابا ہری ریشی ۹۸۶ ہجری منٛز وأصِل حق سپدی ٚمتی چھِ ۔ حضرت علامہٗ بابا داود خاکی چھِ حضرت بابا ہردی ریشیؒ ہٕند بٕن عاداتن، عباداتن تہٕ کمالاتن ہٕندی چشم دیٖد گواہ ۔ تِموٚ لیوٚکھ پننہٕ نِس اٚمس بہلہِ پایہٕ کالہٕ بأجس تہٕ پیرٕ بأجس متعلق قصیدہٗ لامیہٕ، یتھ منٛز تِہنٛد بٕن عباداتن تہٕ روٗحانٛی کمالات ٚستی ٚستی تِہنٛد کھٚین چٚین ، پلوٚ پوشاک ، کھورٕ ؤلیٚن تہٕ دوہ دِشکی حالات تہِ منظوٗم کٔری ٚمتی چھِکھ ۔ یہِ چُھنہٕ سُہ قصیدٕ یُس دُنیأوی انعامہٕ اکرامہٕ چہِ برٕ اٚنٛژ کانٛسہِ حأکمس ، کانٛسہِ بادشاہس تہٕ امیٖرس وزیٖرس تھٔر کھارنہٕ موکھٕ لیٚکھنہٕ یِوان چُھ ۔ یہِ چھُ سُہ منظومہٕ یتھ منٛز اکھ ؤلی اللہ بیٚیِس ولی اللہ ہٕندی اٚچھوٗ وچھی ٚمتی تہٕ سرٕ کٔری ٚمتی دُنیأوی تہٕ رُوحانٛی حالات وکمالات تحریر کران چُھ ۔ لہٰذا نہ ہیٚکہِ نہٕ اتھ منٛز لغوس کانٛہہ گُنجأیش اٚسِتھ نہ غلوٗہس ۔ ووٚں گوٚ و حضرت خاکیؒ چھِ اتھ منٛز حضرت بابا ہردی ریشی ہٕندی تنہٕ پٔتھٕکی حالات منظوٗم کران یَنہٕ پٔتھٕ تِم اہٕندی پیرٕ بأج تہٕ ہم صحبت بنیٚمتی اٚسی ۔ تِمہِ بروٚنٛہم حالات چھِنہٕ تِمو درٕج کٔری ٚمتی ۔

حضرت بابا ہردی ریشی ہٕنٛزِ ابتدأئی زندگی ہُنٛد شبقہٕ تفصیلی حال اوحال چُھنہٕ تذ ِکرن منٛز موجوٗد ۔ یِی چُھ حضرت مخدوٗم حمزہؒ سلطان العارفین ہٕندی برادرِ اصغر بابا علی

ریِنہٕ ہٕن تہِ، تذکرۃ العارفین، تالیفس منٛز لیۆکھمُت۔ لہٰذا چھُ ازتام اتھ معاملس منٛز لُکہٕ ریوایژن پیٹھے اکتفاء کرنہٕ آمُت۔ لُکہٕ رِوایژن منٛز چھُ تی آسان یِہ ہفتاہ کالہِ پیٹھہٕ لۆکھ پیٚر در پیٚر تہٕ سینہٕ بہ سینہٕ اسلافن نِش بوزان روزان چھِ۔ یِمن بۆزی بۆزی کتھن تہٕ واقعاتن چھِ اکہِ پیٚرِ پیٹھ بیٚیس پیٚرِ تام تہٕ أکِس انسانہٕ پیٹھ بیٚیس انسانس تام واتان واتان ژٕھ کیٚٹھ تہٕ ہُر بر چھونبر تہِ سپدان روزان۔ یِیلہِ لُکہٕ رِوأیژ عقیدتہٕ عقیدت چھِ بُنیأز پیٹھ نسل درنسل منتقل سپدان روزان چھےٚ تِمن چھےٚ زیادٕ کھوتہٕ زیادٕ تہٕ سنہِ کھوتہٕ سٔنٛز عوأمی مقبوٗلیت حأصِل سپدان۔ حضرت بابا ہردی ریشی سٕنٛدِ وأصلِ حق گژھنہٕ کہِ وٕری یِہ پیٹھہٕ، یُس حضرت خاکیؒ سٕنٛدِ لیٚکھنہٕ مطأبق ۹۸۶ ہجری چھُ، ازتام چھِ ۴۴۷ وٕری گمژٕ۔ اتھ سأری سے وقتس دوران چھِ یِی وَننہٕ آمُت زِ حضرت ریشی أسی آہنگر قبیلہٕ منٛزٕ، بابہٕ صأبس اوسُکھ ناو عبداللہ آہنگرٕ۔ داشٕر گامس منٛز اوسُکھ ماتامال تہٕ أتی أسی زامٕتی تہِ۔ تِہُنٛد بابہٕ صأب اوس ڈبرُن گامس منٛز روزان۔ گرس منٛز یۆ دوَے تنگدستی أسکھ مگر ماحول اوسُکھ پاک پاکیزٕ۔ لۆکہِ پانہٕ پیٹھے أسی بابہٕ صأبس گرِ چہن کامن، زمیندأری تہٕ کھارٕ کامہِ منٛز مدد کران۔ وارٕ وارٕ رٔٹ یِمو لُکہٕ رِوایژ وتحریری تذکرن منٛز جاے۔

ڈبرن گام چھُ اسلام آباد سریہِ نکھے آباد۔ اسلام آباد چھُ حضرت بابا ہردی ریشیؒ سُنٛد جاے قرار۔ اسلام آبادُک پرٛون ناو چھُ اننٛچ۔ اتہِ چھِ اننٛچ ٹیپ تہٕ اننٛچ ڈۆرُونہِ تہِ امہِ ناوٕچ گوأہی دِوان۔ ٹیپ چھِ وسط ایشیاہس منٛز ٹیکگن ونان [۲]، ابوالفضلن [۳] تہٕ کٔہی یاہ تذکرٕ نویسو تہِ چھُ لیۆکھمُت زِ حضرت ریشی سٕنٛز قرارگاہ چھےٚ اننٛچ۔

وَننہٕ چُھ یِوان زِ حضرت بابا ہردی ریشی سُنٛد اسمِ مبارک اوس حیدر ریُس بدلان بدلان ہردی ۳بنیو ومگر اکثر تذکرٕ نوٛیسو تہٕ مورخو چُھ یہُنٛد اسمِ مبارک ''ہردی'' لیوٚکھمُت ۔ أکس مُدلل، محققانہٕ تہٕ پُر مغز مقالس منٛز چُھ پروفیسر غلام محمد شاد اتھ معاملس اندٕ بوٚر دِوان لیکھان:

''ہردی لفظس پٮ۪ٹھ غور کرنہٕ سٟتی چھےٚ یہ کتھ ننان زِ یوٚ دوٚے عربی زبانٕ منٛز تہٕ یہ لفظ موجوٗد چُھ تہٕ امیک معنہٕ ریشٮ۪س سٟتی رَلان ؤن تہٕ چُھ مگر بیٚیو معنی ہو علاوٕ چھ عربی زبانٕ منٛز امیک معنہٕ کُنہِ چیزس پٮ۪ٹھ قوٚوٗ پراوُن ۔ ریٚشن ہنٛدی زندگی گذارنٕکی طریقہٕ نظرِ تل تھأوِتھ ہیکہٕ ہوأسی یہ نتیجہٕ تہٕ مُجرانتھ زِ ''ہردی'' چُھ سہ بزرگ یٚمی پنُن نفس وٚش آسہِ کوٚرمُت مگر یہ آسہِ کتھ اورِ یورِ لمہٕ لمہٕ کرنس برابر ۔ اتھ برعکس چھےٚ ریشیتُک ابتدأئی ماحول، امیک عموٗمی تہٕ کُلم مزاج نظرِ تل تھأوِتھ یہ کتھ ٹاکارٕ سپدان زِ اکثر ریٚشن ہنٛدی ناو أسی تمہِ زمانہٕ چہِ سنسکرت زبانٕ ہنٛد بورأنج ناوَ ومنٛز کأشراونہٕ آمتی مثلن نُنٛد، زؤگی، آدتِ، ارزُن، پتی، سذت، وتر، روٗپ ۔ تتھے پأٹھی چُھ ''ہردی'' تہٕ سنسکرت لفظ ۔ کُری تو امہِ کِبن معنہٕ بن پٮ۪ٹھ غور:

ہردی ,Hirday,،Hariday

The seat of faculty of thought and feeling , The heart , sould , mind , life , bosom, knowledge , affection 6 ,

Hirdy Niket =

کام دیو کالقب (کامہٕ دیو سُنٛد لقب)، محبت کا دیوتا (لولُک دیوتا)

مؤنس، صاحبِ دِل، شریف، مہربان، دوست ۔**Haiday Van**

حضرت ریشی ہٕنٛزِ عملی زندگی منٛز اٰسی یِم ساری وصف موجوٗد۔ تِم اٰسی رنبہٕ وُنی، اَوے اوسکھ ہردی ناو تھاونہٕ آمُت۔ دراصل اٰسی تِم اسم بامسمیٰ۔ تِتھٕن مأرِ منٛدٕ ن ناون خابن ہٕنٛز بُنیاز پتھ بِگڑاٰوِتھ ''ہیدی'' بناوُن، چھُنہٕ احساسِ کمتری ہٕنٛدی شکار، تعصب والین بیمار ذہنن ہٕنٛزِ لمہٕ لمہِ وراٰے بیٚیہِ کینٛہہ''۔۶

''حیدر'' چھُ کأشر، پھوٚرِ مطأبق تہٕ ''حیدر'' روزان۔ زیادِ کھوتہٕ زیادٕ ونہٕ عام کأشُر ''حیدر'' لفظ بدلہٕ ''حأدر''۔ تیٚلہِ کتھٕ سناپأٹھی بنہِ ہے ''حیدر'' لفظس ''ہردی یا ہیدی''۔ حالاآنکہِ حضرت شیخ العالمؒ ہٕنٛدِس کلامس منٛز چھُ ''حیدر'' لفظ کُنہِ پھوٚر بدلی تہٕ لہجہِ پھیرِ وراٰے استعمال سپُدمُت ے۔ حضرت بابا ہردی ریشی سُنٛد مقبوٗلِ عام لقب چھُ ''ریٚش مول''۔ یہِ مأرِ موٚنٛد ناو چھُ حضرتِ ریشی ہٕنٛدٕ ن وصفن ہُنٛد گنٛج۔ یِیمہِ منٛزٕ حضرتِ ریشیؒ ہٕنٛز بزرگی، عظمت، ہمدردی، خیرِ عام، مأل تون، شفقت تہٕ ہدایت ٹاکارٕ سپدان چھِ۔ حضرت ریشی اٰسی تژ یِیمہِ دورٕ کٕہن ریٚشن ہٕنٛدی بب تہٕ ۸ تہٕ عالم لوٗکن ہٕنٛدی تہِ۔

حضرت بابا داوٗدؒ خاکی گٔیہِ حضرت بابا ہردی ریشی صأبس پتہٕ اٰٹھِ وٕہری وأصلِ حق۔ حضرت بابا ہردی ریشی یَس متعلق ''قصیدۂ لامیہ'' کوٚرُکھ ۹۸۸ ہجری منٛز یاں زِ ریٚش مألی صأبنہِ وأصلِ حق گژھنہٕ پتہٕ دوٚیہِ وٕہری تحریر۔۹ یتھٕ پأٹھی چھِ ریٚش مألی صأبس متعلق حضرت بابا داود خاکیؒ ہٕنٛز عینی شہادت معتبر، مستند تہٕ غأر مشکوٗک۔ پٔزر چھُ یی زِ ریٚشی مألی صأبس متعلق لیٚکھنہٕ وِزِ چھُ تمام مورخو تہٕ تذکرٕ نِگارو قصیدہ تہٕ لامیہِ ہٕک استفادٕ کوٚرمُت۔ سارِوے چھِ امہِ کھلہٕ منٛزٕ ہیٚلی تُلی متی۔

سرٕخیلِ ریشیانِ کشمیر حضرت شیخ العالم شیخ نورالدین ریشی صأبن أَس حضرت بابا ہردی ریشی ہِندِ ظہوٗرِچ خبرا کھ ہتھ وٕری بروٗنہہ دِژہٕ ۱۰۔ تہُند زہنہٕ چُھ ۹۰۸ ہجری مُشخص کرنہٕ آمُت تِکیا زِ تہندِ سن وصالچ تہٕ عمرِ شریفٕچ شہچھ چھےٚ حضرت خاکی صأبن نوٚمن شعرن منز بأوِمٕژ۔

اولین روزمہِ ذی قعدۂ ایں سال بود

ء ذکر گویان نیم شب رفتہ بہ وصلِ ذوالجلال

بود با ہفتادسالش ہفت سال وچند ماہ

سال ہائے عمرِ اوراگر شُماری باہلال

''تِم گیہٕ اللہ تعالیٰ ہٕنٛز ذکر کران کران ذی قعد رہتہٕ کہِ گوٚڈنکہِ تأریخہٕ نِصف رأژ وأصلِ حق۔ قمری حسابہٕ أسکھ امہِ ساتہٕ عمرِ شریف کیٛژ ورہتو پیٚٹھی ستہٕ ستتھ (۷۷) وٕری''۔

شیخِ دین بود اندرین کشمیر اندر عہدِ خویش

بہرِ فوتش ''شیخ دین بود'' آمدہ تاریخِ سال

''تِم أسی پننہِ وقتکی کٔشیرِ ہٕندی شیخِ دین۔ تہُند سالِ وفات چُھ شیخِ دین بوٗد'' منزٕ نیران''۔

حرف	ش	+ی	+خ	+د	+ی	+ن	+ب	+و	+د	میزان
مول	300	10+	600+	4+	10+	50+	2+	6+	4+	=986

حضرت خاکیؒ صأبن چھ ریٛش مألی صأبس متعلق لیوٚکھمُت زِ تِم أسی لوٗکن

ہۄنٛدی وتہٕ ہاوِکی ،تبلیغ دِنٕس منٛز ڈاڈ کرن وأنٛلی ،حلال رزقس ،کم خوٲہی تہٕ سۆزِمس کھٔبنٕس پیٚٹھ زور دِوان ۔ بۄچھِ ہتیٚن ، وتہٕ گتن تہٕ مسکیٖنن ہۄنٛدِ باپتھ لنگر چلاوان ۔ پانہٕ زراعت کمنأوِتھ لۄکن کھیاوان چاوان، پرٛھنن خأطرِ کران گُلی رُوان ، سُمہ کۆدل تہٕ کانٛل بناوان ، یارِ بل شیران، مسجدِ تعمیر کران تہٕ کرناوان، نمازِ پیٚنجہِ شیران۔ خأرِ عامس تہٕ خأرات دِنٕس منٛز پہل کران ۔لۄچہِ وأنٛسہِ پیٹھے رۄٗ دی نفسس خلاف جہاد کران۔ دُنیاہچن خأہشن لزژن تہٕ شہوأنیتس دُیتکھ ہٕٹہ گردم ۔زمستان آسہِ ہے یاتأپستان،روزانہٕ أسی سرِ دآبہٕ ستی سرٛان کران ۔ ذکرواذکارن منٛز أسی محو روزان ۔شہن أسی رأچھی کران۔ کفایت شعار سادگی گہٕ تہٕ صفأئی پسند أسی ۔پٹہٕ پھرن،کھدرِ ہُنٛد یزار، کأشرِ ژادر تہٕ کلُک منٛڈ اسہٕ اوس تِہنٛدتن وٕلیُن ۔ بۄٹھ،موزِ تہٕ مُسی لاگنکی پابنٛد أسی نہٕ۔ بعض اوقات أسی ننہٕ وأری پکان تہٕ بعض اوقات پُلہٕ ہور لاگان ۔ حضرت خاکیؒ چھِ مزید فرماوان زِ سارِوِے کھۄتہٕ بہتر زانن وول چھُ بس خداے،اماپۆز تِہنٛدِ (ریٚشِ مألی صأبنہِ) کلامہٕ تہٕ طور طریقہٕ تلہٕ تۆر رِفکرِ زِ تِم أسی اہلِ شہود،اہلِ قرُب ،اہلِ دیدار وتہٕ اہلِ وصال حضراتو منٛزٕ [11] بہ خاکیؒ چھس وَنان زِ بابا ہردی ریشی ٔبن فرموزِ مےٚ وُچھ ہٕ کرٕ ژلتہِ حضرت پیغمبر آخر الزمان صلّی اللہ علیہ وسلّم تہٕ تِہنٛدی یار۔ مےٚ وُچھ حضرت موسیٰؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت خضرؑ تہٕ یِمن نِش بوزُم نصیحٕ یِمن منٛز نِہ مےٚ بیٚہِ کانٛہہ تہٕ شرٛ یکھاوس۔یِم مقام بابا ہردیؒ ریشی ین پرٛأوی تہٕ یِمہ کرامأژ کرٛبکھ تِمہٕ گٔنزراونس کس چھُ طاقت ۔[12]

قصیدۂ لامیہِ منٛزٕ کیٚنٛژن شعرن ہۄنٛدی سیٚدِ سیٚوۆ د ترجمہِ کرِسانٛہن معلوٗ ماتن منٛز ہُر بر:

گر تو از خاصانِ او تعریفِ اونشنیدۂ
بشنو ایں وصفش کہ دارد برفواید اشتمال

اگر ژےٚ تہنذی تعریف چھتھ نہٕ بوٗزی مِتۍ ، بوز تیٚلہِ ، تم روزنےٚ فأیدن منٛز شأمِل ۔

ہست معلوم ہمہ یاراں کہ اورا دیدہ اند
در رُخِ نیکوئَ او از نورِ حق بود اشتعال

تمن سارِنٕے چُھ معلوم یمو تم وُچھیٚمِتۍ چھِ زِ تُہنٛد روے اوس نُورِ حق سِتۍ پربزلان"۔

مومنی اہلِ صلاح و عارفِ با اللہ بود
دوستدارِ مصطفٰی و چار یار و صحب و آل

تم اُسی عارفِ بااللہ مؤمن۔ حضرت محمدؐ ہِندی چار یارِ باصفاتہٕ آل واصحابن ہِندی اُسی دوستدار"۔

با اماماں و مشایخ معتقد بودہ بصدق
ذکرِ گُفتی ورد می خواندی ہمیشہ ماہ و سال

"امامن تہٕ مشائخن ہِندی اُسی سو ووٚنِہٕ معتقد۔ وٕرِہن تہٕ رِتن اُسی ذکر و ازکارن منٛز۔

با جماعت فرض ہا کردی ادا در پنج وقت
نیز سُنت ہا ہمہ کردی اد ابا اتصال

پاڻڇن وقتن اُسی باجماعت نمازادا کران۔ پابندی سان اُسی ساٰری سُنت ادا کران''۔

دایما کردی نمازِ جمعه و عیدین ادا
ترکِ ایں سُنت نه کردی بےضرورت ہیچ حال

''ہمیشہ اُسی نمازِ جمعہ تہٕ عیدنماز ادا کران۔ بےضرورت اُسی نہٕ ہرگزتہٕ یہٕ سُنت ترک کران''۔

نفل ہا درروز و شب کردی ادا خواندی دُعا
در مُناجاتِ الٰہی کردی از دِل ابتہال

''دوہس راتس اُسی نفِل گزاران تہٕ دُعامنگان۔ عجزوزاٰری سان اُسی مُناجات پران''۔

ہر صباحی سالہا اورادِ فتحیه بخواند
ایں یکی براستی اعتقاد اوست دال

ؤریہٕ وادن اُسی صُبحس اورادِ فتحیہ پران تہٕ یہٕ اُس یہندِ اعتقادِچ دٕلیل''۔

ذکر ہامی گُفت اما اکثر اندر ذکرِ دِل
پاس داری نفس رابس نمودی اشتغال

واریاہ ذکرواز کارؤسی کران اماپوٚزدلِہٕ چہٕ ذکرِمنزشہن رأچھ کرنس اُسی ڈٕیتھ''۔

ہوش دردم بودش و خلوت میانِ انجمن
استقامت بودش اندر نفی خاطرِ لایزال

''لا یڙالہِ سِنڌِ خاطرِ آسی نفی تہِ ھوش دردم ازکارن مڙ مستحکم۔ انجمنس مڙ آسی خلوت پڙاوان'' ۔

تن بہِ خلق و جان بہ خالق داشتی زیرا کہِ او

دم گرفتہ دمبدم می کرد ذکرِ قلب و بال

''جسم اوسُکھ انسانن بروٹھہ کنہِ مگر دِل خدایس سِتی۔ شھن آسی رآچھ کران''۔

سالہا حق راعبادت ہاے گونا گوں کرد

تاشُد اندر طاعتِ حق قدِ او مانندِ دال

''وُری یہِ وادن گرِکھ اللہ تعالیٰ سِنڑ رنگہِ رنگہِ عبادت یُو تام تِھنزِ اطاعت گُزآری مڙ قدس خم گوکھ''۔

کرد مسجد ہا بنا و نیز مہمان خانہ ہا

مقبرے ہم خوش مُرتّب کردہ بریادِ مآل

مسجدِ تہِ مہمان خانہِ کوٚرُکھ تعمیر۔ آخرتھ ژٕنٛس تھاوِتھ شیرِ کھ مقبرِ''

دادہ مصحف ہا بہ وقف و خیر جاری دوست داشت

اولاً خود خیر کردی پیش شُدی بر غیر دال

''خآرکرُن تہِ خآراتھ بآگرُن اوسُکھ ٹوٹھ۔ قرآنِ مجید آسی لوٗکن بآگران۔ گوڈٕ آسی پانہِ خآرتہِ خآرات کران اِڈ آسی لوٗکن یہِ کرنہِ باپت تآکید کران''۔

۔ علمِ تعبیر و وقایع نیک می دانست و بود

اندریں فن اندریں اوقات مِثلِ دانیال

''دانیال ؔسندی پاٹھی اُسی ییتھ وقتس منز علمِ تعبیرتہٕ علم وقایع ۱۵ زانان''۔

چوں زباں بکشودی اندر بحثِ توحید وفناہ

عالمانِ ظاہری ماندندازوے گنگ ولال

''یام تم توحیدتہٕ فنا کس معاملس منز بحث کرنہٕ باپتھ زبو مُوران اُسی، ظاہری عالمن آسہٕ زبہٕ کلان، فوراً نی اوسکھ نہٕ کینہہ''۔

حضرت باباہردی ریشی رؤ دک وارِ یہس کالس اویسی۔۱۶۔ آخر وأتی اللہ تعالیٰ سندِ یژھنہٕ ستی حضرت سُلطان العارفین شیخ حمزہ سندِس صحبتس منز۔ تمام رُوحأنی فأیدو ستی سپدِ فیضیاب۔ وَنہٕ چُھ یوان زِواریاہس کالس کھیو ونہٕ تمو ماز مگر حضرت مخدومؒ سندِس وَنہٕ نِس پتہٕ کھیو کھ ماز تہٕ سہروردی ۱۷ سِلسلس منز داخل سپدِ تھ کو رُکھ مخدوم صأبن خطِ ارشاد ۱۸ تہٕ شجرۂ پیران ۱۹ عطا۔ ییتھ کٔنی کو رتمو پننہٕ نِس حالس تصحیح۔ حضرت خاکی چھِ فرماوان:

حالِ خود تصحیح کردہ سِلسلہ نامہ گرفت

از جنابِ شیخ حمزہؒ نایبِ سید جلال

''واقعاتِ کشمیر'' تواریخس منز چُھ خواجہ اعظم دیدمری حضرت خاکیؒ یس پتہٕ تقریباً دؤنہٕ دہیہٕ وُہری لیکھان:

''آں جناب درصفر بن زوقِ خدا پرستی بہم رسانیدہ، مشغول برطریقۂ ریشیاں شُد۔ اویسی بود کہ بہ ظاہر بہ کسی انتساب نہ نمود۔ صایم الدوہر الیل تا آخر عمر گزارنید۔ در خوردی ہم مظہرِ کرامات بود...... خدمتِ مہماناں بسیار کرد...... بہ صحبتِ جناب حضرت

مخدوم العرفاء شیخ حمزہؒ رسید و بہرہ اندوزِ فوایدِ کُلیہ گردید۔ مشہور است کہ بعد عمرے بہ اشارۂ حضرت مخدومؒ گوشت خورد وراہ بہ ترقی بُرد۔ بلکہ بواسطۂ حضرت مخدومؒ داخلِ طریقۂ سہروردیہ ہم شُد و شجرۂ پیراں گرفت''۲۰

حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدوٗم صأبن کۆ رُکھ اکھ دستار، اکھ کُلاہ تہٕ اکھ جایہِ نماز، یوسہٕ وۆنتہٕ جٔنٛہٕ ہنٛز اَس، تبرٔکہٕ رٔنگی عطا۔

یک عمامہ با کُلاہ از وَے تبرُّک یافتہ
نیز یک سجّادہ کاں بود از پشمِ جمال

(حضرت خاکیؒ)

کردنِ کشت و زراعت بود اکثر کارِ او
احتیاطِ او بسی بود است در اکلِ حلال

''زمین کمناوُن اَس تِہنٛزٕ کأم۔ حلال روزی پژاونہٕ موکھہٕ اَسی سخ احتیاط ورتاوان''۔

مورخ حسن شاہ کھویہأمی چُھ تاریخ حسن کِس ترٛیٚیمِس حِصس، یتھ اسرارِ الاخیار ناو چُھ لیوٚکھمُت:

''دپان چھِ زِ سارے وأنسہِ منٛز چَھکھ اکہِ لٹہِ حضرت محبوٗب العالمؒ صأبنِس فرماونس پٔتھ ماز ژٕ ہُمت تہٕ بس۔ اللہ تعالیٰ ہٕنٛدٚن اسرارن تہٕ تِہنٛدِ فأض و برکتکی اَسی اکہ سر بہ مہر خزانہٕ۔ حضرت شیخ بابا داود خاکیؒ چھِ فرماوان زِ کینٛژ ولٕکو، یِمہٕ یِہنٛدِ شریعتہٕ نِش لاپرواہ آسنٛچہٕ، ٹھاکھ کرنہٕ آمتٚن چیزن استعمال

کرنہٕ چھِ، ماز نہ کھینہٕ چھِ، جُمعہٕ پچھ تہٕ باجماعت نمازِ ہنز پابندی نہ کرنہٕ چھِ کتھ
یمن لُکن لأ گتھ تھاوِمژ چھےٚ۔ تمہِ چھےٚ محض بوستان تہٕ ٹکو لأ گتھ تھاونہٕ آمژ۔
مُستی تہٕ حال غألب یِنہٕ کنہٕ ہرگاہ گوڈٕ یُتھ کینٛہہ سپُد مُت تہٕ آسہِ، سُہ چھُنہٕ
تأجبس لایق۔ اماپوٚز زینٛلہِ مشائخن ہنٛز پٔتھی پتہٕ تژ ووٚکھنہٕ کانٛہہ تہٕ سُنت'' ۲۱

حضرت بابا ہردی ریشی یم ۹۸۶ ہجری بمطابق ۱۵۷۹ ءوأصلِ حق سپدٕی،
سُند مراز شریف چھُ اسلام آباد قصبس منٛز ازتہٕ مرکزِ فیضِ عام۔ اتہٕ چھےٚ عام لۄکن،
مریدن تہٕ معتقدن ہنٛز رُج لگتھ آسان تہٕ یہ سلسلہٕ چھُ ۴۴۷ ہوٗ رِیو پٔتھہٕ جأری۔ یمو
کٔرے بے شُمار لۄکن راہِ حقس کُن رہنمأیی، اہند بن خلیفن منٛز چھِ واریاہ تھدِ پایکو
رینٛش شأمل۔ شیخ محمد سعید فرزند حضرت بابا داؤ دخاکی (مدفن آستانہٕ حضرت بابا ہردی
ریشی اسلام آباد) بابا نمی ریشی (مدفن سابقہ عیدگاہ اسلام آباد) بدرالدین ریشی (مدفن
دیالہٕ گام) اللہ داد ریشی (مدفن ویٚجہِ بیور) خواجہ مسعوٗد پانپوری، اہلہ ریشی، بابا صالح
آہنگ، زونی ریشی، ارُہ ریشی تہٕ شگہٕ ریشی بیترِ۔ حضرت ریشیؒ سنٛز وار یاہ کرامأژ چھےٚ
مشہوٗر ۲۲۔ پرٛتھ ؤری یہ چھُ ذی قعد رہتہٕ کہِ غوٗرٕ پانٛژن دوہن اوہند عُرس سبٹھاہ
عقیدتہٕ احترام کیو اہتمام سان مناونہٕ یوان۔ وُہرِ ؤری یس چھُنہٕ اہندس آستانس
پٔتھ درود وازکارن تہٕ اورادِ فتحیس ژھٔہن آسان تہٕ وورسس دوران چھُ امیک زیادٕ ے
اہتمام سپدان۔ مرازٕ کرٕ لۄکھ چھِنہٕ وورسہٕ کِبن پانٛژن دوہن رینٛش مأکو صأبنہٕ احترام تہٕ
عقیدِ پُژھی ماز کھیوٚ وان۔ کینٛہہ چھِنہٕ ستن دوہن تام تہٕ ماز کھیوٚ وان۔ عقیدت مند چھِ
مناقب پران۔

چون چُھم داغِ غلامی بہ جگرس یاریشی
خاکِ پایس بہ وَندے سینہٕ دُوسر یاریشی
از تو اسلام چُھ بافتح وظفر یاریشی
سیرِ غائبی تو ہۄِ نش علمِ خبر یاریشی

دردو عالم اسہِ بس چانٔی نظر یاریشی
معتقد اہلِ وفا چانٔی لبن حال صفا
واہ مرہم تہٕ دوادأ دِکۍ لدن خاکِ شفا
مقبرس برونٹھ کِنے حال وَنے اے شاہا
یس نہٕ پژھ آسہِ تٔمس پانہٕ پٔزن واتہٕ جفا
دردو عالم اسہِ بس چانٔی نظر یاریشی ۲۳

(عبدالاحد ناظم)

☆

۔حوالہٕ تہٕ حاشیہٕ:

۱: ''مشہوٗر است کہ از قبیلۂ آہنگران بود'' واقعاتِ کشمیر، رشید تاثیر چھِ اولیائے کشمیر جلد: ۔۔ کِس صفحہٕ نمبر ۳۰۱ کِس حاشیس پیٹھ لیکھان ''حضرت بابا ہردی ریشی ۲۹ رجب ۹۰۹ ھ بروزِ جُمعہ موضع کاونی اَنچ جواب اسلام آباد کہلاتا ہے، میں شیخ عبداللہ جو پیشہ کے لحاظ سے لوہار تھے، کے ہاں تولّد ہوئے''،

۲: ''اسلام آباد سریہٕ ہُند پرٛون ناو چھُ اَنچ ۔ابوالفضل چھُ آئین اکبری منٛز اتھ یوٗ ہے ناو لیکھان۔ سریہٕ نکھٕ چھُ ''انچ ڈوٗر'' یعنی سہٕ ڈوٗر یُس انچ سریہٕ نکھٕ چھُ۔''انچ سرے''(اسلام آباد)۔ یتھ بالہٕ دامنس تل بُستھ چھِ تتھ چھِ انچ ٹیپ ونان۔ یہٕ ٹیپ لفظ چھُنہٕ انگریزی لفظ ٹِپ (Tip) بلکہٕ ٹیپ۔ ٹیپ چھِ وسطِ ایشیاہٕ ایرانس منٛز بالن، ٹینگن ونان مثلن۔ ٹیپ ہسار(ایران)۔انچ لفظُک معنہٕ چھُنہٕ ہُوٗ د، یوٗ تام تہٕ اَسی یہٕ ''اناہِتا''لفظس سٟتی واٹو۔ اناہِتا چھےٚ زرتشتی بن ہنٛز آبُچ دیوی۔اسلام آباد چھُ پنہٕ ہن ناگن، چشمن، (گرم وسرٕ د دونہٕ وٕ ے) لوکچہن بجن کولن ہنٛدِ باپتھ سارے کشیرِ منٛز مشہوٗر۔لہٰذا اَس یہٕ جاے اناہِتا دیوی ہنٛدِ ناوٕ چ ژٕرِ ے پہن حقدار۔صوتیات کو اصوٗلو حسابہٕ ہیکہٕ اناہِتا وقت گُزرنس سٟتی انچ بٔنتھ۔نقدِ شعر۔ص: ۹۸۔مصنف۔ڈاکٹر گلشن مجید۔وٗری:۱۹۹۱۔ پبلشر :مصنف۔

۳: ابوالفضل ''آئین اکبر'' ہُند مولف۔

۴: اولیائے کشمیر جلد۱:کلچرل اکیڈیمی۔ص ۲۴۳۔مقالہٕ :حضرت بابا ہردی ریشی ۔ مقالہ نگار پروفیسر غلام محمد شآد۔

۵: اولیائے کشمیر، جلد۱:۔کلچرل اکیڈیمی۔ص:۲۴۲۔مقالہٕ نگار: پروفیسر غلام محمد شآد۔ بیان اللّسان

۔ص:۸۴۹۔

۶: یہِ حوالہِ تہٕ چُھ پروفیسر غلام محمد شادٕ سٕنٛدِ مقالہٕ منٛز۔

A Dictionary of Urdu , classical Hindi & English. By

John. T. Plates

Oxford University, London 1974 مملوکہ: پروفیسر غلام محمد شاد۔

۸: ''ہدایت المخلصین'' ناوٕ تذکرس منٛز، یُس حضرتِ حیدر باباتُلہٕ مُلی صأبس سٟتۍ منسوٗب چُھ۔ منٛز تہٕ چُھ درٕج زِ حضرت ریش مألۍ صأبس اوس ''حیدر'' ناو، یُس نہٕ فصاحت چہِ کِنۍ کِنۍ لوٗکن زبِ کھوٗت تہٕ لوٗکو ہیوٚت تمن گوڈٕ ''ہیدی'' تہٕ پتہٕ ''ہردی'' وَنُن۔ اولیائے کشمیر جلد:ا،ص:۲۴۲۔

۹: مورخ حسن شاہ کھویہامی چُھ ''اسرار الاخیار'' یاں زِ تاریخِ حسن، کس ترٛیِمِس جلدس منٛز کشیرِ ہِندِ بن ریٚشن ہُندٕ تذکرٕ ترٛن حصن منٛز کوٚرمُت، یِمن تِمۍ طبقہٕ چُھ وَنمُت۔ گوڈنِکس طبقس منٛز چھِ شامہٕ بی بی پٹھٕ تُندٕ نُژنہٕ تام ۱۳ ریٚش، دوٚیمِس طبقس منٛز حضرت شیخ نورالدینؒ ریشی صأبس پٹھٕ بابا جواہرالدینس تام ۱۱۵ تہٕ ترٛیِمِس طبقس منٛز حضرت بابا ہردی ریشی صأبس پٹھٕ حضرت شیخ احسن لارویس تام ۲۶ ریٚش۔ ترٛیِمہٕ طبقہٕ کین ریٚشن منٛز چھِ اکثر حضرت بابا ہردی ریشیؒ سٕندۍ خلیفہٕ تہٕ مرید۔

۱۰: حضرت بابا داود خاکیؒ نے سلطان یوسف شاہ چک کے بابرکت دور ۹۸۸ ہجری میں اپنی دوسری تالیف قصیدۂ لامیہ میں بھی سلطان یوسف شاک کے والد سلطان علی شاہ چک اور اس کے فرزندوں کی توصیف و تعریف کی ہے۔ ان دونوں باپ بیٹوں کا بابا ہردی ریشی کی صحبت میں عقیدت کے ساتھ حاضر ہونا اور ان سے نیک دُعا کرنے کی التماس کرنے کے بارے میں چند اشعار ملاحظہ

ہوں:

والیِ دوراں علی شاہ دوستدارِ صالحاں   پؤرِ او شہزادہ یوسف شاہ باجاہ وجلال

ہر دو ایشاں صحبتِ ایں پیر را دریافتند   ہر دو کردندے دعائے خیر خود از وے سوال

اور دُعا گُفتے و ایشاں رامبارک آمدے   ہمدریں اشفاق ایشاں کرد از یں جا ارتحال

از پے تحریرِ ایں نسخہ غریب ناتوان   گُفت ذکرِ زاہداں اولیٰ بود تاریخ سال

''ذکرِ زاہداں'' کے حروف کی قیمت بحسابِ ابجد ۹۸۸ ہجری بنتی ہے۔یعنی قصیدۂ لامیہ جناب بابا داود خاکی نے ۹۸۸ میں تالیف کیا ہے''۔ ماخوذ: قصیدۂ غسلیہ مولف بابا داود خاکی۔ ترتیب وتدوین: غلام رسول بٹ۔ص:۱۳۔۱۲۔سالِ اشاعت:۲۰۰۲ء۔محکمۂ لائبریز ریسرچ اینڈ پبلیکشن۔

حرف	ز	+ک	+ر	+ذ	+1	+0	+د	+ا	+ن	میزان
مول	7	20+	200+	700+	1+	5+	4+	1+	50+	988=

۱۱: حضرت شیخ نورالدین ریشیؒ سُنْد سالِ وفات تہٕ سالِ وصال چھِ مختلف مورخو مختلف لیٚکھۍ مٕتۍ۔ تاہم چھِ اکثر مانان زِ تِم سپدی ۶۳ؤری عمر شریف گُذٲرِتھ ۸۴۲ھ منز وٲصلِ حق تہٕ یتھٕ پٲٹھۍ چھُ یُہٕنْد سالِ ولادت ۷۷۹ھ۔ ہردی ریشی ہٕنْدِ ظہوٕرٕچ خبر دِنٕچ کتھ چھےٚ صاحب واقعاتِ کشمیرن تہٕ لیٚچھمٕژ۔

۱۲: ''اہلِ شہود گۓ تِم حضرت یِم پروردِگارِ کرٕمس کأمِل پأٹھۍ دِلس منز رٕٹِتھ آسن تہٕ تُمۍ سٕے ہٕتۍ روٗ زِتھ آسکھ ازحدل لول تہٕ مأے تسٕنز دِلس منز یِژھ نہٕ بیٚیہِ کُنٕہ آسکھ۔اہلِ قرب، یاں زِ حققیت لبن وألۍ حضرات، یِم اللہ تعالیٰ ہس نکھٕ واتن وألۍ چھِ آسان۔اہلِ دیدار، بأطنی کمال پرأوِتھ اللہ

تعالیٰ سٕندِ نوٗرُک دیدار کرن وأنٕلی حضرات۔ اہلِ وصال یاں زِ تِم حضرت یِمن اللہ تعالیٰ ہس سٟتی عشق آسنہٕ کِنہٕ ذوق وشوقٕک اکھ سُہ واتھ آسہِ یتھ منٛز تِم ہمیشہٕ بنٛد آسن تہٕ بێیہٕ آسکھ نہٕ امہِ ورأے کُنٛہ خبر"۔ تاریخِ حسن جلدِ:۳، ترجمہٕ کار: پروفیسر شمس الدین احمد۔ ص:۱۰۹۲۔ کلچرل اکیڈیمی۔

۱۳: تاریخِ حسن جلد:۳

۱۴: نفی: انکار، نابودی، تفوٗس منٛز بشری صفت نہناوٕنی۔ لاگوٗ وسارِ گُے نفی تہٕ الا اللہ اثبات۔ ہوش دردم: باخبر روزُن یُتھنہٕ کانٛہہ شُہہ غفلتس منٛز راوِ۔ خلوت درانجمن: نێبری کِنہٕ لُکن سٟتی مگر أنٛدری کِنہٕ اللہ تعالیٰ ہس سٟتی۔

۱۵: تعبیر (ت ع: بیر) بیان کرنا۔ خواب کے معنی بتانا۔

وقایع: (وَقا، اِع) وقیعہ کی جمع۔ اونچا درجہ۔ پُزٕ شێچھ خبر وٕنٕنی۔ (فرہنگِ عامرہ)

۱۶: اویسی: طریقت کِہن سِلسلن منٛز چھِ حضرت اویس قرنیؓ سٕندِس سِلسلس اویسی سِلسلہٕ وَنان)اویسی چھِ تس وَنان یێمِس نہٕ پیر کۄ رمُت آسہِ تہٕ یس حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلمن ہنٛز پأروی کرنہٕ کِہ برکتہٕ سێدٕ سیوٗد اللہ تعالیٰ سٕنٛزِ بارگاہِ پێٹھ فأض آسہِ وۄتمُت۔

۱۷: تصوف کِس پزٕ بتھ سِلسل چھِ پٕننٛی طریق تہٕ پزٕ بتھ سِلسلُک مقصد چھُ اللہ تعالیٰ سُنٛد رضا ژھانٛڈن تہٕ معرفت الٰہی حاصِل کرُن۔ حضرت ابوحفص شہاب الدین عمر سہروردی سٕندِس وجہٕ دِس أنٛز مێتِس تصوف کِس سِلسلس چھِ وَنان سہروردی سِلسلہٕ۔

۱۸: یێلِہ مُرشد سٕندِس تربیتس تل کانٛہہ طأٔلب مکمل سپدِ، مُرشد چھُ أمِس سند یا خط لیکھِتھ دِوان یتھ منٛز عارفِ کامل آسنُک تصدیق چھُ یوان کرنہٕ۔ اتھ چھِ خطِ ارشاد وَنان۔

۱۹: مشایخن ہُنٛد طریقہٕ چھُ یہِ زِ تِم چھِ پننہِ سلسلۂ سلوک کِہن پیرن ہُنٛد شجرۂ یێمِیک سِلسلہٕ حضرت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلمن تام واتان چُھ، مرشدس نِش حاصِل گرِتھ سُہ باضأبطِ اہتمامہٕ سان خفتن نمازِ پتہٕ تیمیک گردان کران، یوٗ ہے چُھ شجرۂ پیران۔ وُچھِو شرح ریشی نامہٕ لامیہ مملوٗ کہ: پروفیسر غلام محمد شاد۔

۲۰: واقعاتِ کشمیر، خواجہ اعظم دیدمری۔

۲۱: تاریخِ حسن جلد:۳۔ کأشُر ترجمہٕ: پروفیسر شمس الدین احمد۔ ص:۳۲۷۔

۲۲: کرامت: کأنسہِ وٕلی سٕندی دٕسی عادتہٕ بدوٗن کأنہہ کأم سپدٕنی۔

کرامت: نوازش، بزرگی، بخشش، (فرہنگِ عامرہ)

یتھ مضموٗنس منٛز آونہٕ ریٚش مألِ صأبنین کرامأژن ہُنٛد ذکر کرنہٕ۔

۲۳: کلیاتِ ناظم۔ ترتیب: پروفیسر غلام محمد شاؔد

خاص اظہارِ تشکُر: قبلہ پروفیسر غلام محمد شاد صأبن چُھس بہٕ بصد احترام شُکر گُزار زِ تُہنٛدِ بہلہِ پایہِ، عألمانہٕ تہٕ محققانہٕ مقالہٕ نِش سپُزم نہٕ صرف تحریک حاصِل بلکہِ کوٚرُم موادٕ رٕنٛگہٕ تہٕ تمیُک استفادٕ۔ ریٚش مألِ صأبس متعلق اردو زبأنی منٛز تِہنٛدِ لیکھنہٕ آمُت یہِ مقالہٕ سپُد میأنہِ باپتھ وَتہٕ ہاوُک ثأبت۔ (آتش)

☆

کتاب نامہٕ:

۱۔ اولیائے کشمیر، حصۂ اول۔ ۱۹۹۸ء۔ پبلشر کلچرل اکیڈیمی۔ نگراں محمد یوسف ٹینگ۔ مدیر: محمد احمد اندرابی، معاون: محمد اشرف ٹاک۔

۲۔ قصیدۂ لامیہِ۔ حضرت بابا داود خاکیؒ، مملوٗ کہ: پروفیسر غلام محمد شاد۔

۳۔تاریخِ حسن موسوم بہ اسرار الاخیار، حصۂ سوم ۔کاشُر ترجمہٖ : پروفیسر شمس الدین احمد۔ ناشر: کلچرل اکیڈیمی۔
۴۔واقعاتِ کشمیر، مولف: خواجہ اعظم دیدہ مری۔ قلمی نوسخہٖ مملؤ کہٖ۔عبدالرحمان کوندو۔
اردو ترجمہ: پروفیسر شمس الدین احمد۔ ناشر: کلچرل اکیڈیمی۔
۵۔ریشی نامہ مُلا بہاؤالدین (قلمی نسخہٖ) مملؤ کہ: غلام نبی آتش
۶۔باغِ سلیمان (نامکمل قلمی نسخہٖ) مصنف: میر سعداللہ شاہ آبادی۔ مملؤ کہ: غلام نبی آتش۔
۷۔قصیدۂ غسلیہ ۔مصنف: حضرت بابا داود خاکیؒ ۔ترتیب تہٖ تدوین: غلام رسول بٹ۔ پبلشر :محکمہ لایبریز اینڈ ریسرچ حکومتِ جموں وکشمیر۔۲۰۰۲۔
۸۔کلیاتِ عبدالاحد ناظم ۔ترتیب وتدوین: پروفیسر غلام محمد شاد۔ ناشر: کلچرل اکیڈیمی۔
9: تذکرہ اللعارفین ۔مولف: حضرت بابا علی رینہ۔ قلمی نسخہ۔ مملؤک عبدالرحمان کوندو۔
۱۰۔تقدِ شعر......گلشن مجید۔

☆☆

محمد عبداللہ منتظرؔ

بابا نصر الدین......حضرت شیخ سُنٛد یارِ دوم

کٲشرِ ہِنٛدی وٕلی کٲمِل حضرت علمدار کشمیرؒ یِمن ہِنٛز یٛژھ تہٕ پٔژھ تمام مُسلمانن، ہنٛدٕ بن، سِکھن بامے گُنہِ تہِ فرکس ہٕنٛتی تعلق تھاون والین لۆکن یِم زن اتھ دربارِ عٲلیس پیٹھ حٲضری دِوان چھِ۔ حضرت شیخ چھِ ریشی سِلسلک بلند پایہِ مقام تھاوان وٕلی کٲمِل۔ یِم رٕوٗدی بہن وٕری ین کیموہ کِس غارس انٛدر رخداے بُزرگہٕ ہٕنٛز عبادت کران تہٕ اتھ جایہِ مُقامس پیٹھ سپُد یِہُنٛد یارِ اول حضرت بابا بام الدین صٲب مشرفِ اسلام تہٕ پیرِ کٲمِلس پیٚو واتھ جایہِ دۆیمس یارٕ سُنٛد طلب تہٕ کۆر رُکھ اللہ تعالیٰ ہس کُن رجوتہٕ دست بہٕ دُعا سپُد۔ یہِ دُعا سپُد قبول تہٕ امہِ پتہٕ سپُد بابا نصیرالدین صٲبس ہٕنٛتی ملاقات، یِمن اٚسی نصر راتھرونان۔ یِم سپٕدی لوکچارس انٛدر رسبٹھاہ علیل بیمار، مٲلۍ ماجہِ کۆر رُکھ علاج معالجہٕ مگر یِم سپٕدی نہٕ ٹھیک۔ بلکہِ رٕوٗدی دوہ کھوتہٕ دوہ علیل سپدان۔ اکہِ دوہہٕ گٔیہ یِم بیمارِ ہِنٛدِس حالتس منٛز بے ہوش تہٕ بے ہوشی انٛدر آو یِمن آرام تہٕ خوابس انٛدر گۆو یِمن حضرت شیخ کامِلن ہٕنٛتی ملاقات تہٕ یِمن ہٕنٛتی وُچھِکھ واریاہ صاحب۔ پُرژھہکھ تُہی کم چھُوٕ تہٕ بیٚیہِ پیرِ بُزرگ کُس چھُ۔ یِمو فرماوُکھ اٚسی چھِ ریشیانِ کشمیرتہٕ پیرِ

کأمِل چُھ سون سردار یہِ چُھ کیموہ کِس غارس اندر تشریف تھأوِتھ تہٕ خداے بزرگہٕ سٕنز عبادت کران تہٕ ستی أسی سارِنے یتھے کٕنٛز بندگی کرنٕک تلقین کران۔ یہِ بوٗزِتھ سپُد بابا نصرالدین سٹھاہ خوش، دِلس میوٗلُکھ تسکین، یمن بزرگن وٚونُکھ یہِ تہِ یمہٕ ہاتوہہِ ستی۔ یہِ وَنان وَنان سپُد ہُشیار، یتھُے ہُشیار سپُد تہٕ یہِ سورُے واقع کوٚرُکھ پننہٕ نِس بابہٕ صأبس بیان۔ بابہٕ صأبن تُل بابا نصرالدین امی ساتہٕ تہٕ واتہٕ نأوِکھ پیر کأمِلس نِش۔ پیر کأمِلن فرموٗنس کیا چھُوٕ ناو۔ بابا نصرالدینن وٚون پیر کأمِلس مےٚ حضٕ چُھ نصرو نان، فرموٗہس ذات کیا چُھوٕ، واپس وٚونُکھ جواب ''راتھر''۔ شیخہِ پا کو وفرموٗس راتھر کیا معنی گوٚو، واپس وٚونہٕ ہس راتھر چھِ پہلوانس وَنان۔ شیخ چُھکھ فرماوان پہلوأنی ہکیوٕ کٔرِتھ، بابا نصر چُھ جوابس منٛز وَنان تُہنٛز مہربأنی، فرموٗہس کیا تکلیف چھُوٕ توہہِ باسان۔ حضرت مےٚ چُھنہٕ غذا کھٕین بنان، اگر کھٕوان چُھسٕ ستی چھِ قے سپدان۔ یتھہِ کٔنٛز کٔرِکھ پیرِ کأمِلن نظرِ کرم تہٕ بابا تاج صأبس فرموٗکھ۔ تیمِس سأئِلس أنیو بتہٕ، یمو حضرتواوٚن بتہٕ تھالہٕ، یہِ سورُے بتہٕ تھالہٕ چھِ بابا نصرالدین کھٕوان تہٕ یمن آو یہِ غذا کھٕبتھ آرام، آرام کرنہٕ پتہٕ سپُد بیدار تہٕ یمن باسیو ویم چھِنہٕ زٕہنٛز بیمار أسی مٕتی۔ امی ساتہٕ بنٛے پیرِ کأمِل سٕنٛدی مرید تہٕ کوٚرُکھامہِ کتھِ ہُنٛد ارادٕ زِ أسی روزو پیر کأمِلس ستی ستی۔

پیرِ کأمِلو تھوو بابا نظرالدین پننہِ لنگر خانٕک انتظأمی تہٕ یہِ سلسلہٕ روٗدٕ واریاہس کالس جأری مگر کینٛہہ وقت گٔذرنہٕ پتہٕ باسیو بابا نصرالدین صأبس زِ یم چھِ محتأجی ہُنٛد غذا کھٕوان تہٕ پیرِ کأمِلس کوٚرُکھ عرض أسی گرٕھو پٔنٛن گرٕ۔ پیرِ کأمِل أسی کشف و کراماتکی مألِک، یمو فرموٗہس پأنس تام چھُوٕ۔ یتھہِ کٔنٛز چھِ بابا نصرالدین گرٕ گرٕھان،

یُتھے یِم گرٕ واتان چھِ یِم چھِ سخت بیمار گژھان یِم چھِ واپس حضرت علمدار کشمیرٕ سنٛدِس دربارس اندر ریِوان۔ شیخ چُھکھ فرماوان (یِی مالہِ ووَکھ تی مالہِ لونکھ......ووَکھ نَے تہٕ لونکھ کیا)۔ نصرٕ، ذرا کر حرکت، ساسہٕ بڑٕ روپیہِ کرن نہٕ کینٛہہ، یہِ سورُے چُھ ناپایدار بلکہِ چُھ خأیِلس عبادت کرٕنۍ ہمیشہٕ پوشہٕ وِنۍ تہٕ یاوَر۔ بابا نصرالدین چُھ پیرِ کأمِلس سٕبٹھاہ زأری کران تہٕ پیرِ کأمِل چُھکھ نظرِ نگاہ کران۔ بابا نصر چھِ امی ساعتہٕ بیمارِ نِش رہا سپدان۔ اَمہِ پتہٕ روٗدی سأری سٕے وأنسہِ شیخہٕ پاکن ٕستی دوش بدوش۔ شیخہٕ پاکو دِیُت بابا نصرالدینس خلوت روزنُک اجازت۔ یتھ منٛز یمن غذا دوٕ رۆستُے چاے تہٕ سۆت۔ یتھ کنہِ نفس کشی کرنہٕ ٕستی روٗد بابا نصرالدینس عرفان حأصِل کران۔ پیرٕ کأمِل روٗدی تبلیغی دورٕ کران۔ یتھ منٛز اکثر بیشتر بابا نصرالدین ٕستی ٕستی آسان۔

أخری مقام۔ یتھ جایہِ پیرِ کأمِل واتان چھِ فرماوان چھِ باب نصرس۔ یتھ جایہِ کیا چھِ ونان، بابا نصرِ چھُس جوابس اندر رونان "پیرٕ یتھ جایہِ حض چھِ ژارونان"۔ وولہٕ بازوٗہ ٕتی پیار۔ بابا نصر چھِ سٕبٹھاہ غمگین گژھان ونان چھِ پیرٕ مےٚ ترٛاوتہا۔ پیرِ کأمِل چُھ تسلیم کران تہٕ فرماوان، "ہرگز نہٕ"۔ کرامتُک کمال چُھ یہِ زِ یتھ جایہِ آستانِ عالی چھُ یعنی روزہ شیخ نوٗرالدینؒ روٗ برٛوٗ چُھ بابا نصرالدین صأبُن مقبرٕ شریف ژارٕ شریفس اندر۔

بابا نصرالدین چھِ خاص مریدن اندر رشُمار تِکیا زِ یم چھِ سٕبٹھاہ لوَکٹ پیرِ کأمِل سنٛدِس دربارس اندر یعنی لوکچارٕ پیٹھے فأز حأصِل کران تہٕ أخری وقتس تام چھِ خدمت کران۔

بابا نصرالدین چھِ پیرِ کأمِلس قدم بہ قدم ٕستی ٕستی آسان۔ نوٗرٕ نامہٕ کہِ حوالہٕ

چُھس یہٕ ضرۆری وَنُن یژھان زِ ییٚلہِ پیٖر کأمِل سبٹھاہ کمزور چُھ سپدان بابا نصرالدین چھِ پیٖرس پایَن تل روٗ زِتھ رات دوہ حأضر روزان تہٕ خدمت کران۔ اومۆ جب چُھ بابا نصرالدین سیرن محرم، تۄ کِنٛز ٹوٹھو وشیٖخ کأمِل ٹأٹھس مُریدس زیادٕ ے تہٕ بخشنس عرفان۔

تۄ کِنٛز چھِ دانا ے راز فرماوان ''خدمت چھِ عظمت''۔

اکثر بیشتر اُسی مرید صالح بابا نصرالدین گاہے سوالکہ تہٕ جوابکہ منتظر روزان۔

چنانچہ فرماوان بابہٕ نصر پیٖر کأمِلس:

نصر الدین بابا چُھ سوال کران ۔؟

داتہٕ بتہٕ شرپہٕ نہٕ أتن تہٕ رونن

داتہٕ بتہٕ کران چُھ پلَن سۆر

کلامِ شیخ العالمؒ ---جواب دوان

داتہٕ بتہٕ چُھے نۆرُک طبق

داتہٕ بتہٕ کر ابق کھیٚے

داتہٕ بتہٕ چھے گورِ سُنٛد سبق

داتہٕ بتہٕ کھبتھ مرتبہٕ پیی

ترجمہ: ریشی غذا نُور کے مانند ہے۔ ریشی غذا بے خبر انسان کھا نہیں سکتا۔ ریشی غذا کھانا اصل میں مُرشد کا حُکم ہے کیونکہ یہ غذا کھانے کے بعد آدمی کسی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

بابا نصرالدین سوالؒ

گر گر أکس تاج لاگن سرس گرِ کوٚر رسولِ خدایںؑ ہرس ٹوٹھوو
گر گر اکھ موٚت آسہِ روزگارس یوٚت سُہ نظر کرِ توٚت سُہ ووتو

جوابِ شیخ العالمؒ:

پانے کوٚرُم ووٚنی کس خیزہ اَمہِ دانبرِ مورُس نیژ دِتھ
ژجاس دوٗر اوٚنس گاٗرِتھ ووٗر ہُکمنہِ برِتھ رَٹتھ
واللہ ژمس پلاہ توٗلِتھ با اللہ تنہِ چُھس شِہلتھ کت

حضرت شیخ جوابن فرماتے ہیں بابا نصرالدین کو جو میں نے خود کہا ہے۔

لہذا اس کا ذمہ دار دوسرے کو کیسے ٹھہرا سکوں۔ گھر کے اس چولہے نے مجھے دُنیاوی خواہشوں میں مُبتلا کر دیا یعنی پیدا ہونے کے بعد میں نے عقبٰی کا خیال نہ رکھا۔ دنیاوی زندگی کو گلے لگایا، یہ خود میری اپنی غلطی ہے۔ لیکن جب میں اس راستے سے الگ ہوا تو پھر اسی راستے نے مجھے ڈھونڈنا شروع کیا کیونکہ میں نے اپنے نفس کو دُنیاوی خواہشوں سے دور رکھنا چاہا۔ جب نفس نے ضد کیا میں نے پتھر سے نفس کو مار ڈالا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے اب آرام کی زندگی گزار رہا ہوں۔ اس کے بعد بابا نصرالدین حضرت شیخؒ کی مرضی اور اجازت کے بغیر اپنے گھر چلے جاتے تھے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد بہ حالت علالت میں واپس نصرالدین کو حضرت شیخؒ کے دربار میں آ کر معافی طلب کرتے ہیں۔

آخر میں بابا نصرالدین کو فرماتے ہیں:

نصر بابہِ پان پٔشر جان آفریٖنس

توہ ۂتۍ ژَلی أپنٕس مَل
دوہ یۆد گُزارکھ وَدنٕس تہٕ ریونٕس
توٕ حضرت رَٹی سپنٕس تل

حضرت شیخؒ اپنے خلیفہ بابا نصر الدین کو مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ اے بابا نصر الدین اپنے آپ کو اللہ پاک جل جلال کے سپُرد کرو اس سے تمہارے دل کا آئینہ صاف وشفاف ہوگا۔اگر تو دِن رات اس کی بارگاہ میں عجز وزاری کرتا رہے گا تو تمہاری پرورِش رسول پاکؐ کے سایہ میں ہوگی۔اور کامِل ایمان سے رستہٕ گار ہوجاؤ گے۔

بابا نصر الدین أسی علمدارِ کشمیر ۂنزِ حیأتی منز یہنٛدِ انتظامیٛک لوح لنگر سنبھالان۔تِم أسی سٮ۪ٹھاہ خوش قسمت زِ جوأنی منز میۆل تِمن پیٖرِ کأمل ۂنٛدِس صحبتس منز روزنُک موقع، یٮ۪مۍ ۂتۍ یِمن پوٗرٕ رہبری روٗزٕ سپدان۔تِم روٗدۍ پیٖرِ کأمِلس ۂتۍ أخری دمس تام تہٕ بنٛیہِ أسی یہنٛدِ انتظأمِکی آخری سجادٕ نشیٖن۔

بابا نصر الدین سُنٛد انتقال سپُد ۸۵۰ ہجری یس منز تہٕ یِم آیہِ علمدارِ کشمیر حضرتِ شیخ العالمؒ ۂنٛدی ہٕے مقبرس منز دفن کرنہٕ۔

☆

سید اختر حسین منصور

کأشر شأعری تہٕ جمالیات......بحوالہٕ مرثی

اللہ تعالیٰ چھُ قرآنِ کریمس اندر فرماوان: یہِ کینژہ اہ روئے زمینس پؠٹھ چھُ سُہ دِیُت اسہِ اَمِچ زیٖنت قرار (الکھف:۷)۔ أتی چھُ باور سپدان زِ کاینات چھُ جمالہٕ سِتی بٔرِتھ۔ اماپوٚ زیہِ بدِ کڈُن، اَمِچ پرکھ کرٕنۍ تہٕ امیُک لحاظہٕ کرُن چھُ بٔڑ مٔنگان۔ ہر کانٛہہ شخص چھُ پننہِ بٔرِ تہٕ طلبہٕ حسابہٕ جمألی أنکۍ عکس ڈیشان۔ ووٚنۍ گوٚو جمالُک کمال حدوٗ دن اندر قأیم کرُن چھُنہٕ کُنہِ تہِ حالہٕ ممکن۔ یوٚ تام جمال کِہِن تعریفن ہُنٛد تعلق چھُ اَمِچ چھُنہٕ از تام کانٛہہ تہِ مکمل صورت علم وادبہٕ کِس کنواسس پؠٹھ ووتلأوِتھ درینٛٹھی یِوان۔

دُنیا کِہن ورگہٕ ورگہٕ مأہرن، مفکرن تہٕ دأنشورن ہِنٛدی امہِ حوالہٕ بیان چھِ ہأوِتھ دِوان زِ حُسن، اَمِچ مأہیت تہٕ فطرت۔ فطرتُک جلال تہٕ جمال تہٕ منس سِتی اَمِچ وابستگی، زندگی تہٕ حسنُک آرٹ پرکھن، انسأنۍ وجوٗدُک کاینأتس سِتی تعلق پرٛزنن تہٕ کھوچہِ کھألُن۔ تخلیقِ فطرتُک رُوح پرٛزناونکۍ سٔنٛز تہٕ سامانہٕ کرٕنۍ چھِ جمالیاتکہِ منظر نامکۍ عُنصر۔ عالمی ادبہٕ کہِ مطالعہٕ حوالہٕ چھِ جمالیات بیوٚن بیوٚن قسمہٕ کہِ حُسنُک احساس اِدِ سُہ فطرت أسِن یا زندگی تہٕ بندگی ہِنٛدس کُنہِ تہِ شعبس سِتی تعلق أسِن تھاوان۔ سُہ فن أسی

تن یا عملی تۆأریخ اُسی تن یا ادب، علم اُسی تن یا عقل، سیاست اُسی تن یا معاشرت، تمدُن اُسی تن یا مذہب یا خدائی تخلیقُک بیٚیہِ کانٛہہ شعبہٕ اُسی تن یا وَنوبہِ زِ کانٛہہ شے چھنہٕ جمالیٲتی فِکر ہٕنٛدِ لحاظہٕ نبر تہٕ یہِ چھُ امکانٛی سرحدو نبر زِ کانٛہہ کیاہیٚکہِ پرٛتھ شیہِ تہٕ عملہِ ہُنٛد جمال پننہِ فکری اٗنہٕ عکسأوِتھ۔ عام فہم زبانٛی ہٕنٛدِس ورتاوس منٛز ہکو ییٚ وٕنِتھ زِ جمالیات چھُ حسنٕچ یا جمالٕچ ذکر تہٕ حُسن یا جمال گۆو تہِ یہِ زِ اسہِ خوش کران یا کہ یہ اسہِ رُوحس تسکین، نظرِ فرحت تہٕ وَچھس مُستی ہٕنٛز کیفیت چھِ بخشان۔ امہِ حوالہٕ چھِ کاشرِ ادبُک معتبر ادیب تہٕ قلمکار پروفیسر مشعل سلطانپوری یِمہِ انمانہٕ باوتھ کران:

''جمالیات چھِ اکھ علم یٚمیُک موضوع حُسن، سوٛنٛدرتہٕ لطیف فنن منٛز مأری منٛز رژھارنٛچ ہوٕدِ ہرچھےٚ، ساہِ اظہارس منٛز ونو زِ جمالیات چھِ جمال بدِ کڈُن، پرکھاوُن تہٕ امیُک فلسفہٕ گاشروان۔ حالانکہ اگر پایہِ بڈٕ ہن، مُفکرن، پیغمبرن تہٕ خدأے کلامس سام ہموامہِ انمانٕکی تعریف چھِ جمالیاتکہِ بابِ اولُک خلاصہٕ کران تہٕ امہِ پتٕکی باب چھِ سُہ منظرنامہٕ پیش کران یُس ہر کانٛسہٕ ہٕنٛدِ فکری ٹکسالہٕ ضرباوُن ییٚ ڈٕلِ زِ تہٕ ناممکن چھُ۔ تِکیازِ جمالیاتکہِ عملہٕ تہٕ امہِ کہٕ حدودو حوالہِ چھِ پرٛتھ زمانس منٛز نٔوی نٔوی باب کھُلان تہٕ اتھ تنوظرس منٛز چھُنہٕ کانٛہہ حد معین یا مقرر۔ وونی گۆو حُسن تہٕ جمال چھُ انسان سُنٛد پسند ترٛین عنصر یُس انسانہٕ سنٛزِ بُترِ، طلبہٕ تہٕ صلاحیتہٕ کِس بُنیادس پیٹھ پرٛتھ عملہٕ، تعلقس تہٕ ربطس انٛدر شعوٗری یا غأرشعوٗری طور محسوٗس کران چھُ۔ باضے چھُ آدمس یہِ جمألی احساس بے شونٛکھ پأٹھی سکوٗن تہٕ فرحتٕکی جام چاوناوان یٚمیُک انسان اٗنٛدری حض چھُ ٹُلان۔ یہِ جمال ہیٚکہِ لولُک، علمُک عبادتُک، شوہرتُک، عزتُک، قودرتُک یا کُنہِ سمأجی تعلق دأری

ہُنٛد اَسِتھ۔ جمالُک تہٕ حُسنُک تصور یا احساس چھِ نظرِ ہنٛدِ واشرُک، عقلہِ ،فِکرِ یا شعور کہِ قدِ ساوبرُک تقاضہٕ کران۔ یۄ تاہ فِکرِ تہٕ شعوٗرس ووتھِ واشر تہٕ بالیدگی میسر آسہِ تیوٗ تاہ چھُ احساسٕچ نظر باریک بین بنان تہٕ حُض تہٕ حلاوتکی پیمانہٕ چھِ برنہٕ یِوان۔لہذا اچھِ اَتہِ صاف سپدان زِ فِکر، فقرا،عقل،شعوٗر،حِس آگہی چھِ پانہٕ جمأِلی میزانہٕ نیران۔یِمن عنصرن تہِ چھُ پٔنُن حُسن تہٕ جمال آسان تہٕ یوہے جمال چھُ تمہِ قسمٕکی جمال بِدِ کڈنٕچ قوت تہٕ صلأحیت عطا کران۔ ہر کأنٛسہِ انسانس انٛدر رچھِ یہِ قوت تہٕ صلاحیت بیۄن بیۄن آسان۔اَوے کِنہٕ چھِ ہر کانٛہہ شخص ماحول کِس اثرس تل فکری تہٕ شعوٗری جمالُک مظأہرِ کٔرِتھ جماٗلکی منظر ڈیشان۔اے قوتہٕ کہِ بِترِ حسابہٕ چھُ کانٛہہ انسان نسوأنی حسنس انٛدر کانٛہہ مردانہٕ روپس انٛدر، کانٛہہ کارخانیے قودرتکٕن منظرن انٛدر، کانٛہہ پردٕ دأری انٛدر، کانٛہہ بے پردگی انٛدر، کانٛہہ معادیتس منٛز، کانٛہہ روحانتیس منٛز، کانٛہہ داخلی تہٕ کانٛہہ خأرجی منظر نامس منٛز حُسن و جماٗلکی گوٗن تہٕ صفت لبان۔یہے صلاحیت چھِ کأنٛسہِ کٔنہِ پھٔلِس تہٕ کٔنٛڈی زنٛڈس انٛدر جمأٗلکی جلوٕ وُچھِ ناوان تہٕ کأنٛسہِ گولابس منٛز تہِ داغ ہأوِتھ جمالی تصورس پردٕ ترٛاوان۔شعوٗری جمالکس سایس تل ووتلن وأٔلی عنصر یِمن انٛدر پرکھاوُنٕک بِتٕر، جذبہٕ شوق،طلب تہٕ حساسیت شأمِل چھِ،چھِ جمال بِدِ کڈنٕچ سطح معین کران تہٕ اَمے سطح مطأبق چھِ انسان جمالُک احساس کران تہٕ لُطف تُلان۔سُہ چھُ دیٖد مان ینہٕ والٕہن عنصرن تہٕ نظارن ہُنٛد جمال دیٖدن ڈیشتھ سرٛوٗد تہٕ مُستی ہنٛز کیفیت پٔراوان ییٚلہِ زن علم،عرفان ، ایمان ،شجاعت ،سخاوت ، ایثار ، جذبہٕ، اُلفت ہِوٕ بٕن عنصرن ہنٛدِ جمالُک دیٖدار بصارتہٕ بجایہِ بصیرت چشمو کٔرِتھ مخظوٗظ چھِ سپدان۔اما

پۆز غور وفکر چھُ ضرۆری۔ یتھ طلب چھُ زایُن دِوان۔ اگر چہِ انسان اَزلے تہٕ حُسن پرست چھُ مگر امہِ باوجۆد تہٕ چھُنہٕ أمس اندر پزٕ ہتھ آیہِ ،رایہِ تہٕ ترٛایہِ ہُند جمال شعۆرَکس وہحاطس منز انہٕ ہنٛج مکمل صلاحیت آسان۔ تِکیازِ جمالیاتٕچ وُسعت تہٕ چھےٚ تمے انمانہٕ لاانتہاٚییمہِ انمانہٕ کاینات پانہٕ چھےٚ۔ اتھ لامحدۆد دیتس منز چھُ سورُے جمالہٕ ہٕستی برٕتھ اِدٕ سہٕ جمال تصوری آسہٕ تہ یا غیبی۔ اظہارِ بیانس منز ینہٕ وول آسہٕ تن یا امہِ نبر۔ حالانکہِ اظہارِ بیانس منز نہ ینہٕ وول جمال تہٕ چھُ حلاوت َکس جمالس وۆتُش دِتھ منس أندری جمألی فیضانکی برمُشراوان۔ پۆز ہے بوزوتہٕ انسان چھُ حصولِ جمالہٕ خاطرٕ ے کارِنیک انجام دِوان تہٕ خدأے فرمانن ہنٛز پأروی کران۔ سہٕ چھُ آخرت کہِ جمالکی سنٛز تہٕ سامانہٕ کران۔ پنٛنِس عبادتس جمیل بناوان تاکہِ جنت سپدِ ہس نصیب یُس جمالُک حد چھُ تصور کرنہٕ یِوان۔ ییٚمکی نغمہِ پانہٕ خالقِ اکبر پنٛنِس کلامس اندر جایہِ جایہِ چھُ گوان۔ دنیاہس اندر چھُ پزٕ ہتھ شخص اکہِ نے تہٕ بیٚیہِ رنگہٕ جمالُک طلبگار۔ حالانکہ کینٛژن انسانن اندر چھُ یہِ طلب نے شونکھ پأٹھی ووتلاو پراوان تہٕ کینٛہہ چھِ یہِ طلب زأنتھ مأنتھ ووتلاوان۔ میأنی َکنٛز چھِ عملہِ یا عملُک یا احساسُک تہٕ جذبُک کمالے امیُک جمال آسان۔ اَوے َکنٛز چھِ عارف عرفانس منز کمال، شاعر شعرگوئی منز کمال، شجاع، شجاعتس منز کمال، ولی ولایتس اندر کمال، ہأدی ہدایتس اندر کمال، مأہر مہارتس اندر کمال...... تہٕ عالم علمس اندر کمال پراوٕنکی جکھ تہٕ جتن کران۔ یۆ تاہ یۆ تاہ تِمن کمال حأصل چھُ سپدان تیۆ تاہ تیۆ تاہ چھُ حُسن و جمال نکھار پزٕ اوان۔ حالانکہ عارفن ہنٛدِس عالمس منز چھِ خداے بے رنگ آسنہٕ باوجۆد تہِ رنگہٕ رنگہٕ کہٕن رنگن منز جمالِ قدرتکی جلوٕ

ہاوان۔ مگر یہِ جلوٕ نمأیی چھُ طألب ہِنٛدِ طلبہٕ کہ تہٕ احساسکہِ جمالُک تقاضہ کران۔

عارفو بے رنگ تہٕ یۆد ووٚن ہے مگر
پزٕ بتھ رنگس منٛز جلوٕ سامأنی چھِ چأنٛی
(منظوٗر ہأشمی)

مختصر پأٹھی وَنوٚ یی زِ حُسن تہٕ جمال چھِ طلب اِدِ کأنٛسہِ منٛز چھِ کم تہٕ کأنٛسہِ منٛز زیادٕ۔ حُسن تہٕ جمال چھُ عام پأٹھی کُنے معنہ تہٕ مطلبہٕ رٔنٛگی ورتاونہٕ یِوان حالانکہ کینٛژ و تخلیق کارو چھُ ورتاوس انٛدر فرق تہِ کٔرمُت۔ تِہنٛد وَنُن چھُ زِ حُسن گوٚو خوبصوٗرتی، مأری منٛز یا مٔنس پرٕبن تہٕ وٕبن وول روٗپ ووٚنی گوٚو واتھ انٛدر رچھِ کٔمی تہٕ پیٚشی ہُنٛد امکان۔

یێلہِ زن جمال سُہ مأری منٛز رچھُ یس وارے خوش چھُ کران۔ یہِ چھُ حُسنُک سُہ درجہٕ یُس کٔمی پیٚشی ورأے چھُ۔ امیُک درجہٕ چھُ حسنہٕ نِشہٕ کتہِ کور بلند تہٕ بالا۔ یێلہِ أسی پننٕہ نِس ادبی سرمایس خصوصاً شأعری سام ہیمو اتہِ چھِ أسی أتھی نتیجس واتان زِ شأعرن ہِنٛز اکثریت چھے سویمو حُسن تہٕ جمال یہِ ذِیٕ زِ تہِ کُنے معنی مطلبہٕ ورتو وُمت چھُ۔ یێلہِ زن کُنہِ کُنہِ تِتھی شعرتہِ درأیٹھی چھِ یِوان یمن منٛز لفظِ جمال، حسنُک اعلیٰ تہٕ پسند ترٕین درجہٕ اظہارِ بیانس انٛدر پیٚش کرنہٕ باپتھ استعمال چھُ کرنہٕ آمُت۔ تہٕ گِہے چھُ جمال دیدٕ مان نہٕ پننہٕ واجنہِ خوبصوٗرتی ہُنٛد ترجمان بنأوِتھ ورتاونہٕ آمُت۔ یۆ تام جمالیاتُک تعلق چھُ امیُک احساس تہٕ اَمِچ طلب چھِ آدمس ابتدا پیٹھے روٗزمُت۔ اما جمالیات اکہِ بیأنی عنصر یا شعبہٕ رٔنٛگی آو اَوے وجوٗدس یێلہِ جمالیات یا (Aesthetics) لفظ اکہِ وسیع معنہِ رٔنٛگی ورتاوس آو۔ وَننہٕ چھُ یِوان زِ یہِ ورتاو چھُ سارِنٕے بروٚنٛٹھ جرمن فلسفی

ایلکزنڈر بامگارٹن (Alexender Baumgarten) ہٕنٛدۍ ذٔسۍ 1735ہس منٛز کرنہٕ آمُت ۔ یِتھِ کٔنٛز آو جمالیاتُک الگ شعبہٕ بارسس ییتھ انٛدر جمال کہِ کمالُک تلاش تہٕ امچہِ عملی تہٕ عقلی پرکھایہِ ہنٛز گنجأیش أس۔ اتھ شعبس چھِ پننٛز فلاسفی تہٕ آفأقیت۔ امہِ پتہٕ آو جناب غلام نبی آتشؔ صأبنہِ خیالہٕ جمالیاتُک لفظ عربی، اردو تہٕ باقی زبانن منٛز ورتاونہٕ تہٕ ازکل چھِ کأشرس منٛز تہِ ورتاونہٕ یِوان۔ حالانکہ جمالیاتی تصور تہٕ احساس چھِ پرٛ ؤنتھ زمانچہِ شأعری انٛدر ریٚتہِ نظرِ گژھان۔ گوڈے آو عرض کرنہٕ زِ جمالُک احساس، طلب تہٕ شوق چھِ پرٛ ؤنتھ فردس انٛدر رپننہِ پننہِ بِتر تہٕ آگہی حسابہٕ ووٗنی گوٚو پزرس ہکو نہٕ انکار کٔرتھ زِ شأعر چھِ سماجس انٛدر زیادٕے پہن حساس طبیعتماننہٕ یِوان تہٕ احساسس زیٚو دِنس انٛدر رچھِ یِم سارِنٕے سرس آسان اَوے چھُ شعری جمال ادبُک اہم موضوٗع گٔنٛزراونہٕ یِوان۔ أمۍ سُنٛد اظہارِ بیان چھُ پانہٕ تہِ جمالیٲتی پٲراوُک أنہٕ ہاوان۔ ییتھ انٛدر تخیلُک جمال جلوٕ افروز چھ آسان۔ کأشرِ ادبہٕ حوالہٕ تہِ چھِ ہَتہٕ واد تخلیقہٕ نظرِ یِوان ییمن انٛدر جمالیاتکہِ ورتاوُک لاجواب مظأہرٕ چھُ درٛینٛٹھۍ گژھان۔ امہِ انمانچہِ تخلیقہٕ چھِ قأری لیس دوٗن جمالن ہُنٛد نظارٕ کرٕ ناوان، اکھ گوٚو تخیلی جمال یُس تجربہٕ، علم، حساسیت، طلب، مطالعہٕ، ژٕینن بل، واقعن ہٕتۍ وابستگی، بنن گُزرُن یا امہِ قسمہٕ کٕہن دوٚیمن عنصرن ہٕنٛدِس بُنیادس پیٹھ ذہن کِس کنواسس پیٹھ ووتلاوچھِ پراوان تہٕ جمال چھِ لبان۔ دوٚیم جمال چھُ تخلیقی جمال، یُس، عروٗضن، علمس، ابہأمس تہٕ علأمتی ورتاوس، لسأنی ہُنر مندی ہِو بن عنصرن آویزٕ چھُ آسان۔ یہِ چھُ تجربُک تہٕ ادبی فنکأری ہُنٛد تقاضہٕ کران۔ خیالُک حُسن قأیم تھاونہٕ باپتھ چھُ تخلیقی جمال أنہٕ پیٚچ کأم کران یُس خیالُک

حُسن یا جمال عکساوان چُھ ۔ وُچھنہٕ چھُ آمُت زِ اگر خیال ہنا کمزور تہٕ آسہِ مگر شأعرانہٕ ہُنر مَنٛدی چھِ اتھ حُسن بخشان ۔ گُلس پٔٹھ چھِ یم دوشوٕے جمال أکھ أکِس جمألی کمال عطا کرنس اَنٛد را ہم کردار ادا کران ۔

بنان ابہام پرأوِتھ شعر دلکش
تہٕ گوٚو زمزم بدامان وچھ بناون
(مرغوٗبؔ)

حالانکہ استعارأتی حُسن بَدِ کڈُن چھُنہٕ ہر کانٛسہٕ باپتھ ممکن ۔ بقولِ مرغوٗب بانہألی ۔

لیس وُچھن تگہِ ژٕندرس اَنٛدر آفتاب
سپدِ ابہامُک حُسن تس جلوٕ گر

تخلیقی جمال پأدِ کرنس منٛز چُھ استعارأتی جمال، علامتی جمال، منظر نگأری ہُنٛد جمال، عروٗضی علوٗمن ہُنٛد جمال، لسأنی ورتاوُک جمال بیترِ کارفرما آسان ۔ یم سأری جمال چھِ رٕلِتھ مِلِتھ تخلیقی یا شعری جمالس روٗپ بخشان تہٕ خیالس جمألی لِبٲس اَنٛدر تبدیل کران ۔ یوٚہے لہجہٕ چُھ اتھ کلامس جمال تہٕ جلال عطا کران ۔ مأہرن ہُنٛد دوٚپ چُھ زِ فنونِ لطیفہ یمن اَنٛدر شأعری تہِ شأمِل چھِ، چھِ جمألی شوقہٕ یا طلبہٕ سببہٕ وجوٗد لبان ۔ ارسطوٗ سٕنٛدِ وَننہٕ چھِ شأعری ہُنٛد بُنیأدی پہلوٗ جمالے تہٕ نارمل تہٕ صحت منٛد دماغ چھُ تیٚلے کنہِ فن پارِ اَنٛدرِ جمألیأتی حِض ژٔلان یێلہِ فن پارِ جمألیأتی ضروٗرتہٕ یا تقاضہٕ پوٗرِ آسہِ کران ۔ باور چُھ سپدان زِ جمالیأتی پأراوِ ورأے چھُنہٕ ارسطوٗ سٕنٛدِ حوالہٕ بُنیأدی مقصد پوٗرِ

سپدان۔ یاوَنو زِ حُسنُک احساسِ چھُ تخلیقس زاین دِوان۔

سبد بن تہٕ ساد لطفن اند رہکو ؤنتھ زِ شأعری چھِ جمالیات کہِ مظأہرُک اکھ ذٔریعہِ۔ اردو ہٕک معرؤف دانشور، ادیب تہٕ نقاد شکیل الرحمان چھُ لیکھان زِ حُسنک احساسِ چھُ فنکہِ تخلیقُک سبب بنان تہٕ امیُک بُنیأدی مقصد چھُ جمالیأتی عرفان تہٕ مسرت تہٕ سرمدی ہٕنز زان۔ تمہٕ سُنْد وَنن چھُ زِ پایہِ بڈٕ فنکار چھِ پننہِ جمالیأتی فکرِ، نظرِ تہٕ وجنہٕ ستی ٹریجڈی تہٕ جمالیأتی انہار بخشان، پزٕ بتھ زٕ ژ تہٕ بڈٕ تخلیق چھِ جمالیأتی کردارُک تہٕ انہارُک عکس درشاوان۔ یوٚ تام ٹریجڈی ہٕنْدِ حوالہٕ جمالیاتُک تصور چھُ کأشرٕ بن ربو آیتی مرثِبن اند ر چھِ ٹریجڈی ہُنْد جمالیأتی روٗپ اکھ بیٚون تہٕ بدٔ ن مقام تھاوان۔ اتہِ چھُ مصففن ہُنْد فن عرؤج لبان تہٕ قأری لیس جمال ِکس تصورس اند ر غوطہٕ دیاوان۔ وُ چھتو مضمؤن محرم منٛزِ نوم مصرٕ ۔

چھُ گُلِ آفتاب بیتاب نوٚن آفتابس روٗزِتھ تنے
وُچھن ینہٕ تاپہٕ کزٕایہِ نیٚز گزٕایہِ آفتابِ عالمے
تس سُنبلِو کوکل اَلان أسی پھولان ظأ لمے
بوزم تس ماہتاب رولیس دوہس تاپس تھاوِ نے ....''
أ ءسس بیب زینبؑ دوان فٔری یأدی چھُم یاد پہو ان چون لوکچار
أ ءسے نہٕ گلاب چھٔکی تھے ہٕبکان اوسُے گرٛ ھان بوئے گُل تہِ بارو
از گُلبدن چھِی تاپس ہوکھان سرس تنورس منٛز کوٚ رہے مزارو''
یہِ کتھ چھےٚ قأبلِ باوتھ زِ کُنہِ شعرس پٔرتھ چھِ الگ الگ پرٕن وأ لی امیُک

جمالیٲتی حِض الگ الگ سطحس پیٹھ ٹلان تہٕ امیک دار مدار چھُ قٲری سٕندِس حسٲسیت کِس بترس تہٕ سطحس پیٹھ آسان۔

کولرج (Colridge) چھُ شٲعری متعلق پننہٕ نِس بیانس اندر روَنان زِ شٲعری ہٕندِ وساطتہٕ یہٕ کینٛہہ حابہٕ أنٛدری یکُو وُچھِ یاوَتہٕ پیٹھ ڈیشہِ تتھ منٛز چھُس یہٕ حُسن تہٕ خوٗبی ژھاران۔ یِیلہِ أسی کاشرِ بن روٲیتی مرثِین سٕنٛو یمن اندر رتہٕ چھِ تمہِ قسمچہِ مثالہٕ نظرِ یِوان یمن منٛز شاعرا کھ عام چیز آسنہٕ باوجوٗد تتھ منٛز حُسن چھُ بدٕ کڈان، اِدِ سہ چیز اکھ کُنہٕ کیاز آسہِ نہٕ، شاعرسُند جمالی ذوق چھِ اتھ حسین تہٕ منہٕ مون پوشاک لاگتھ فنکٲری ہٕندِس پأراوس منٛز قٲری لیس برونٛٹھ کنہٕ پیش کران۔

ادچھےٚ تس عالی جنابہٕ سنٛز براندٕ کنٛی فلکن تہٕ ملکن سجدٕ گاہ
تُہند سنگ آستان آسانن تھووتھ عیاں نقش پاہ مہر وماہ

ژےٚ ذوالمعالی......

''سپنہِ ہے درآن لعلِ بدخشان ہتھ کنہِ منٛز سہ آفتاب کرِ ہے نگاہ''
(مضمونِ سنگ)

یہٕ تام حسنِ فطرتُک یا حسنِ قودرتُک سوال چھُ سانہِ شٲعری منٛز چھِ پرٛتھ جمالہٕ کھوتہٕ فطرتکہٕ جمالُک تذکرٕ میلان۔ کاشرِ بو مرثی نگاروچھُ جمالہ قودرتس تہٕ کلامس اندر مخصوٗص مقام عطا کوٚرمُت۔ اتہٕ چھُ قودرتکہِ حسنُک رشتہٕ سیدٕ سیوٚد انسانٕ وجوٗدس ستہٕ جورنہٕ آمُت۔ اتھ اندر رچھِ خدایہٕ سنٛز کاری گری تہٕ فنکاری ہٕندی نغمہٕ گیونہٕ آمٕتی۔ حدیثن منٛز چھُ آمُت زِ ''پروردگار چھُ جمیل تہٕ جمال چھِ پسندن کران''۔ ظاہر چھُ زِ سہ

چھُنہٕ کائنسہِ أچھوُ چھمُت مگر یہِ کائناتٕچ مژٕھج ،رٕنٛج تہٕ خوبصوٗرت تخلیق چھِ تٔمی ہٕنٛدِ جمالٕچ گواہ۔ یہِ سارِ ے نزاکت، نفاست، کأری گری تہٕ مأری منزر چھُ خدا ے کمالن ہٕنٛد عکس ہاوان۔ امیک وٕحاطہ کرُن چھُ ناممکن، اتہِ چھِ عقلن پرواز لوسان تہٕ فکر چھےٚ حیران سپدان۔ جمال چھُ تٔمی سُنٛد صفت مگر کُنہِ أنہٕ ہکو نہٕ عکسأوِتھ۔ آ، یہِ ہکو فقط سوٗچِتھ زِ یٚیلہِ تخلیق فکرِ تہٕ وٕحاطٕ نبر چھُ تخلیق کار گٔتہِ پٔیہِ سوچہٕ کس حصارس منٛز۔ حق چھُ یہِ زِ تخلیق کار سُنٛد عرفان حأصِل کرنٕک مدمأتی تہٕ قدٕ سأوی ذٔریعہِ چھُ جمالِ فطرتس پیٹھ غور کران۔ مرثی نگار وچھِ امے جمالکِس پٔت منظرس منٛز عرفان کس جمالس واتنٕک درس دِیتمُت ۔ امہِ آیہِ تہٕ انماٗنٕچ جمألی منظر نگأری چھِ مرثین ہوٕد ہربر تہٕ وارَ ے منہِ ساوبرٕ بخشان تہٕ عرفانچہِ وَتہٕ ہموار کران۔ امہِ قسمٕچ پیش کأری چھِ جمالکہِ کمالک مظأہرٕ کران۔ تہٕ ہاوِتھ دِوان زِ مرثی نگارن ہُنٛد جمالی شوق تہٕ ذوق کتھ سطحس پیٹھ چھُ۔

''یا اللہ کوڈُتھ نوٗ راز ظلمت دژا ے کم کم آیات از سماوات بے مارے
شمع امکان دفعتن کوٚر ٕچائٔز مشیتن آبادٕ ے...... ۔

پوان ستارٕ زن تارٕنبہٕ بزم شبہٕ زوتانَے
بہتھ انجمن انجمن منٛز قوار یٚرن روشن رایے
یا اللہ تھوو چأئٔ بزم صفتن فلکن اندر و شام سحر و زیورو
بہان چار سو مجلسن صف بصف روٗبرو ہیتہ حأئٔ مہرد ماہ رو
کمہِ حالہٕ روشن منٛز انجمن شمع تاج افسر و بے پُست ورو خوشترو
چھُ شولان شمع شبستانس پانس پانس زیبان زرٕ تارَ ے نوٗ ربارَ ے ہویدا پرٛ ہتھ

ذرا زبان ثنا‘‘۔

(مضموٗن شمع)

مرثئین اندر چھِ انسانٔی جمالکی ہاوٕنی تہٕ باوٕنی لایق نموٗنہٕ نظرِ گژھان ۔ شأعرو چھِ پیغمبرنؐ، اِمامن، وٕلی ین، خدادوستن تہٕ شجاعن ہٕندی جمالی پیکرٕ اَکس منفرد اندازس منٛز مأہرانہٕ وٕطیرس اندر رقأری ین بروٗنٛہہ کُن اَنِتھ اکھ تھٔکنٕی لایق کارنامہٕ انجام دِیُتمُت ۔ یمن پیکرن ہُنٛد جمألی پأراو چھُ شأعرن ہٕنٛزِ جمألی ہُنر مندی ہُنٛد مرید بناوان ۔ شأعرن ہٕنٛز یہے ہُنر مندی چھِ شعرن منٛز شعرُت پاد کرنُک سبب تہٕ بنان، اتہِ چھُ اظہار تہٕ مأری موٚنٛد آسان تہٕ انہار تہِ پُر کیف تہٕ رٕسلی ووتلان ۔

’’یٕژٔ اَس تہٕنٛز نوٗرِ پیشانی تابان چھِ لیکھان صاحبِ کتاب:

’’ییٚلہِ اوس نیران گٹہِ منٛز سُہ اماٚمتُک لالٕے
زن کھسان آفتاب گژھان خیالے‘‘

’’پھوٚل لتس گُلہِ سرسبزِ نبوتہٕ ہِنٛدِ رویہِ نسرین صبح شامُک شب بو
تُہٕنٛدے روے نوٗرانُک تہٕ موے ریحانُک عکسایہِ روز وشب بو
اوس سُہ نبیؐ تہٕ تسُنٛد وصی ہہی سمن یاسمن اکُے رویاہ تہٕ رایاہ‘‘

(مضموٗن سمن)

مرثئین منٛز چھُ جمالیاتُک اکھ الگ تہٕ منہٕ موٗن رنگ تمہِ وِزِ دیدٕ مان یِوان ییٚلہِ شأعر وحمد، نعت تہٕ منقبتُک ربط جمالی اظہارس سٟتۍ قأیم چھُ کوٚرمُت ۔ امہِ انمانُک ربط چھُ قأری لیس زنتہٕ اَکس عجیب عالمس اندر رواتناوان تہٕ تصورس منٛز چھُس تھِتھی

جمالیأتی نقش ووتلان یم سہٕ أنٛدری محسوٗس چُھ کران۔ یہِ ورتاوچُھ مرثئن انٛد رشأمل نعت ومنقبت تہٕ حمدس جمالی انہار دوان تہٕ شاعرٕ سٕنٛزِ فنکأری چھِ شعری جمالس انٛد ررنگ بَران۔ امہِ قسمُک جمألی منظرچُھ شاعرٕ سٕنٛدِس محبوٗب سٕنٛز عظمت أکس تتھ انٛد ازس منٛز نقشاوان یێتہِ تٔمی سُنٛد حُسن فکر ہٕنٛد بو سرحدو نبر چُھ باسان یێمیُک احساس قأری لیس وجدس تہٕ ووٚلسنس چھُ انان۔ یہِ جمألی صوٗرت گری چھِ سبٹھاہ حساس ہُنرک ورتاومنٛگان یُس سانیٚو مرثی نگاروکوٚ رمُت چھُ۔ مثالے وُ چھتو 'مضموٗن لالہٕ' منٛز نوم شعر :

''ووٚنی کرنن صفحہٕ رنٛگین زن لالہٕ زارلٛکھِ نعتِ رسولِؐ ذوالجلالو۔

اماپیٚیم ہیوٚن عاریت رضوانس از جنت قلم۔

شاخِ نرگس تہٕ سیأہی دوات لالو، ہارٕ لولو تہٕ لعلو......''

ربوأیتی مرثی چھِ أکس مخصوٗص عنوانس تحت امہِ باپتھ مقرر قأعدن تہٕ عروٗضن ہٕنٛدِ ورتاولکھنہٕ یِوان۔ مرثئن ہُنٛد پرٛ ہتھ حصہٕ تہٕ پرٛتھ عبارت چھِ اول تا أخر أتھی عنوانس أنٛدی أنٛدٔ گتہٕ گیوٚ رکران اتہِ چھِ شأعرن ہٕنٛز نفاست تہٕ کأرٕ گری موضوٗعس یا عنوانس تہٕ اکھ جمألی اظہار بخشان۔ بہٕ چھُس یہِ کتھ دعواسان وَنان زِ یێمہِ تخلیقی بترِ تہٕ سنجیدگی سان مرثئن انٛد رموضوٗعی جمال جلوٕ افروز چھِ تمہِ آیہِ چھُ ییٚہِ کُنہِ کأشرِ شأعری ہٕنٛز صنفہِ اندر آسُن محال۔ یہِ جمألی ورتاو چُھ شأعرن ہٕنٛدِ علمی تہٕ ادبی وسعتُک تہٕ نظرِ ہٕنٛدِ سنرُک باس دِوان۔ اتہِ چھِ لفظ ژارِ ہُنٛد بلند مظأہرٕ دریٚنٛٹھی یِوان یُس عنوانس جمال تہٕ اظہارس کمال چُھ بخشان۔ وُ چھتو شمع عنوانس تحت لکھنہٕ آمتہِ مضموٗنکی نوم مصرٕ :

یا اللہ کوتاہ شمع جلال قدرت چون روشن ذوالجلالے

بوگلریز کافور پیز صنعتس تمیک شمع گوٚ وپزٕ بتھ عالم منورے

دردائرہ وجۄ دموجۄ دبودرآن منز دُکان ایجاد

شعلہِ نما کُن فکانک شمع سپُن، سپُن یأنی ارادے

مرثی نگارن ہِندِس کلامس اندر چھُ عقیدن تہٕ اعتقادن ہُند حُسن ژوداٗ ہمہٕ زۄنہٕ ہِندی پأٹھی عیان۔عقیدتی شأعری ہُند یہِ جمال چھُ قأری لیس وچھس اندر مسرتچہٕ جوٚیہِ وُزناوان۔ جمالِ عیقدت حُسن فطرت کِس کیمخأبی وردنس اندر ریٚشمہ انمانہٕ پیش کرنہٕ چھُ آمُت تتھ چھنہٕ مثالہِ۔ اتہٕ چھہٕ عقیدتی جمالس ہتۍ ہتۍ لسانی حُسن، قدرتی جمال، موضوٗعی جمال تہٕ ماحول کہِ حُسنچ تصویر کٔشی شأعری ہِندِس حسین پأراوس منز نظرِ یوان۔ جمالن ہُند یہِ وصال چھُ سومنظر کٔشی پیش کران ییٚتہٕ بأطنی جمال ظأہری جمالچہِ کوچھِ اندر رکمالس چھُ واتان۔ امہِ قسمُک جمال چھُ بھرپۄر اثر آفرینی ہنز وتھ گاشراوان۔ وُچھتو جمالِ ولایت کمہِ آیہِ چھُ جمالہِ فطرتہٕ کِس أنس منز عقیدتُک حُسن پربزٕلاوان۔

محبو باغِ ولایتِ شاہ کیا وسیع فصیح الفضا
صحیح امیک پزٕ بتھ ہوا آدم و حواس رُوح افزا
سُہ ہمیشہِ بہار خوشبویس آسہِ خوشبۄ امہِ ارمہٕ ذات العمادے
آسیبِ خزانِ دوران کرضرر کربس پھولبس گلِ مرادے
سپُن نہال فی الحال یمن خضرتو فیق آسہِ امیک رہبرے
سپنکھ دل گلزار گویا گُفتار بویا مشک و ادفرے"

(مضموٗنِ بے نوقطہٕ)

مرثی نگاروچھِ عقیدتی جمالکہِ حوالہٕ حسنِ ادب اَکس خوبصوٗرت جمأﻟﯽ پأراوس منٛز پیش کُرِتھ لولہٕ والین ہٕنٛد بن دِلن منٛز فرحتکی نغمہٕ ووتلأوی ٕمتۍ۔ ادبہٕ چہِ زمینہٕ منٛز لوٕلکی تہٕ عقیدٕتکی گُل پھٔلرأوِتھ ٹیُتھ جمالی تصور عکسوومُت یُس تمہِ جمالیاتُک سأرچُھ کرناوان پیٚتہِ واپس پھیرنس من کُنہِ وَتہِ تہِ چھُنہٕ رأضی سپدان۔ یہِ چُھ فنی کمال تہٕ جمالی احساسٕے یُس ادبی جمالس چُھ وجوٗد بخشان تہٕ یوٗ ہے ادبی جمال چُھ جمأﻟﯽ ادبس زایُن دِوان۔ اتہِ چھِ عرفانُک حُسن تہٕ جہارتہِ نکھار لبان۔ ادبی جمالِکس تنوٗظرس عقیدتی جمال، جمالی فطرت، جمالِ اُلفت یا جمالِ جذباتن ہٕنٛز مثال کیا ہیٚکہِ ییٚمہِ کھوتہٕ جان تہٕ زَبرأستھ۔ امہِ انمانہٕ چھین مثالن منٛز چُھ طأﻟبن ہٕنٛدِ طلبُک حُسن تہِ پانٔے پننہِ جمأﻟﯽ سرفرأزی ہُنٛد اعلان کران ؎

"وونی جعدۂ کلامس کرِ شانہٕ فصاحت چُھم آرزو یاہ
چھکُس انبرانبر مشکِ اخلاصاہ سپنہ جہان آرایو
تمہِ چہِ عطرِ ٕستۍ نافہٕ خطا وقتن مولہٕ والے
کرن ہٕدی یہِ رسولِ مقبولؐ چُھم اُمید اقبالٕنے
بر حق سُہ آئینۂ حق جہان نما عالمُک آبرویاہ
تِہنٛدِس آستانس گُنٛڈِتھ بالن گیسویے حوٗر پرٕتھ قدسیاہ
جاروب کران وندان آیوٗ" ....

(مضموٗن مو)

مرثین منز ییٚمہِ آیہِ شجاعتُک ، مروتُک ، سخاوتُک ، عبادتُک ، یا شفاتُک جمأ لی انہارنظماونہٕ آمُت چُھ سُہ چُھ پانس اندر رٕپنٕز مثال ۔ اتھ انہارس منز چھِ ورگہٕ ورگہٕ جمالن ہُنٛد امتزاج شأعری اندر رنٛوٕ رنگ بَران ۔ اتہِ چھِ جمأ لی کردارن ہُنٛد حُسن تہِ بروٚنٛٹھ کُن یِوان تہٕ تِہنٛزن عملن ہُنٛد جمال تہِ :۔

"سُہ آئینۂ جہانٕ نماتٔمی تلُن زن برگ کاہ قلعۂ خیبرے۔

پھٹرن درِفولادتٔمی زن آئینے ، اکہِ ضربہٕ گوٚو آشکار......

ییٚلہِ عبدِ ودس ضرب سُہ لایے۔

لأ گتھ مہرو مہک آئینہٕ ملک وُچھنہِ آے"

(مضموٗن آئینہ)

رِوأیتی مرثین ہُنٛد مطالعہٕ چُھ بأوِتھ دِوان زِ ییٚمن مرثین ہُنٛد جمأ لی پأراو چھُ عزادارن ، عأرفن ، عألمن ، مفکرن ، ادیبن ، شأعرن ہٕتی ہٕتی عام انسانس تہِ جمأ لی انہارن ہٕنٛدی ورگہٕ روٗپ ہاوان ۔

مےٚ کوٚر گوڈٕ ے عرض زِ دُنیا چھُ جمالہٕ ستی بٔرِتھ تہٕ ہرشیہِ اندر رٕچھ جمالٕچ کانٛہہ زنٛتی موجوٗ دوونٛی گوٚو انسان چُھ تیوٚتُے بَدِ کٔڈِتھ ہٮ۪کان ییٚتھاہ تٔمِس اندر صلاحیت آسہِ ۔ یوٚتاہ کأشرِ بن مرثی نگارن منز جمأ لی ذوق تہٕ یہِ بَدِ کڈنُک ہُنر چُھ سُہ وُچھِتھ چھُ انسان حأران سپدان تہٕ یہِ سوچنس پٮ۪ٹھ مجبوٗر سپدان زِ ییٚمن چھِ اتھ کمالس غأ بی ڈوٚکھ اوسمُت ۔ اتہِ چھِ عأبدن ، زأہدن ، طألبن ، مُرشدن ، قلندرن تہٕ فقیرن ہٕنٛدی کِردار جمالٕکس وردنس منز پانے شأعرن ہٕنٛزن عرفأنی ، رُوحأنی ، اسرأری تہٕ ادبی قدرن ہٕنٛز صوٗرت

پیش کران ۔ مرثی نگارن چھِنہٕ جانارن ہنٛدی جمٲلی کردار علامتی رنٛگس اندر پیش کرنٕی تہٕ مُشتھ گمتی ۔:

وُچھتو کمہٕ انمانہٕ چھُ جاناوارسُند کردار جمٲلی فضاوٕ تلاونس منٛز تہٕ تہٕ قدرن ہنٛدِ جمالکِس راونس تہٕ جمالس پیٹھ تکبر کرنہٕ حوالہٕ مرثی نگاروعلامتی رنٛگس منٛز پیش کوٚرمُت ۔

''آسہٕ مےٚ پرورش چاٲنی ،بلبلِ بیان میوٚنے ادبے پرواے
فضاے حمد س سخن پرورن ستی پرواے''

(پروبال)

یا

''کرِ کیامےٚ پھوٚر مورِ نفس پروبال حرص وہوا
کرِن بلند پرواز سبطہٕ ذراہٕ رُن نہٕ پروا
زوٗن نہٕ مورس چھِ پرے دشمن

(پروبال)

یمن مصرن منٛز چھِ انسان سُند جمالیٲتی آوِلنس منٛز ہیٚنہٕ ینٛگ تذکرِ جمٲلی پاٚراوس اندر ردیہ مان یوان ۔

یہٕ چھُ مرثی نگارن ہُند علمی، ادبی، لسٲنی ،رُوحٲنی تہٕ تمدنی بُتر زٕ یمہٕ انمانچہِ جمٲلی پیش کٲری چھِ تموٕ وجہ دِ ٚنشُمت ۔ یو سہ ساعبن دِلن پھولراوان چھےٚ:

نٲچھ تارِ ستی چشمہٕ کِنہ لعلن کرِ مالو
کرس نثار قدمن تہنٛدِ لولہٕ چھس مالا مالو''

(مضمؤن تسبیح)

اِدِ ییٚلہِ دِیہِ بہارسُہ گُلشنِ راز روزِ تازٕ روضتہ الاحباب
گرے غنچہٕ دِل وا گلستان شاہ ہٕنٛدِ ہواوُک نسیما
گرنے و صاف گُلبن قلم ورق برگن تہٕ پوشن
تِہنٛدِس تحریس وصفس نہ زِ پوشن ''
(مضمؤن کتاب)

☆☆☆

عبدالعزیز بیتاؔب

''تھف دِژم لولن امارس''

کتابہِ ہُنٛد ناو: ''تھف دِژم لولن امارس''

مَتن: کأشِر شأعری

صاحبِ کتاب: الحاج عبدالرشید شہبازؔ

قیمتھ: پانٛژہ ہتھ روپیہِ

چھپنٕ ؤری: 2023

چھاپ خانہ: الحیات پرنٹوگرافس گاوکدل

ناشر: سریر احمد شہباز

مأری مٕنٛز چھپأمٕژ تہٕ اے گریڈ کاغذ، دٔور جلد کُرِتھ پٔوت وَرقس شہبازؔ صأبنٛی بُزرگانہٕ تصویر سوٗنٛچہِ سمندرس ہٕگتان زن وَنان:-

تھف دِژم لولن اَمارس بے ریا — لول محبت ذاتِ پاکن کٔر عطا
چھِ یہِ ورتاوُن بۄرُن لول بیکسن — عأجزن، لاچار مسکینن سدا

کتابہِ ڈٕسلابس چھِ شأعرسٕنٛدی تاثرات، تمہِ پتہٕ چھُ حسرت گڈھا صأبنٛی

راے، امہِ ژۆ رمہِ شعرٕ سومرنہٕ ہُنٛد متن چھُ تقریباً دون ہتن بہن (212) کلامن احاطہٕ گٔرِتھ۔ شأعری ہنٛز پرٛتھ مروج صنفہِ منٛز چھےٚ قلم آزمأیی آمٕژ کرنہٕ۔ یہِ کتاب امہِ ییٚمہِ ورأے تنقیدی یعنی ادبی سہوہ خطہِچہٕ گیٚنٛز کڈنٕی چھےٚ پوختکار تنقید نگارن ہنٛز کأم۔ البتہٕ اتھ کتابہِ پھیوٚر دِتھ یہِ کینٛژھامےٚ پأتھو سوے باوتھ گٔرم قلمس حوالہٕ۔ پرَن وألی کرن پانٔے طے زِمیأنٛی باوتھ تہٕ سام ہنٛز چھامیأنٛی ذأتی راے کِنہٕ تِمن تہٕ آسہِ اتفاق۔

شہباز صأب چھُ اردو، عربی تہٕ فارسی زبأنٛی پیٚٹھ تہِ قو درتھ تھاوان۔ یپأری چھِ پرناونہٕ کِس عظیم پیٚشس ستۍ تہِ وابستہٕ روٗدی متۍ۔ اَتھ پوٚت منظرس منٛز شأعرانہٕ روأیتی اصوٗل قأیم تھاوِنی چھےٚ یمن نِش اکھ معموٗلی مشق۔ شہباز صأبنہِ زیرِ نظر کتابہِ ہُنٛد گُلہم کلام چھِ سیٚدِ سیوٚد دیاورگہٕ پأٹھی اَکِس خاص مِشنس کھونہِ للہٕ ناوان، یہِ مِشن چھُ ہر اَکِس کامیاب زندگی گُزارنک پوٚت آلو۔ شہباز چھُ امے مِشنُک عاشق تہٕ تخلیقی گنٛڈٕ گنٛڈٕ چھِہن فنی کمالہٕ اَچھرن حوالہٕ گٔرمٕژ، دیو پرَن وألِس پوٚت آلوکنن گژھِتھ پننہِ وجوٗدچہِ ذمہ دأری یاد پہِن۔ امہِ کتابہِ ہُنٛد ابتدأیی بوگ چھُ دُعا، اِلتجا، حمد، خودأیی رنگ تہٕ خودأیی خوف، پُر اثر لفظن گوٚنٛدی گٔرِتھ شرین گُفتار، ندامت، وجوٗدِکس اعتقافس لِچھِ ناوِس نِش وچھکہِ تپشہِ ہنٛز تراوتھ کانٛچھان۔ لفظ چھِ صفہٕ گٔنٛڈِتھ وومیدٕ ہنٛز کأرنو مرِتھ نیستی ہُنٛد اونٛد رژھٹان۔

نادلا بس شاد تھایم پانہٕ رب العالمین
یاد پاوس شانہٕ بوٚ ڈُچھمنہٕ بیٚیہِ کانٛہہ بہتر ین
ژِیی منگے پھِری پھِری منگے بہٕ ژٕ چھِہم مشکل کشا

کاتھہ ہنہ بیہِ در ہر دو عالم ژےٚ سوا جان آفرین

☆

بےٚ کسن بےٚ روزگارن بےٚ نواین ژٕ ےٚ رحیم
شاد تہٕ آباد تھاوکھ مرحمت ایمان ودہن

☆

ساتہٕ ساتےٚ چھُس کران منگ منگ بَران کھاسین ژےٚ مَس
چاوِ ناوان چھُکھ ژٕ بنٛدن بن تفاوت بالیقین
روز کر شہباز عرضی ذاتِ پاکس دِل پھُٹتھ
چھُس بہٕ چانس یژھنہٕ پٹھ بجر ہےٚ منز مطمین

شاعرن چھُ دعا کٔنہِ یمن شعرن منز الفاطن ہُنٛد موکھ مول تہٕ شعرس منز وہِہ راونٛگ جایہِ مول مطلب Face value and palce value of wordsبڈ بوزٕ شوزٕ سان ورتاوس آمُت۔ موضوٗعک تہٕ کلامہٕ کہِ متنک جاییزل صنفِ تقدُس چھُ پزٕ بتھ دُعاہس اثر بخشان۔ نیستی ہنٛد، جذبک وترٕ چھُ پزٕ بتھ بنٛدس وَیہِ دُن معنہِ سوو تہٕ برجستہٕ بناوان۔ باضے مرحوم عبدالاحد آزادنی، انقلابی نہج باس دِوان تہٕ باضے مرحوم غلام نبی عارضؔ صأبنہِ گاچہِ شعرن پألشاوان:

خودایہِ پاکا زمین چأنی زمان چون آسمان چونےٚ
پہاڑ چانی بحر چونےٚ مکین چأنی مکان چونےٚ
ملک تہٕ چأنی فلک تہٕ چأنی سبز ہُہ گُمبند عیان چونےٚ

یہِ کوہ تہٕ دٔریاو ہٕہ نیٖل سبزار یہِ ریگزار تام نشان چوٗنے

☆

خزانہٕ وِ ے ؠستی بٔرِتھ چھُ دُنیائسِ تھ تیٚمی ہیوٚک تِمے چھِ اعلیٰ

علم ژٕ پرٕتم حدیث سرتم اصل حقیقت قرآن چوٗنے

عجیب یہِ شہبازٕ چھُ قو درتگ راز یمو سٕہ ژھوٗنڈٕ ے سپٕنی سرفراز

رٔلِتھ زٕمینس گٔرِتھ ژٔے ہمراز چھُ قو درتگ زورنان چوٗنے

بنٕد چھُ بشر، کأنسہِ ہٕنٛز تہِ شأعری پٔرن وِزِ تخیلچ دُوبانرِ یوٚ دوے مطالعہٕ کرن وول سلاستس منٛز گت محسوٗس کرِ تمیٚک مطلب گوٚ ونہٕ زِ أسی ژاپو کلہم تخلیق ہٕکس شارتس پیٛٹھ وُٹھ یوسہٕ زن سانہِ بوٗچ خلیل ریوایت چھےٚ روٗزٕمژ۔ یِیلہِ زن زیر بحث کتابہِ منٛز شہبازٕ صأبن ایوان ادبچ تسلیم شُدٕ نہج پنٕنہِ فنی توانگرِ چہِ تارٕ ژ دٕرٕ دی دی واش کڈنأوٕمژ چھےٚ۔ شہبازٕ زٕن غزلہٕ بوگ تہِ چھُنہٕ مبہم لفظن تخیُل کہِ پرٕژ شُر کہِ ؠستی روٹہٕ کران۔ نہ چھُ خیأل گُل دوکھ پٔری ہٕنٛدی نخرِ عکسأوِتھ وقتی تہٕ عارضی شاباأشی منٛگان بلکہِ چھُ غزلس غزلس منٛز وأنسل معنہ سوو تخیُل تہٕ تجربأتی ژینن بل غزلہِ ہٕکس انہارس منٛز گُلی میوٚٹھ کران۔ أمی ہٕنٛدِ غزلچ پوٚت ژہاے چھےٚ پرٕتھ زمانٕچ نمایندٕ تحریک تہٕ پوٚز آلو۔ شہبازٕ صأب چھُ پرٕتھ صنفہِ شوٗژ خیال زم زی آب چھٔلِتھ موافق با حیا لفظ وَردن شوٗ برأیتھ با حیا کانٛچھان:

بکار دعوتس چھُم مےٚ اقرار چون

مےٚ درکار بس چھُم یہِ اظہار چون

ژٕ رأضی وجۄدس مےٚ راحت سکۄن
وَنے حال دِلکےٚ تہٕ اسرار چون
اسے پانہٕ وأنۍ دِلن دۄن چھُ میٖل
مےٚ بس عمرِ پوشِن یہِ انہار چون
سپُن باہمی لولہٕ کےٚ لین دین
گرٛھن لولہٕ بُرۍ وۄنۍ یہِ انوار چون
چھُ شہباز ر وزِتھ وُچھان ژٕے وَتن
مےٚ چھُم یاد زخمن سٕہ بلغار چون

جنابِ شہباز صأب چھُ گُتلہِ مطألِکی عاشق تیٚمی کٔنۍ پرٛ بتھ صنفہِ متعلق شہہ مؤلن ہنٛز تام واقفیت چھسکھ، تَوے چھِ وُ ژِھس لأ ِگتھ پرٛھس کُن کتابن منٛز غزلکہِ حالتِ ذارُک پننہِ یتھ کتابہِ منٛز اظہار کران:

پرٛم غزلہٕ بسیار گرٛھم ہو ش مٔندی
نہ ڈٖوٹھُم عرۄضی نہٕ کاثٕہہ سر بلندی
خبر ناو کتھ چھےٚ بحر کتھ عرۄضی؟
وۄنی یُس تِمس منٛز چھےٚ غفلت گھمنڈی
نہ چھُکھ مادِ لبھنُک نہ پرٛنچ تِمن بود
گٕمژٕ بأش سوے یوسہٕ گٕمژ نوٹ بنٛدی
پرٛن چھُے لبھُن چھُے بنُن چھُے ژٕےٚ شأعر

کڈِنۍ زان علمٕچ کرِنۍ عقلمندی
لیکھان شعر فاضلؔ تہٕ مہجورؔ آسۍ
چھےٚ بے شک تِمن میچھٕ سر بلندی
چُھ شہبازؔ ونان شعر یژھان زندٕ روزُن
کلامٕچ اشاعت یوٚتامتھ نہ اندی

مجأزی لوٗلٕچ مِل مِش چھےٚ نہٕ شہبازؔنِن غزلن منٛز دریٛنٛٹھۍ یِوان، تو پتہٕ تہٕ چُھ روٲیتی غزلہٕ ڈھانچہٕ رٔژھرأیتھ پننہِ مزازٕ سۭتۍ یٚہہ دارپٔن اکھ بوٚ رُت لاۍ عمل اختیار کٔرِتھ صنف غزلس اکہِ خاص مشنہٕ چھجل تہٕ مطلب بوٗرِتھ بناوان۔

غزلہٕ کِس پرٛٹ بتھ شعرس بیوٚن بیوٚن مقصد آپرِتھ زبرپأٹھۍ بدل بدل انہارو قسم وارفنی پیوٗنڈُک تہٕ کامیاب تحریک حبس دِوان:

چھس وَتن چانِن بہٕ ژھاران جل یِتم درشن دِتم
مأنٛزِ مہرِنۍ ضایہِ کٔرتھس ہا یہٕ گُمژ گلبدن

☆

ژھایہِ رۄزِتھ عار ما آو یارسے بے عارسے
دارِ برجگرٕکی مےٚ مُژ رِتھ چھم شبا روے ہاوتم
گاٖلی کھالتس کیازِ تژ اأوِتھ کالہ آمژ راجہٕ رٔنۍ
بالہٕ یارو مارٕ کٔرتھس ووٚنڈ ذرا شہلاوتم
چأنۍ ہجرن نہہ نیندٕر گأجم پریشأنی ہیٚژم

مارٕ کۆرنس بوز شہبازٓ نیاے بۆڈ أثرراوتم

یتھ سومتنِ منٛز نعتہٕ بوگ چُھ اچھرٕ آگرس غُسل دِتھ مدمأری گونو صنفہ ریوایت قأیم تہٕ دأیم تھأیتھ تھتھر یمتہٕ جبینہٕ مدٕ وٚستھ شوقلی سرٕوٚرٕ احترامکہِ قلمہٕ خوٗنہِ جگرچہِ میلہِ ژٕب ڈوبِتھ پٔزی پأٹھی رسول رحمتؐ ہِنٛدِس روضہ پاکس پوشپرٕنی گتھ کران۔ کتابہِ ہُنٛد یہِ بوگ چُھ امہِ شعرٕ سومبرنہِ ہِنٛدِ دِلُک آکارلبنہٕ یِوان۔ شہبازٓن أنٛدرٕ ی شہباز چُھ پٔزی پأٹھی نعت لیکھن وِزِپٕرن واش کڈان۔ سینہٕ کشادہ گٔرِتھ شاہِ مدینسؐ زینہٕ لوٗان تہٕ ورقن ہِنٛدی ورق أشی وانہِ مکمل نعتہٕ صنفٕ ستی رکھوٗان۔

کرکھنا رحمتُک پروانہٕ جأری
لگے پأری لگے پأری محمدﷺ
چھےٚ چأنٛی عالمس منٛز نامہٕ وأری
لگے پأری لگے پأری محمدﷺ
محمدؐ زاو عربس گاش کیا آو
عرش کرسی قلم لوح وۄلسنس آو
عرب مانوس وُچھِتھ گۆو انکسأری
لگے پأری لگے پأری محمدﷺ
ژٕ چُھکھ نا دون جہانن ہُنٛد شہنشاہ
ژٕےٚ ہیوٗ ما کاینالس زاو بیٚیہِ کانٛہہ
گٔرِو مروت یتیٖمن بے شمأری

لگے پأری لگے پأری محمد ﷺ
چُھ شہبازؔس طمع انٹس جمع جل
بہٕ وُچھ ہا روے پاک چوٗنٕے مکمل
مےٚ چھم دیدارٕ چانٛچ انتظأری
لگے پأری لگے پأری محمد ﷺ

یا

وَندے سر بہٕ پادن گرے زُو تہٕ قوربان
وُچھتھ نا مےٚ ارمان رسول ؐ خودایاہ
مےٚ چھم اضطرأری سبٹھاہ بیقرأری
وَندے چھُم کُنے جان رسول ؐ خودایاہ
چھُ بے کس یہٕ شہبازؔ ونان ژٕے دِلک راز
گوٚژھم عاقبت جان رسولؐ خودایاہ

شہبازصأبن چُھ پرٛتھ شارُت لیکھن وِزِ زبان ورتاونُک خاص خیال تھوومُت۔شأعری حد بندی مطأبق چھکھ حصہٕ آمٕژ زبأنی ریوأیت قأیم تھأوِمٕژ۔تیمی کِنٕ أمس موضوٗع لحاظہٕ الفاظ ورتاوُک اصل بُتر چھُ۔

زیرِ نظر کتابہِ منٛز چھےٚ گوڈے وننہٕ آمژ وِصنفو علاوٕ نظمہٕ ،ٹٕکھ ،رُبأعی بیترِ تہٕ شأمِل۔مختلف صِنفن منٛز سورُے کلامہٕ چھُ یقین محکم، عملِ پیہم تہٕ مکمل اسلأمی ضأبطہٕ حیات کہِ بُرشہ رنگِو تھ تیٚیچ خوشبوٗ برقرار تھاونہٕ خأطرٕ شأعرن پنٕن اکھ خاص اسلوٗب

ورتاوس چُھ اۄنمُت ۔ سمأجی پہلو چھِ یا اقتصأدی، قو درتی یا دُنیاوی، جمالیأتی یا اخلأقی غرض پرٛتھ موضوٗع چُھ اسلامیا تُک عینک لأگِتھ مشأہدٕ آمُت کرنہٕ۔ ’’تھف دِژِم لولن امارس‘‘ کتابِہ منٛز چُھنہٕ شہباز صأب پۆت کالکہن ووستاد شأعرن ہنٛش دامن دِنان علۍ کہِ تہنٛز رِوایت پۆت آگُر زأنِتھ پننہِ ؤطیرِ بروٛنہہ پکان۔

منٛز بہاربن وَلہٕ نہٕ آمُت شوٗٹھ لۄ گمُت تاونس
گاہےٚ تپہٕ ترٛگاہِ یوان گیوٗرچُھس بہٕ منٛد چھان باونس
(شہبازؔ)

مظفر عازم:

پننہِ ساووٗش ترٛاوکھ لگیم محبت طوٗ فانس تاونس
یا
شامہٕ ژھاین زوٗنہِ رأژن ؤنی دِژوم
نیب تہٕ رووم بے وزن اظہار میوٗن
(شہبازؔ)

☆

ہاگُلو توہہِ ماساوُ چھون یار میوٗن
بُلبُلو تُہیٚ ژھأری تون دلدار میوٗن
(مہجوؔر)

نادلا یے شادتھاوُم جل تِتم

رازِ دِلکٕۍ زأنِن راوُم جل پتم

(شہباز)

تہٕ (لُکہٕ بأتھ) نادلایے میٲنہِ یوسفو وولو

شہباز صأب فرماوان:

نشاطس منز بہتھ سروے کلس تل

سجأیِتھ گوٚژھ نشاط گُلزار آسُن

موتی لعل ساقی:

شباہکی نغمہٕ گژھم آسنۍ نٹین پیٹھ

مےٚ گوٚژھ بروٗنہہ کنہِ بہتھ گُلفام آسُن

چھیکرس موختصر کر بہ عرض زِ کانٛہہ انسان چھُنہٕ مکمل۔ مگر اَسہِ پزِ بن کُنہِ تہِ کارِ کی مثبت پہلوٗ تلاش کرٕنی۔ تو پتہٕ چھُ الحاج عبدالرشید شہباز صأب مبارککی مستحق زِ ستھ شعرِ سومبرن کرِ یمو پرٕن والین حوالہٕ تہٕ زبأنی کوٚ رُکھا اکھ باگہٕ بوٚ رُت گلہٕ میوٗٹھ۔ یتھلہِ زن کأشر کتاب باز کڈٕنی چھےٚ وَچھس کٕنۍ گنڈنس برابر۔

کلام شرین کلاماہ بوز نأیو روایت علمہٕ ادبٕچ زندٕ تھأیو

چھِ یم پڑٕ مردٕ دِل غأفل سراسر تِہندی دل لولہٕ ین نٔے پھاپھلایو

چھُ ادبی اکھ رُکن شہباز تُہندٕے تٕمس غُر شأعری ہٕندی ہیچھنأیو

☆☆

(معصوم مُرادآبادی)
ترجمہ کار: رشید کانسپورؔی

مولانا ابوالکلام سُندا کھڑ ھایہِ رؤ دمت یار

(منشی عبدالقیوم خان خطاط)

مولانا آزادس ہُیو نابغہ روزگار شخصیت تہٕ تہنٛدی کارنامہٕ چھِ سورٕے دنیاہ زانان۔ تأریخس اندر چھِ تہنٛدی ہمہ جہت ادبی، دینی تہٕ سیأسی تھزر پراونک ذکر سبٹھاہ کم وبڑھناونہٕ آمت۔ تہند بن یارن دوستن ہند حوالہٕ تہٕ چُھ وارِیاہ کم لکھنہٕ آمت۔ پانہٕ چھ مولانا آزادن پننہِ شہرہ آفاق تصنیف ''غبار خاطرک'' روٚے پننس دوس حبیب الرحمٰن خان شیروانیس کن کوٚرمت۔ یمہِ ژکہِ تہند ناوٕ تموقاٗ دروزنس دوران چِٹھہِ لیچھمٕژ چھ۔ تمہٕ چھےٚ مولانا سنٛز بہترین نثری شہکار مانہٕ یوان۔ امایہِ کتھ چھ وارِیاہ کم لوکھ زانان زِ مولانا ہن کٔرغبار خاطر ہش شہرہ آفاق تصنیف سُہ قرض نکھہِ والنہٕ باپتھ شایع یُس تمن احمد نگر قلعچہ نظر بندی دوران کھوتمت اوس۔ امہ کتھہِ ہُنٛد انکشاف چھ مولانا سٕنٛدی اؔکی رفیق تہٕ تہنٛدی کأتبِ خاص منشی عبدالقیوم خانن پننس أکس مضمونس منٛز کوٚرمت، تم چھِ لیکھان۔

''احمد نگر کی نظر بندی کے زمانے میں جو قرض ہوتا رہا تھا اسکی ادائیگی اس طرح

عمل میں آئی کہ رہا ہونے پر شملہ تشریف لاتے ہی مجھے تار دیکر طلب فرمایا اور ''غبار خاطر'' کے دو خط دیکر کتابت کا حکم دیا۔ باقی خطوط بعد میں دوران قیام کشمیر سے آتے رہے اور کتابت ہوتی رہی۔ طبع ہونے پر چھے ہزار نسخے حالی پبلی شنگ ہاوس دہلی کو دیکر قرض کی ادائیگی کا انتظام کیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن لاہور سے شائع ہوا''۔

احمد نگر چہِ نظر بندی دوران یُس قرض کھسان رودسُہ نکھ والنہٕ باپتھ تتھے تمور ہا سپد تھے شملہ تشریف اون میے سوز کھ تارتہٕ اونہس بلأ وِتھ۔ غبار خاطر چہٕ زٕ چِٹھہٕ دژ کھ تہٕ کۆرکھ تمن کتابت کرنُک حکم۔ باقی چِٹھہٕ روزٕ کشیرِ ہٕنٛدِس قیامس دوران مےٚ نِش واتان تہٕ کتابت روزٕ سپدان۔ چھاپنہٕ پتہٕ آیہِ امہِ چہٕ شےٚ ساس کأپی حالی پبلیشنک ہاوس دلہِ والین دتھ قرض نکھہٕ والنک انتظام کرنہٕ۔ امیُک دۆیم ایڈیشن آوٚ لاہور پیٹھہٕ شائع کرنہٕ۔

منشی عبدالقیوم خان چھ مولانا آزادسٕنز مأّلی حالژ ہُنٛد تذکرٕ پننس بییس أکس مضمونس منٛز کران لیکھان۔

''جیل کِس قیام کِس زمانس منٛز سپز یہِ حقیقت روشن زِ حریت تہٕ آزادی پراونہٕ باپتھ یمہٕ کُنٛڈی وَتہٕ مولانا طےاوس کران تمن وتن منٛز أس اکھ تنگ تہٕ کرٛٹھی وتھ پۆز سٔبٹھاہ زٕٹھی وادی تہٕ برونٛہہ کنہِ یوان یُس قرضہٕ چوبارٕ کنیو بییہٕ ہن مشکل بنأوی۔ یمو تمام مشکلاتو تہٕ کرٛچھر وباوجوٗ دروٗ دی مولاناہٕ تدبر، ہمت تہٕ جرتہٕ سان برونٛہہ کُن قدم تراوان۔ (الجمیت'' ۴ دسمبر ۱۹۵۸)

مولانا آزادن یمہٕ دلچسپ چِٹھہٕ مختلف وقتن پیٹھ پننین انگن أشناون تہٕ یارن

دوستن لیچھ تمہٕ کرِ کینژٕ علمی تہٕ ادبی شخصومرتب۔ تہند ہٕن مکتوب الیہ ہٕنڈِس بارس منٛز چھ لۄکھ زانان اماپۄز تمن منٛز چھِ اکھ تژ ہ شخصیت یمن مولانا ہٕن ۱۴ اچِھٹھ لیچھِ اماپۄز زلۄکھ چھنہٕ یمونِشہٕ زآنی یاب۔ یہٕ شخصیت چھ مولانا سُند خاص کاتب منشی عبدالقیوم خان۔ مرادآباد کی روزن وٲلی منشی عبدالقیوم خانن گزورپنہٕ وٲنسہِ ہند بیشتر حصہٕ کلکتہ، دلہِ تہٕ بجنوریٖتہٕ سُہ اخبار ''مدینہ'' (بجنور) ماہنامہ برہان (دہلی) تہٕ ترجمان القرآن ''اشاعت کلکتہ'' ستی وابستہٕ روٗد۔ تمہٕ آسی دراصل ہاوباوٕنشہٕ دۄر روزن وٲلی تہٕ تنہاٲیی منٛز روزن وٲلی انسان۔ یوہے چُھ وجہ زِ تہندِ ناوٕ تہٕ کامہِ نشہٕ چھنہٕ واریاہ لۄکھ وٲقف۔ حالانکہ ونیکتام ییتیاہ تہِ مکتوٗباتِ آزادٕکی ایڈیشن شایع چھ سپدی متی تمن اندر چھِ مولاناہٕنڈی منشی عبدالقیوم خاننہِ ناوٕ چِھٹھِ شامل۔ تہٕ ''مکتوبات آزاد'' ہٕن یمن مجموٗعن منٛز چھ منشی عبدالقیوم خان سُند ذکرتہِ موجوٗد۔ پۄز تہندِس شخصیتس پٮ۪ٹھ چھُنہ کانٛسہِ قلم تلمت۔ کینٛہہ ؤری برونٛہہ ییٚلہ بہٕ کراچی گوس تہٕ مولانا آزادہٕنڈِس سارِوٕے کھوتہٕ بڈٕس عقیدتمند ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پۄریہٕنڈِس خدمتس اندر حاضرسپدُس تموٚوٚن مے گرزژھنتھ زِ تہندِ مرادآبادشہرک اکھ انتہاٲیی موٗلِج شخصیت آس منشی عبدالقیوم خان خطاط ہٕنز۔ یمن نسبت ونکتام کانٛسہِ وِستارِ سان کینٛہہ لیوکھمت چھُنہٕ۔ ییٚلہِ زن تہندی کمالات ییتاہ تھدِ پایہِ آسی زِ تمن پٮ۪ٹھ گژھ اکھ کتاب لیکھنہٕ آمٕژ۔ امہِ باپتھ کیازِ گنڈکھ نہٕ ژٕے ہول''۔ مےٚ کۄر راز راہ مروت ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری لیس وعدٕ پۄز امیک اوسم نہٕ ہرگزتہِ انداز زِیہِ کامٕ دردِس ننس منٛز آسہِ ییژاہ دشوٲری تہٕ بیٚیہ لگہِ اَتھ یوتاہ کال۔ خٲرازییٚلہ بہٕ یژ کالی یہِ وعدٕ پۄرٕ کرنہٕ باپتھ بیوٚٹھس مےٚ آسی اَچھن برونٛہہ کنہٕ پننس کرم فرما ڈاکٹر ابوسلمان

شاہجہاں پۆری سٕنٛز شکل گژھ کران۔ یہٕنٛز موجلح لایبریری فقط امہِ باپتھ کراچی منٛز زالنہٕ ٲس آمٕژ زِسہٕ اوس تتہِ نظریہ پاکستانس کٹر مخاٲلف مولانا آزادس پیٹھ تحقیقی کأم کران۔ افسوٗس ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پۆری سپدی کینٛہہ دوہ برونٛہہ کراچی منٛز رحمتِ حق۔

منشی عبدالقیوم خانس چھنہٕ فقط امہِ باپتھ اہمیت زِ تمہ روٗ دی مولانا آزادس ستیٖ ڈوڈس ؤری لیس کلکتہٕ ہس منٛز "ترجمان القرآن" دوٚیم جلد غبار خاطر تہٕ ترجمان القرآن گوڈنیک جلد دوٚیمہِ لٹہِ چھاپنہٕ تہٕ کتابت درست کرنٕچ کأم انجام دوان بلکہ کرنو تمو مرادآبادس منٛز ترجمان القرآنک گوڈنیک تہٕ دوٚیمہِ جلدُک دوٚیم ایڈیشن چھاپنہٕ باپتھ پنٛنہِ دوٚن یارن ہندِ ذٔریعہ مأ‏لی اتھہٕ رٚوٹ تہِ۔ لہٰذا اوس نہٕ منشی عبدالقیوم خان مولانا آزادسنٛد کأتبے یوت بلکہِ تہنٛد مخلص مددگار تہٕ۔ منشی عبدالقیوم خان سُنٛد سبٹھاہ رُت فرزند مولا محمد عبدالملک جامی (متوفی 1991 مدینہ منورہ) چھ پننس أکس مضمون ترجمان القرآنک کأتب منشی عبدالقیوم خان مرادآبادیس منٛز لیکھان۔

"مولانا ہن یِیلہ دوٚیم جلد چھاپنک ارادٕ کوٚر تہٕ بابہٕ صأب بلووٗکھ کلکتہ۔ یتھ پأٹھی بنیوٚ وڈوڈس ؤری لیس بابہٕ صأب مولاناسُنٛد گرٕ باأژ۔ یہِ اُوس دوٚیم جلد۔ امہِ پتہٕ لیکھی بابہٕ صأبن گوڈنِک تہٕ دوٚیم دوشوٕے جلد پننہِ قلمہٕ۔ تمے بڈٕ ٹھکہٕ یمِک مولانا توقع اوس کران۔ یتھ موقس پیٹھ آسہٕ یہِ ونن برمحل زِ ترجمان القرآنک گوڈنیک جلد، یتہِ دوشوٕنی جلدن ہنٛدی دوٚیم ایڈیشن چھاپنس اندر اوس بابہٕ صأبنہِ مأ‏لی مددُک کأفی عمل دخل۔ گوڈٕ نیٚک ہیٚکہِ ہے نہٕ شاید چھٔپتھے ہرگاہ نہ بابہٕ صأب ہمت کرہن۔ مسودٕ اوس یژ کال تام

اۄری پٮ۪ٹھ۔ مولاناہَس آسی نہٕ پوٗنسے یتھ تَم یہِ چھاپہٕ ہن۔ گوڈنچہ لٹہِ ہیٚتِن میٲنس ساجوس میٲنٛی بابہ صٲبن کیٛنٛہہ پوٗنسہٕ ووزم۔ دۄیمہِ لٹہِ ہیٚتٕن أکس دوستس داہ ساس روپیہِ ووزم۔ یتھہٕ پاٹھی آسی نہٕ تَم ترجمان القرآن تہٕ مولاناہٕنٛدی کٲتبہٕ یٲتی بلکہ بیٚیہِ تہِ کیٛنٛہہ امہِ ہریمانہٕ۔‘‘

(روزنامہٕ قومی آوازٕ نٔو دِل مدرشہ 8 دسمبر 1982ء)

مولانا آزادس تام رسائی:

ؤلیوووں تراوِوا اکھ نظر مولانا آزادنہِ تہٕ منشی عبدالقیوم خان ہٕنٛدٮ۪ن رسائی ہٕنٛدٮ۪ن واقعہن پٮ۪ٹھ۔ تیِچ وَرژھنے منشی عبدالقیوم خانن پننس أکس مضموٗنس منٛز کرٕمٕژ چھِ۔ یہِ چھُ روزنامہٕ الجمیت دلہِ ہٕنٛدِس آزاد نمبرس منٛز شائع سپد مُت۔ یہِ خصوٗصی شمارٕ اوس مولانا آزادٕ سٕنٛدِ رحمت حق سپد نہٕ پتہٕ کمہٕ کاٲلی محمد عثمان فارقلیط سٕنٛدِس ادارتس منٛز شائع سپد مُت۔ اتھ شمارس منٛز چھُ۔ ’’حضرت مولانا ابوالکلام آزادٕ سٕنٛدِس خدمتس منٛز ڈوڈٕ ری عنوانس تحت شایع سپدن وٲلس مضموٗنس منٛز منشی عبدالقیوم خان لیکھان‘‘۔

’’مولاناسٕنٛز عظمت نظرِ تل تھٲوِتھ آس میٲنس دلس منٛز یہِ آرزوا کٕژ ووتلان زِمےٚ گوٚژھ مولاناسٕنٛدِس خدمتس منٛز حاضر سپد نک فخر حاصل سپدُن۔ اماپوٚز اَمِچ آس نہٕ کانٛہہ وتھاہ نظرِ گژھان۔ 1931ء اندر ییٚلہ ترجمان القرآنک گوڈنیک جلد شائع سپُد امکہِ کتابٕچ ترتیب باسایہِ نہٕ موزوں تہٕ مناسب (بحیثیت اکھ کاتب کیاہیٚکہِ ہابیٚیہِ وُچھتھ تہِ) پرتھ صفس پٮ۪ٹھ یُس متنہ چہ کیٛنٛہہ سطرٕ ترجمس ستی وٲٹھ آسہٕ تمہِ آسہٕ نہٕ متنہٕ مطابق پکان۔ یہِ وُچھتھ آومےٚ خیال زِ ہرگاہ یہِ خدمتھ بہ انجام دِمہٕ ہاتیلہِ روزِ ہے نہٕ یہِ خٲمی۔ متن تہٕ

ترجمہٕ لیکھہٕ ہاپانے تہٕ مطابقت تھاوٕ ہا زیرِنظر۔ کتانچ یہ کیفیت وچھتھ کوٚرمے مولانا ہس درخواست زِ ہرگاہ دوٚیمہِ جلدچ کتابت کرنک موقعہٕ مےٚ ییہِ دنہٕ یہٕ ہیکہٕ یہِ کاٲم مناسب طریقہٕ انجام دِتھ ہٮ۪تی تھووکھ پٔنن خطِ نستعلیق نموٗنہٕ رٔنگی۔ میٲنس درخواستس سپُد شرف قبولیت حاصل اماپوٚز کیٚنژن وٲری ین ہیچ نہٕ کاٲم شروع سپدتھ۔ ٲخرکوٚرہس 1934ہٕ منز یادتہٕ ہٮ۪تی لیوکھکھ زِ 14 مئی چھس دلہِ واتن وول۔ تٔتی سمکھِ زِ تہٕ روٗبروٗ سپدِ کتھ باتھ تہِ۔ دلہِ واتتھ سپدُس خدمتس منز حاضرتہٕ کتھ باتھ گرِتھ سپز کتھ مکمل۔ اکی مہِ اکتوبر 1934ہٕ سپدُس مولانا ہٕسنٛدِس خدمتس منز حاضر کتابت باپتھ میلی گوڈٕ گوڈ مسودٕ کہِ زٕ زٕ ژورژور صفہ پتہٕ روٗدی اکھا کھ زٕ زٕ صفہٕ تازٕ ے تحریر سپدی ہٮ۪تی میلان۔ گوڈنیک حصہٕ لیکھتھ کوٚرم پیش۔ وُچھتھ فرموٗکھ مےٚ اوس خیال متن ترجمہٕ مطابق اَنُن چھُ مشکل پوٚز ژےٚ نبوٗتھ یہِ رٔتی پأٹھی، ٹھیک کوٚرتھ"۔

(روزنامہٕ الجمعت دہلی بیادگارِ آزاد 4 دسمبر 1958 صفحہ 22)

یتھٕ پأٹھی سپدی مولانا آزادس ہٮ۪تی منشی عبدالقیوم خانس قریبی تعلقات قاٲیم یم تاحیات برقرار روٗدی۔ یتھ کتھٕ منز چھنہٕ کم دلچسپی زِ منشی عبدالقیوم خانن خط یُس مولانا آزادس زبردس پسند اوس آمت تٔمی اوس نہٕ کتابت کرنُک فن باضابطہٕ پأٹھی کُنہِ ہیوٚ چھُمت بلکہ اُوس شوقیہ مشق کران تہٕ پننس فنس منز اُوس ماہر سپدُمت۔ پننہِ زندگی ہنز دلچسپ ڈیلیل لیچھِ تمو ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری سنٛز فرمایشہِ پٮ۪ٹھ۔ یُس تموٗ "مکاتیب ابوالکلام آزادس اندر شائع کوٚر۔ (جاری)

☆☆☆

VIRASAT

(Quarterly Journal of Enthnic Literature)

Volume:3 No:2

Translation Research Centre, Kashmir
Jammu and Kashmir Acadmey of Art, Culture and Languages
Srinagar

Content

S.No	Title	Author	P.No
1.	Revealing the Enigma of Harwan's Past	Ab.Rashid Lone	3
2.	Sacred Temple of Shankarachary	Samsar Chand Koul	18
3.	Rishi-Sufi Tradition of Kashmir	R. Vinod Kumar	31

Revealing the Enigma of Harwan's Past

Abdul Rashid Lone

Introduction

The archaeological site of Harwan, a symbol of the region's rich historical and cultural history, is tucked away among Kashmir's gorgeous landscape. The archaeological treasure trove of Harwan, which is just 18 kilometres from Srinagar, the capital city of Jammu and Kashmir, has revealed amazing tales from antiquity. This essay explores Harwan's archaeology and highlights its importance for comprehending Kashmir's ancient past.

The Rajatarangini of Kalhana is a crucial source that sheds light on the historical events that have shaped Kashmir's landscape since pre-historical times. This important book not only recounts historical occurrences but also illuminates socio-economic and politico-religious advancements that embellished the lovely valley. Among the numerous historical events, the entrance and expansion of Buddhism, a profound religious ideology, stands out as a noteworthy development.

Kashmir's reputation as the Paradise on Earth, Abode of Saints, and Land of Sages is well-deserved, especially in the context of its ancient past. After the waning of the Naga traditions, the rise of Buddhism brought about a significant transformation that left an enduring imprint on the region's history and diverse facets.

In piecing together the history of Kashmir during its early historical era, written records offer valuable glimpses. However, it is the realm of archaeology that assumes a paramount role, furnishing us with priceless revelations about the daily affairs of bygone times. By unearthing artefacts and unravelling ancient structures, archaeology becomes the torchbearer, illuminating the intricate historical fabric of Kashmir and shedding light on the existence of its people.

In Kashmir, the relics and ruins of the Buddhist civilization have been explored and excavated, bringing up a plethora of historical artefacts from various parts of the territory. This article focuses on a fascinating spot in Kashmir that is famous for a lush green garden but also draws attention for its amazing Buddhist archaeological material culture. Over the years, these ancient ruins have drawn a steady stream of visitors, demonstrating their distinctively Buddhist character and resoundingly advocating for heritage tourism in the area. My particular favourite among the numerous stunning locations is the Harwan.

Settlement Morphology

Harwan's historical narrative spans numerous centuries, its origins intricately entwined with the ebb and flow of multiple civilizations that have graced the Kashmir Valley. Across epochs, this site has hosted a medley of cultures, encompassing the likes of the Kushana Empire and the Hunas, among others. As a living embodiment of persistent human habitation, the site stands resolute, bearing witness to the ongoing evolution of Kashmiri society through the annals of time.

In 1895, while constructing a water conduit, an unexpected discovery emerged, which gained significance when Hiranand Shastri of the Archaeological Survey of India identified it as Harwan's Buddhist site. In 1919, he found imprinted brick tiles, and in 1920-21, R.C. Kak conducted the first systematic excavations. L.K. Srinivasan later resumed work in 1973. From a chance find, Harwan transformed into a meticulously explored archaeological site, shedding light on its historical legacy and the lives of its ancient inhabitants.

Through meticulous excavations, the site unveiled the remains of a Buddhist structural complex that thrived during the 3rd/4th to 7th centuries CE (see Fig.1). At present, the settlement is relatively compact, encompassing around 10 ruins dispersed across terraced platforms carved into the steep hillside. The earliest constructions unearthed at the site were crafted in a distinctive pebble style. These structures featured mud walls carefully embedded with pebbles, typically measuring one to two inches in diameter. These pebbles were readily available from nearby streams, showcasing the resourcefulness of the builders.

Fig.1. Site Plan of Excavation at Harwan (Source: Kak, 1933)

Google Earth View of ruins at Harwan

Among the architectural variations at the site, the pebble-style constructions occupied a lower position compared to the two other masonry types: diaper pebble and diaper rubble. The pebble-style structures, intriguingly, were present on two separate terraces. On the middle terrace, elevated from the lower level, an isolated fragment of a monastery in pure pebble style emerged. This section, detailed by R.C. Kak in his work Ancient Monuments of Kashmir, showcased a northern entrance. Additionally, on the same terrace but positioned lower, Kak's depictions unveiled a rectangular building oriented in a north-south axis. Crafted entirely in pebble style, this structure featured a set of steps oriented toward the northwest.

On the settlement's lower terrace, two neighboring walls came to light, meticulously constructed using pebble masonry. These walls appear to have formed an enclosure encircling a courtyard that likely belonged to a structure, although remnants of this edifice are presently absent.

Around 300 CE, the pebble construction method gave way to the diaper pebble style (Fig. 2), characterized by intermixing pebbles with larger, irregular stones at consistent intervals to fortify the walls. On the settlement's uppermost terrace, the foundations of an apsidal temple, constructed using the diaper pebble technique, endure. Enclosed by a courtyard embellished with terracotta tiles portraying elaborate patterns of humans, animals, birds, plants, and abstract designs, this temple stands as a testament to the intricate craftsmanship of its time.

Crucially, this specific structure commands the settlement's highest altitude, making it the prominent focal point. It notably

distinguishes itself as the most exceptional and ornamentally adorned architectural ensemble within Harwan. This elevated status underscores the considerable emphasis invested by its constructors both in its construction and embellishment. Notably, the shrine's courtyard stands as an exemplar of this dedicated craftsmanship. None of the other structures within the site match the intricate treatment and meticulous attention to detail found in its decoration.

fig.2. Diaper-pebble style of construction at Harwan (Source: Original)

The temple boasts an exterior design with an apsidal shape, while its internal layout takes on a circular form. This architectural wonder begins with a rectangular hall at its forefront. As for the terracotta tiles found near this structure, Robert E Fisher suggests that the elevated apsidal temple's walls, filled with rubble, possibly had a layer of sleek plaster. The entrance, oriented toward the valley, presents this feature. Furthermore, the lower portions of the walls were embellished

with terracotta plaques illustrating ascetic figures. These plaques formed a low enclosure along three sides of the temple, delineating its boundaries and creating a separation from the hillside backdrop.

In earlier explorations of the site, no indications of a surrounding circumambulatory passage encircling the temple were discovered. However, during the excavations conducted in 1979-80, evidence of such a passage was unveiled. This pathway is believed to have taken the form of a courtyard, its surface adorned with terracotta tiles. On the lowest terrace, multiple cells or rooms, crafted using the diaper pebble technique, were also brought to light. These chambers might have served as chapels or been part of a residential complex. Additionally, another structure, termed the 'prayer hall', was exposed on this same lowest terrace. Displaying a rectangular layout, this edifice was also constructed using the diaper pebble style.

On the site's lowest terrace, south of the prayer hall, the substructure of the stupa, likely safeguarding Buddhist relics, was unveiled. This structure seems to be a later addition, fashioned from uncut stones with smaller stones fitted in between. This building technique, termed diaper rubble, marks the third and most contemporary architectural style identified on the site. Encircling the stupa, an enclosure wall, similarly crafted in diaper rubble style, safeguards it. Positioned within a rectangular courtyard oriented northwards, the stupa commands the central position.

The construction approach employed for the stupa and its

immediate vicinity is noticeably rough and unrefined, devoid of any binding material. This suggests a later construction phase. Surrounding the stupa, the area was adorned with terracotta tiles decorated with ornate designs. According to Kak's observations, these tiles were discovered broken, with certain pieces featuring incomplete figures. While some tiles seemed flat, indicating a possible pavement function, others exhibited raised reliefs, suggesting their placement on walls. This hints at the possibility that these tiles were originally not from the courtyard where they were found during excavation. Instead, they were likely transferred from another structure, possibly with an earlier origin.

The unearthing of a coin linked to Toramana, a Huna ruler mentioned in Kalhana's accounts, beneath the stupa's stairs, is a pivotal milestone in dating the stupa's construction. This discovery implies an association of the stupa and its architectural style with the 5th or 6th century CE, or even a later era. Alongside this momentous finding, several other artefacts came to light, including fragments of terracotta figurines and three plaques embellished with images of stupas (see Fig.3). These plaques provide invaluable insights into the stupa's design and structure during the 5th century in Kashmir. The description of the stupa depictions on these plaques is given by Pratapaditya Pal as:

[A]ll three (stupas on plaques) have a triple basement with three flight of steps, the drum with a line of beading and plain moldings with plain dome. A row of projecting brackets makes up the harmika, above which is a succession of eleven umbrellas of diminishing size, with fluttering ribbons tied at the very top. At

both corners of the top terrace is a tall column with seated lion.

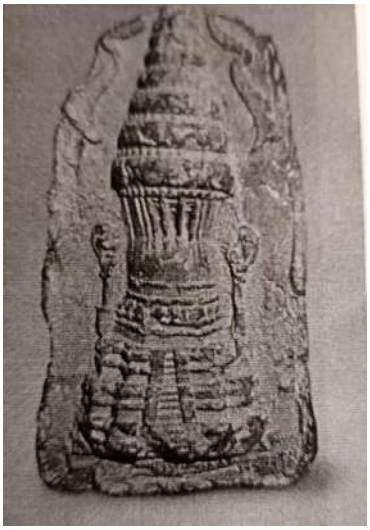

Fig.3. Terracotta plaque depicting stupa, at Harwan (Source: Pal)

During the excavation season of 1973, a noteworthy revelation surfaced. It was observed that a preceding structure, constructed using diaper pebble walls, had been covered by a distinct form of dry rubble construction. This finding suggests the intervention of a separate group, likely non-local, deliberately altering the existing diaper pebble structures and constructing their own buildings in a different architectural approach known as diaper rubble masonry.

Significantly, a stratum of ash and charcoal was discovered amidst these two foundation walls erected using different building techniques. This serves as evidence of potential intruders-potentially the Hunas-who, towards the late 6th century CE, may have set ablaze the earlier Kushana settlement. These

invaders, accountable for the obliteration of Buddhist monuments not only in Kashmir but also across the Indian subcontinent, may have entered the valley. Consequently, Harwan's Buddhist settlement endured neglect for many centuries before gradually fading into obliteration during later centuries.

As a result of these excavations, substantial proof of construction methods, lingering artistic traces, and cultural artefacts intertwined with Buddhist connections were brought to light. This illumination casts a spotlight on the site's enriching heritage.

Artistic Evolution

Amid the opulent rule of the Kushana monarchs, the Kashmir valley bore witness to the dawn of an indigenous artistic legacy recognized as the Kashmir Terracotta School of Art. Diverging from the artisans of the broader Indian subcontinent during the Kushana era, who primarily engaged with stone and aligned with the Gandhara School of art, the artisans in Kashmir during the initial centuries of the Christian era exhibited a distinct inclination towards clay as their favored medium to manifest their artistic ingenuity. Terracotta art, gaining prominence within the Kushana epoch, specifically earned acclaim in the realm of Kashmir.

Significantly, the coexistence of diaper-pebble style structures and the utilization of ornate terracotta tiles (illustrated in Fig.4) to adorn the courtyards of Buddhist stupas represents a unique trait in the settlement arrangements witnessed in the Kashmir valley, tracing back to the Kushana era. This

observation gains reinforcement from the substantial volume of uncovered terracotta artefacts. These encompass imprinted tiles, figurines capturing both human and animal forms, beads, skin rubbers, seals, and an array of diverse objects. These discoveries collectively affirm the extensive adoption of terracotta as well as mirror the artistic opulence that flourished during this period.

Fig.4. Terracotta tiles, Harwan (Source: SPS Museum)

A multitude of archaeological sites, encompassing nearly a dozen in total, have unveiled the distinctive settlement pattern throughout the expansive Kashmir valley. In certain instances, only terracotta tile pavements have been discovered, exemplified by locations like Kutbal and Hoinar-Lidroo in the Anantnag district. In other scenarios, these terracotta tile pavements intermingle with pebble and diaper-pebble style constructions. Noteworthy sites include Harwan in the Srinagar district, Huthmura and Semthan in Anantnag, Ushkar and Kanispur in Baramulla, and Kralchak in the Pulwama district. This tradition of

embellishing floors with terracotta tile pavements is also documented at Takiya Bala in Pulwama, various closely situated sites at Doen Pather (Pahalgam), Ahan (Sumbal), and the Bham-ud-din Sahib mosque near Matan in Anantnag. Furthermore, such pavements have been reported at Gurwait-Yarikhan in Budgam.

The art forms found within the region, particularly the terracotta figurines, notably reflect Hellenistic influence. Given that Kashmir, as both a geographical and political entity, was intricately connected to the Gandhara kingdom during that era, which was profoundly shaped by Hellenistic artistic and intellectual concepts, this influence probably extended to Kashmir as well. The Gandhara School of art thrived from the 1st to the 5th century CE, its legacy extending even further into the 7th century CE in certain regions of both Kashmir and Afghanistan.

While the prevalent trend during the Kushana period across the Indian subcontinent leaned towards stone sculptures, the artistic landscape of Kashmir deviates remarkably. Rather than embracing stone as the primary medium, artists in Kashmir during the Kushana era displayed a striking preference for terracotta. This material was employed to craft diverse art forms including figurines and tiles. This distinctive material choice prompts inquiries into its underlying reasons. It is plausible that Kashmir had cultivated an indigenous school of art preceding the Kushana reign, wherein terracotta or clay had been extensively employed as a medium for artistic expression.

The available evidence lends substantial credence to this

hypothesis. Even prior to becoming a part of the Kushana Empire, the early historical phase of Kashmir was marked by the presence of urban hubs, underscoring the existence of a local artistic tradition primarily centered around terracotta. The incorporation of Hellenistic elements into these figurines by artists from Gandhara can be attributed to shifts in political power and patronage dynamics. Additionally, the evidence indicates a developmental trajectory in terracotta tile design, progressing from modest and plain patterns to intricate ornamentation as seen in Harwan, Huthmura, and Semthan.

These findings propose that the relationship between Kashmir and Gandhara grew notably potent after the conquest of Kashmir. A rudimentary form of exchange, akin to commerce, had already been established, facilitating the exchange of ideas both from Kashmir to the western regions and vice versa. The intermingling of these two cultural currents in Kashmir birthed artistic expressions that embodied local distinctiveness while also displaying the imprint of external influences.

Meaning and Context

The archaeological discoveries at Harwan bear profound import in unravelling the socio-cultural intricacies of ancient Kashmir. They furnish evidence of the area's absorption of diverse religious and cultural currents across time. The existence of Buddhist edifices mirrors the sway of Buddhism in the region during the Kushana epoch, whereas the varied artefacts signify the interplay among distinct communities and civilizations.

Moreover, the existence of terracotta tiles, pottery fragments, and coins underscores the vitality of an economy and

intricate trade networks that facilitated the fluid exchange of both commodities and concepts. The Harwan excavation further illuminates the craftsmanship and artistic acumen of the ancient dwellers, vividly demonstrated through the elaborately adorned tiles and other artefacts.

Conservation and Obstacles

The task of preserving and conserving the invaluable archaeological treasures held within the precincts of Harwan is not only of immediate concern but also of profound significance for the enlightenment and appreciation of Kashmir's ancient history by generations to come. The site, with its rich layers of history, holds the key to unravelling the narratives of bygone eras, offering insights into the lives, cultures and civilizations that have thrived on this land.

However, the cherished site grapples with a multitude of challenges that threaten its integrity. Environmental degradation, arising from factors such as weathering, erosion and natural processes, poses a continuous threat to the delicate structures and artefacts that bear witness to the passage of time. Encroachment, driven by modern development and urbanization, encircles the site with pressures that extend beyond its historical boundaries. Inadequate or insufficient conservation efforts further compound these concerns, as they might fall short in effectively addressing the complex demands of preservation.

To ensure the endurance of Harwan's legacy, it is incumbent upon the relevant authorities to adopt proactive and multifaceted approach. A comprehensive conservation plan, rooted in expert knowledge and supported by cutting-edge

techniques, should be formulated and implemented. This would encompass strategies to shield the site from environmental aggressors, employing methods such as controlled access, protective barriers and erosion control mechanisms. Moreover, a collaborative approach involving local communities, academic institutions and heritage organizations can foster a sense of responsibility towards and vigilance over the site.

In the face of these challenges, the responsibility to preserve Harwan's legacy is not merely a duty to the past, but a commitment to the future. By steadfastly safeguarding this archaeological marvel, we lay the groundwork for generations to connect with their roots, fostering a deep understanding and respect for the intricate tapestry of history that unfolds within Harwan's sacred grounds.

Final Thoughts

The archaeological landscape of Harwan stands as a gateway to the opulent heritage enshrined within the folds of the Kashmir Valley. Through the meticulous process of excavation, this ancient site offers us a profound window into the historical, cultural and spiritual currents that have shaped the region across epochs. The narrative woven by the findings at Harwan transcends the realms of mere objects; it unravels the intricate layers of past civilizations and the intricate dance of diverse cultural influences.

From the grandeur of the Buddhist monastic complex to the intricate artistry seen in the technique of embellishing courtyards with ornate terracotta tiles, Harwan's trove of archaeological treasures reads like a chronicle of the past. It chronicles the rise and fall of societies, the convergence of beliefs, and the exchanges of ideas that have colored the landscape over the

ages. It is within these remnants that we discover not only artefacts, but voices echoing the aspirations, achievements and dynamics of civilizations long gone.

☆☆

The author teaches archaeology at Department of History,University of Kashmir and is also an Ashoka felow at the Centre of Interdisciplinar Archaeological Research, Ashoka Univeristy , New Delhi.

SACRED TEMPLE OF SHANKARACHARYA

Samsar Chand Koul

Karpura Gauram Karunawataram
Samsara Saram Bujagendra Haram
Sada Ramanatam Hridayara Vinde
Bhawam Bhawani Shanitam Namami

I bow to that Lord Shiva, along with his consort, Parvati who is as white as camphor, who is the essence of this world, who has a necklace of big serpents (illusions) who rambles into the hearts of his devotees and is the embodiment of compassion.

Geologists tell us that this planet was part of the sun, and in course of millions of years, it began to cool down. Several times its mean decent gas in volcanic eruptions heaved up and subsided. Sometimes continents came closer and sometimes got separated. The Deccan was then joined to Africa and Northern Asia joined to Northern America. At times the Northern India was run over by the waters of the Indian Ocean and the biggest mountain peaks appeared like an archipelago. The waters subsided, but the volcanic eruptions continued and the final setting of Kashmir was completed about four million years ago. One of the results of this volcanic eruption is the

Shankaracharya hill and its off shoot Rustom Ghari. It must have been bereft of flora and fauna. Rain and snowfall made its slopes moist and tiny blades of grass began to grow.

The commanding view from the top of the hill of the celestial valley ringed round by the mountains with snowy crests, enhanced its beauty.

Historical Reference

The hill was called Jetha Larak and afterwards it was named Gopadri. Some writers are of the opinion that the temple at the top was originally built by King Sandhiman, (2629-2564 B.C.) and was called Jeshteshwar. There were 300 golden and other images of various deities in it. About 1360 B.C., King Gopaditiya, the founder of Gopkar, repaired the temple and gave Gupkar and Buchiwara villages to the Brahmans of the temple for expenses towards the upkeep of the Ashram. King Sandimati (43 B.C -13 A.D.) improved it and made some additions. When Adi Shankaracharya visited Kashmir in about tenth Century, he with his disciples, sat in the Ashram round the temple. Hence it was called "Shankaracharya Hill".

The Kashmir King Zain-ul-abidin (1421-1472 A.D.) repaired the roof which had tumbled down in an earthquake. Shiekh Ghulam Mohi-ud-din, Sikh Governor (1841-1846 A.D.) of Kashmir also repaired its dome. Recently, the dome was repaired by Swami Shivratanand Saraswati at the request of Nepali Sadhu who helped him financially.

Srinagar and its Environs

King Sandhiman who founded the Sandhimat Nagar at the

foot of the Northern Mountains where the Wular Lake stands now, thought the peak of the 'Shankaracharya hill' the best place for worship and meditation. He ordered his engineers to build a temple on its top. The engineers consulted artisans and masons and went to the spot to examine. The place was levelled, stones chiselled and dressed. The foundation was laid on the hard rock and plinth raised stone by stone. The skilful masons placing one stone above the other with plumbline and skill, slowly and steadily began to erect the platform, a pedestal of more or less of 16 petal lotus was raised on which the temple was erected leaving around some space for circumambulation (Parikarama). This space was protected by a small wall.

The space inside the temple is very limited. There are four stone pillars inside which is a small platform on which is seated the image of Lord Shiva. This image is exactly like the first image of the Shiv Mandir of Jammu. There is no trace of the original Shiv Linga which was installed in the temple at the time of construction. The present one was installed by the great Maharaja Ranbir Singh (1829-1885 A.D.). It is most graceful and as high as a man's size. Its appearance sheds peace and perfection, satisfaction and consolation.

Hardly half a dozen people can go into the temple at a time. The door is towards the east and the pranali through which water or milk flows out, is towards the north. The staircase is beautifully built. The walls are raised with perfectly well-dressed stones which are most skilfully put together. In between the walls the steps are artistically laid down. The first flight consists of 18 steps. Then there is an arch and the door. The next flight

consists of 12 steps. We come to the open space round the temple.

A flight of six steps on either side of the wall in front of the door leads up to the door of the temple. After passing over again first 3 then 2 steps more, we enter into the precincts of the temple.

The pinnacle of the temple has several times fallen down on account of earthquakes and has many times been repaired during the time of several rulers.

Casting a look from outside, there appears to be the difference of handling of the temple. It is possible to have been built in different times.

Flora and Fauna

The Government has recently constructed a motorable road which goes upto the T. V. Range tower. Tourists and people can go to the temple in their own transport if desired. Lower parts are more or less devoid of vegetation. It is all sandy and rocky suitable for the growth of almond trees. At several places there is fine rich soil.

To make the hill look graceful, on the eastern slope, Maharaja Gulab Singh (1792-1857 AD) got fir trees planted but they did not thrive much. During the rule of Maharaja Hari Singh (1895-1946 AD) the whole area of the hill was given over to the Forest Department to get the place afforestated.

Many kinds of trees, acacia, almonds, mulberry, fir, pines, and other varieties have been planted. White and mauve iris

flowers have been grown. There are also wild species found among trees and rocks. The southern aspect of the hill owing to insulation is devoid of vegetation. There are beautiful bungalows at the foot of the hill from where the road goes to Gupkar. The gardens of these bungalows are well shaded with various kinds of trees and decorated with beautiful garden flowers.

The northern aspect of the hill is densely forested with planted trees, natural bushes and vegetation. Especially in the ravines where the moisture remains for longer time, a good number of almond and acacia trees have been planted and in them fir and pine saplings have been grown to enable them to thrive under their shade.

Walking over the pony track, there are number of flowers worthy of notice. A small flower Geranium Kashmiriana and Chanapodiaum (Wanpalak), Vironca Stellaria are common. Climbing higher up, looking right and left down the valley the onlooker gets filled with the charm of natural beauty which surrounds him. The thyme (Jawend) with the beautiful pink flowers is like an emerald mat struck to the ground especially to the Gagribal spur which is a wonderful place of pink blossom in May and June.

Moving up slowly we find two kinds of Tulips, one red and the other scarlet. Artemisia (Tethawan) is found everywhere. Salvia moorcratina with light pink flowers and Mentha sylvestis (wena) are found in the grass. There are several plants of Plutranthus rugous (madal) on sandy slopes. It is fragrant and is used in worship along with Mentha and roses. There is another shrub called Daphare Cleadus (Gandalun) with creamy white

flowers found among the trees. Dawelian (maidan-hand) and Chickory (Wanhand) potherbs are also found here besides other species.

The bushchat in May sits on the top of the bushes and sings. Tits, sparrows and goldfinches love to chirp on low bushes, while Griffon vulture with large outstretched wings hovers about the mountain peaks and the white vulture with yellow beak is also observed basking in the sun sitting on a rock. In winter, we find here a songster, black-throated thrush and a little bird wall-creeper moving over rocks to eat worms. It is an ashy coloured bird with curved beak and red colour inside its wings. When snow is deep we see red-billed chough with red-curved beak, red and black body. There are partridges also in thick grass.

The last bit of the climb is plain walking. There is a Chinar tree of stunted growth just below the temple. Among the cluster of trees is a red berry tree which in Kashmiri is called Bara. It is said to be effective for blood pressure. Lizards are common on rocks. They come out and go. Sometimes adders are also found. Years ago, I saw one ashy coloured, with a broad head. It was killed and thrown on the Gagribal bank. Sometimes stags and hinds come over the Zabarwan Mountain and move in the forest.

Works of Public Utility

Behind the temple, there is an old stone tank as a water reservoir. On the northern side, there is an old stone-walled small room which is called in Kashmiri (Parvati Hund Bana Kuth) the store room of Goddess Parvati. Lately, at the advice of Dr.

Karan Singh, the Dharmarth Department has built two cosy small buildings, one on the south east of the temple and the other near the temple for the Mahant. A statue of Adi Shankaracharya is also just there. It is said that there existed a staircase from Shurahyar to the temple. It was made of stones. Shurahyar is the current form of Shudishiyar. Sudashi is an aspect of Goddess Tripora Sundri. Her mantra consists of 16 letters. There was an old temple of Goddess where the new temple has been erected now.

The Boulevard road which runs round a part of the shores of the Dal Lake, touches the hill. This road was built by the order of Maharaja Hari Singh to enable the people and visitors to enjoy the beauty of the lake. About fifty years ago, the Gagribal point was heavily marked by big rocks on the shore and in water. Gaghar in Kashmiri means, "Rocks and Bal place." Hence, Gagribal means place of rocks.

Lately, one park has been laid on the opposite side of Gagribal, and is called Nehru Park, and the other at the foot of the hill on the eastern side. In summer, these two parks are crowded with people who with lunches and dinners relax themselves after day's hard work. The boatmen are busy in carrying people here and there.

Panoramic View

The temple with the compound is one of the unique places of worship in the world. It is as attractive as the temnple of Martand on the plateau which made Sir Francis Younghusband say, "The Martand temple is the best worshipping site in the

world. It is in the Centre of Natural beauty." On the south and west, it is surrounded by the Pantsal range with glaciers, glittering snowy peaks between (13000 and 15000 ft) above sea level. It is here that we find Joy Padshah (Saussurea sacra) and other high altitude flowers. At the foot of these ranges lie the alluvial plateaus and there are spread rice fields interspersed with shining waters of lakes and swamps and bordered by the sinuous course of the Vitasta. The shining pinnacles of temples, churches, mosques and other worshipping places add more grace.

On the northern and the eastern side lies the glorious Dal Lake which made Sir Walter Lawrence say, "The Dal Lake is the most beautiful spot in the world." It is a sheet of aquamarine rimmed with emerald green floating gardens and trees. The different portions of the Dal Lake i.e. Bod Dal, Nishat Dal, Lakut Dal, Gagribal Dal can be distinctly observed. The Nagin Lake behind the Naseem Bagh shines like Jupiter. A causeway runs in the middle of it. There are houseboats anchored on islets each with its own small flower garden. The sunrise and sunset scenes are superb. In fact, all beauty plays round the hill.

Durganag Temple and Spring

There is a spring at the foot of the hill dedicated to Goddess Durga. There is an Ashram. This Ashram was improved and developed by the Late Shivratanand Saraswati who was a great man in real sense. He collected money and spent it on the welfare of the Ashram. The Sadhus and Mendicants came from the plains and lived here. He fed them and sometimes clothed

them. There was a charitable kitchen running in his time to feed the weak and the poor. There is a good tract of land and 'Durga Sar' with willow orchard attached to the Ashram. He built a temple and installed the image of Goddess Durga there. When sitting on the dais in the balcony of his house, he shone like a great soul. During his time, he wielded the Charri Sahiba of Sacred Amar Nath Cave Pilgrimage, and the pilgrims received perfect comfort and care under him. He passed away to the eternal bliss and his monument (Samadhi) lies in the Ashram. The Ashram is now under a trust. It is worth-while to get the Ashram improved, and kept under an experienced hand to ensure strict discipline. Buildings ought to be repaired, extended and kept well.

Sanctity

On Arnavas (New Moon) and Purnamasi (Full Moon) people go to the temple to worship. But the annual fair is held on the Sawan Purnamashi (August) when hundreds go to worship. On this day, the whole path is lit with electric lamps. There is also a high power electric lamp on the top of the temple which can be seen from miles.

From evening, people pour in and climb and sit in the compound in groups. They sing, dance, chant the hymns in their own languages: Dogri, Punjabi, Hindi, Kashmiri, and Pahari and the place becomes the celestial orchestra.

At about 4 am, by turns in threes and fours under strict discipline, pilgrims begin to go up. Standing on the lowest wrung of the lowest door, a devotee would chant:

Ullangya Vivida Daivata Sopana Karamam

Upeya. Shiva Charman

Ashritya Pkadwarataram Bhunim

Nadyape Chitram Ujjwami

I have crossed over the ladder wrungs of various deities and having taken the support of the feet of Shiva, it is strange, I do not even know Shun the lower status.

He begins to ascend the staircases. First flight of steps consists of 18, then there is an arch and 12 steps. Then we come out to the open space which goes round the temple guarded by a small stone wall. Towards the eastern side attached to wall on either side are six more steps. That makes 18+12+6=36. According to the Shiva philosophy, there are thirty six elements of which the universe is made. They are from Shiva Tattva to Prithvi Tattva.

There are three and two steps more to be passed. These indicate:

Jgarat-Wakeful state

Sapuna -Dream state

Soshupti- Zero state (sleeping state)

The two final states to be entered are:

Turya-Effulgent bliss supreme and perfect

Turyateta-Transcendental state

Having crossed over the gross material elements and also the subtle state super cyclic centres, the devotee stands at the door of the temple, reciting.

Bavad Aveshatah Pashyans
Bavam Bavam Bavanmayani
Vichrayam Nirakankshah
Prahaarsha: Paripuritah

By a fit of thy Godhood, would that I seeing everything as thee may roam about desireless, filled with ecstasy.

He enters into the temple with milk, incense burning, camphor and candle of clarified butter lit, raisins, crystallised sugar, coconut, cernels to offer.

A part he takes for himself to be distributed among his relatives and friends.

He circumambulates half a round and does not cross the line through which milk or water flows out towards the north. Circumambulation means perfect resignation of body, mind and soul merging with the universal soul. Coming out he again sings:

Jaya Deva Namohamostute
Sakalam vish vam idam Tawashritam
Jagatam Parameshwro Bhawan
Paramekah Sharnagatosmite

Be thou victorious, bow down to Thee again and again. This whole world stands with Thy support. Thou are the only Lord of the universe, I am the only protege of Thee.

The pilgrims in a line, one by one offer worship. The rush is great and patience of the people is little. Gradually, the crowd diminishes.

On the *same day, fairs are held at Shri Amar Nath Ji, (12729*

ft), Mahadev (13013 ft), Dyanishwar (Bandipore), Thajwara (Bijbehara) and in all places where Shiva temples are:

Karht Natha Vimalam Mukha Bembam
Tavakam Samavaloka Yitasmi
Yat Sravaty Amrita Puram Apurvam
Yonima jjayati Visham Ashesham

When shall I see Thy fare and loving face from which a wonderful stream of water (nectar) flows, which would inundate the whole world under it.

Janati Devahi Jayanta Deveyo
Nitya Prabhaha Gurve Jayante
Shadoddarshan Anamnaya Rathe Gayanta
Cheryavanto Veeravarajayantu

Let Gods and Goddesses be victorious. Let our guides who are always vigilant, be victorious. Let our scholars, well-versed in six schools of Indian philosophy be victorious. Let our mendicants, the heroes of Saivism be victorious.

Omkara Bindu samyuktam Nityam Dhyayanti Yoginah
Kamadam Mokshadam chaiva omkaram tam Namamyaham

Yogies always meditate upon omkara alongwith Bindu. By this, their desires get fulfilled and they achieve salvation. So, I bow before that Omkara the main name of Almighty.

Najato na mrito yashcha kshayo yasyo yasya na vidyata
Namanti Devatah Sarve Nakaram tam Namamyaham

The letter 'Na' indicates that He was never born and He will

never die and is never diminished. I bow before Him who is 'Na' and to whom all Gods bow.

Mahadevam Mahavaktram 'Mahadyana-Parayanam
Maha papahar devam Makaram tam Namamyaham

He is supreme of all Gods. His absorbing power is great. He is ever merged in the supreme meditation. He destroys our great sins. I bow before Him who is 'Ma'.

Shivat Paratoro Nasti Shivashastreshu Nishchayah
*Sha*manti Sarva papani shikaram tam Namamyaham

The science of Shaivism has well established the supremacy of Lord Shiva. He forgives us for our sins. I bow before him who is 'Shi'.

Vahanam vrishabho yasya vasukih kantha bhushanam
*Vame Shakgidharam Devam Vakaram tam Nomamyaha*m

His famous vehicle is the (Nandi) bull. His necklace is the serpent Vasuki. He holds his Godly energy on his left lap. I bow before him who is 'va'.

Yatra Yatra sthito devah sarvavyapi Maheshwara
You guruh Sarvadevanam Yakaram tam Namamyaham

He is omnipresent and all pervading. He is the greatest Lord. He is the preceptor of all the Gods. I bow before him who is 'ya'.

☆☆☆

(The paper, written and printed several decades ago, is reproduced for the information of the readers. However, details mentioned in the paper may need updates.)

Rishi-Sufi Tradition of Kashmir

Historical Background and Contemporary Relevance

R. Vinod Kumar

Introduction

> Wendell Phillips, a famous American social reformer, once said, "The heritage of the past is the seed that brings forth the harvest of the future."

It has been seen all over the world that only those societies prosper which are deeply rooted in the past and which take care of their heritage. In fact cultural heritage is the legacy of physical artifacts and intangible attributes of a group or society that is inherited from past generations. Each generation is linked to the past through heritage. Classical civilizations have attributed supreme importance to the preservation of heritage. Ethics says that what has been inherited should be handed over to the successive generations after proper enrichment. What our generation considers a cultural heritage, must be preserved and revived for the next generation and so on.

Intangible heritage includes myths, mythology, legends, folklore, songs, music, dance, drama, traditions, skills, crafts,

language, script and knowledge. Transmitting the messages of the great saints, poets and philosophers to the entire society in general and younger generation in particular is the utmost need of the hour.

Kashmir is not only about a land or people; it has been a complete and perfect world in itself since times immemorial. According to the famous Kashmiri poet, Abdul Ahad Azad, most of the wisdom and philosophy of religion and life that the Indian subcontinent is proud of, either has a Kashmir origin or a Kashmir connection. Kashmir has produced great warriors, mystics, saints, poets, philosophers and sages. It is appropriate to present before the world the brighter picture of Kashmir.

Historical background

As per the experts of archeology and mythology, Kashmir was once a bowl-like valley filled with waters and called as Satisar. The waters of the huge lake were drained off near Baramulla by the efforts of Kashyap Rishi, an eminent Hindu sage to make it habitable. Soon it became a heaven on earth with deep silence, lush green fields, towering mountains, musical streams, waterfalls, springs, lakes, evergreen forests and snow peaks. Such locations are ideal for meditation. Because of its sacredness the soil of Kashmir became the abode of Hindu saints and sages. Habitation increased on this holy soil. People with different faiths and ideologies came from far off places and settled in this valley. Over a period of time Kashmir became a hub of Indo-Aryan, Iranian and Tibetan civilizations. In the first half of the millennium, Kashmir region was an important centre of Hinduism. Then came Buddhism and flourished in the valley

until 8th century. Later in 9th century Trika Shaivism arose which became popular as Kashmir Shaivism.

Sufi Islam came to Kashmir in 14th century and Sikhism in 18th century. New faiths and ideologies came to Kashmir but the achievements of previous ones were not lost. Rather the new ideologies were impressed by the prevalent faith of Kashmir. When Sufi Islam reached Kashmir, a large number of its preachers who travelled through Central Asia especially from Iran brought with them the Islamic version of mysticism which was very close if not similar to the local prevalent philosophy of Kashmir Shaivism at that time.

Islamic mysticism preaches oneness of God, His manifestation in everything, and the love for God. These concepts were found to be very close to the local belief and thought process of Kashmir Shaivism. Hence it got blended with the local philosophy, thus producing a unique type of Sufism and Sufi poetry which is very different from the rest of the world. Hence seeing God in everything and loving everything for the sake of God is the central theme of Sufi poetry in Kashmir. The aborigines were imbued with fine qualities of refined culture, cordial relationship, mutual trust and respect for each other's ways of life. With the passage of time a number of Hindu and Sufi saints were produced by Kashmir. A Rishi cult got established in Kashmir that made its inhabitants incline towards peace and harmony. It is in such an atmosphere of blissful tranquility that great spiritualists, Brahmins, Buddhists, Shaivites and Sufis flourished side by side. All this constitutes Kashmiri ethos, popularly known as Kashmiriyat. Thus an atmosphere of

composite culture and co-existence developed in Kashmir. In order to cope with the changes brought into the society by the religious and political compulsions, the Rishis of Kashmir vented their voice through mystic poetry.

Lal Ded

Lal Ded, the frontrunner of the mystic poetry in Kashmir says;

sootas te saatas pachhas na rumas
sui mas mea Lalli chov panunui vaakh
andrim gatkaar ratith vollum
tsatith ditmas tatee chaakh

I did not wait for a moment or any auspicious occasion.
I did not let myself remain idle for a fortnight or even for a moment.
Whatever I experienced I converted into my verses.
I grabbed my internal storm and controlled it.
I gave vent to my spiritual experiences and transformed it into my compositions.

Through her Vaakhs, Lal Ded connected with people of all hues and shades across all religions. She championed the cause of the human being in general and not of a particular class and religion. That is what makes her great in Kashmiri literature. Even after seven hundred years of her existence, her Vaakhs continue to guide and inspire people across religions and classes. Lal Ded, a Shaiva Yogini of the Kashmir school of

Shavisim, recognized the external world as an illusion and the human body as a vehicle for spiritual growth. Lal's Vaakhs were equally acceptable to Hindus and Muslims. In her Vaakhs people read the message of communal harmony and peace. Lal Ded has been a pioneer, rather instrumental in establishing common spirituality and composite culture based on tolerance and mutual trust amongst Kashmiris. She says

Shiv chhui thali thali rozaan
mo zaan hyond ta musalmaan
trukkai chhukh ta panun paan parzaan
soi chhai saahibas zaani zaan

God (Shiva) abides everywhere.
Do not discriminate between a Hindu or a Muslim.
If you are truly sensible, recognize your own self.
It will help you achieve the eternal truth of acquaintance with God.

Rishi order of Kashmir

The Rishi order of Kashmir is a tradition associated with mysticism and religious harmony. The Rishi order has made an important contribution to Kashmiriyat, the ethnic, social and cultural consciousness of the Kashmiri people. It is an indigenous secularism of Kashmir. The original Rishis were focused on seclusion and emphasis on meditation. They possessed simplicity and were without pretence. They abused

no one. They restrained their desires. Most of them refrained from eating flesh, remained away from married life and planted trees so that other people may benefit from them.

Nund Rishi

Nund Rishi is considered to be the founder of the Rishi order of saints which deeply influenced many well-known mystics of Kashmir. Through his mystic poetry he became so popular that he was bestowed with the respected names of Shaikh-ul-Alam or Alamdaar-e- Kashmir, etc. During his lifetime, he witnessed many conversions in the valley. Various historical events helped to shape his mind in such a manner that he produced some works of philosophy in his own manner of verses and poetry. Nund Rishi was deeply affected by such events and this is apparent in his verses. He felt disgusted with the ways of the world. He decided for renunciation and went to caves for meditation. He says

shraana karizi yuth na kanh denshee
dhyaana karizi gupith paan
kriya karizi yuth na zaath mashee
mashee nishi ada panun paan

Bath in such a way that nobody sees you.
Worship Him while staying away from the eyes of public.
Work in such a way that you don't forget to act.
Then you will forget your existence.

It is said that he lived for twelve years in the wilderness. And when he came out, he used his poetry as tool to spread the knowledge of absolute. His secular views have impressed the Kashmiri people of all faiths. His poetry is commonly known as Shruks, a short form of Sanskrit word Shaloka. His closeness with God is expressed in the following Shruk;

su mea nishey, bu tas nishey
mea tas nishey qaraar aav
nahkai tchhoundum mea pardeeshey
paneney deeshey mea yaar aav

He is near me and I am near Him
I found peace near Him
It was my futile exercise to search for Him in the external world
Because I found my beloved God in my own internal world.

Nunda Rishi was an outstanding exponent of the Rishi cult in Kashmir. He travelled across the length and breadth of Kashmir to deliver his message and to strengthen the Rishi order. This order believed in public service along with meditation in isolated places or solitude away from worldly affairs. He believed in simplicity. He says;

ath kandi paanas mo di rando
ami saeti band mal vothee no
ami tasbeeh aas te jando
ami kand su athi yiyee no

Don't decorate yourself with artificial makeup.
It will not clean your dirt.
Mala, stick and clothes are false.
You will not be able to find Him through these things.

Through most of his verses Nund Rishi addresses mankind in general rather any particular community. He believed in moral preachings for the upliftment of human beings and harmonious social living. When he talks of one God with numerous names, he gives a clear indication of a multi-religious society where ways and methods may differ, rituals or customs may vary, but all routes or faiths lead to one supreme power who is the maker or owner of the entire world. He found God in everything around. He says;

akoy khwada naav chhis lachha
zikri rus kanh kachha mo
vumbri vyandun akoy pachha
rizke rus kanh maechha mo

There is only one God and he is known by lakhs of names
No variety of grass is without a name
Consider life as one fortnight
There is not even an insect (fly) without food

On the concept of Oneness (Unity of Existence), Nund Rishi says;

kunirey bozakh kuni no rozakh
aem kuniran koutah dyut jalaav
aqel te fikar tour kot soazakh
kaem maali cheth hyok su dariyaav

Once you understand what oneness (unity of existence) is, you will forget everything.
That oneness has created fire (passion) in me
How could you carry your wisdom and knowledge there?
Who could drink that river of oneness?

Nund Rishi focused on meditation. He says;

sui oas te sui ho aasee
sui sui karizi tsei
sui saeree andesh kaasee
hayo zuv paayas peto

He was and He will be.
Keep on reciting His name.
He will clear your all ignorance.
Oh living being, search for the ways to recognize Him.

In the entire subcontinent, Jammu and Kashmir has the richest reservoir of the Sufi traditions. Sufism in Kashmir imbibed Hindu and Buddhist influences. This is particularly true of the indigenous order of the Rishis. Tombs of Sufi saints draw

devotees of all faiths. It is a unique form of devotional culture in Kashmir. Nund Rishi used his poetry as a tool to spread the knowledge of Sufism, peace and harmony. He preached the accountability before God, fear of God, commitment to the principles of truth, equality, justice and devotion in the service of mankind. We learn from him the fulfillment of duties of life with honesty, simplicity and truthfulness.

The sufi concept of the Omnipresence and all pervading nature of God is analogous to the science of totality or KULA system of Kashmir Shaivism in essence wherein truth of totality shines everywhere. Nund Rishi says;

yus chhui yeti sui chhui tatey
sui chhui prath shaayi ratith makaan
sui chhui pyaade te su chhui rathai
sui chhui soarui gupith paan

He who is here, is there.
He is present everywhere.
He is soldier and He is chariot.
He is hidden in everything.

When Nund Rishi left this world, his passing away created a big void in Kashmir. But his legacy was carried forward by the following saint poets of Kashmir.

Social harmony breathes balm, heals wounded hearts and germinates the seeds of love and affection. Roop Krishen Bhat, in his book Communal Harmony in Kashmiri Literature, mentions

that the concern and passion of love for humanity without any bias for language, region and religion is very prominent in many scholarly writings of Kashmiris. Right from the poetry of Lal Ded to Nund Rishi to Mahjoor and Azad and upto the present day poets, all have sung songs of communal harmony, love and concern for man and humanity. We have Muslim poets singing Bhakti songs and Hindu poets singing naats. Kashmiri literature has shown path of humanity to people in general.

The biggest contribution of Nund Rishi is that he acted as a torch-bearer and trend-setter for the future generations of Rishi-Sufi traditions of Kashmir. They carried forward the legacy of the legendary saint, poet and philosopher of Kashmir. This is reflected in their poetry. Prof. M H Zaffar in his book Prazenatch Hund Gaash mentions that the Sufi Rishis were certainly aware of yogic practices of Kashmir. Starting from the fourteenth century and upto first half of the twentieth century we have a galaxy of Sufi poets like Momin Saeb, Shah Qalander, Sochhi Kral, Nyama Saeb, Shamas Faqir, Wahab Khaar, Ahmed Batwari, Waza Mehmood, Ahad Zargar, Rehman Dar, Samad Mir, Rhim Saeb, Shah Gafoor and a host of others who apart from Sufism also expressed about the indigenous Shaiva Philosophy or shastra of Kashmir. Through their poetry they have championed the cause of spirituality, humanity, brotherhood and equality. They have shown the way to realize God. Even the concepts of Buddhism are hidden in their poetry.

Relevance in the contemporary world

The Rishi-Sufi traditions of Kashmir have great relevance in the contemporary world. While we are facing the challenges of

radicalization, extremism, population explosion and environmental issues at the global level, the Rishi-Sufi traditions of Kashmir can act as a guiding philosophy for the world. They give an inspiration to live with peace and harmony, reminding us of our moral responsibilities. One of the most famous and oft quoted couplets of Nund Rishi is;

ann poshi teli yeli wann poshi
Food will last as long as forests last.

This is by far the greatest environmental message given by any philosopher of the world. These words are a clear indication of his innate foresight and intuitive knowledge. He uttered these words about 600 years ago, even before the present concept of ecological balance was born. He cautioned people on moral and ethical grounds against damages to or destruction of plants and trees. For he is believed to have pointed out that plants are living things which are born, grow and die in due course.

The poetry of Nund Rishi gives inspiration to youths for hard work in spiritual as well as public life. He says

yus kari gongul sui kari kraav
He, who ploughs the field, reaps the crop.

He further says;

Kya kari tasnz krei ta kaaran
yas beyis atha daarun peyi

What can a person achieve through his work
if he begs in front of others.

Nund Rishi believes in facing hardships and difficulties on the path to any destination. This he expresses in the following shrukh;

tsaalun chhai vuzmal ta tratai
tsaalun chhui mandinyen gatkaar
tsaalun chhui parbatas karni atai
tsaalun chhui manz athas hyon naar
tsaalun chhui paan panun kadun gratai
tsaalun chhui khyon veh te gaar

Be ready to bear the lightening and cloudbursts.
Be ready to bear sudden darkness at noon.
Be ready to carry the mountain on your back.
Be ready to bear the fire on your palm.
Be ready to crush your body between two grinding wheels.
Be ready to have poison and bitter things in your mouth.

Apart from the mystic poetry we can see some eye-opening verses of Nund Rishi which are related to day to day life, but have deep philosophical meaning. He says;

kyah kari dandeh rus doonis
kyah kari ranis teer kamaan

kyah kari mokhtehaar hoonis
kyah kari anis padmaan

Of what use is walnut to a person without teeth.
Of what use is bow and arrow for a handicapped.
Of what use is a necklace for a dog.
Of what use is a beautiful lady to a blind.

Kashmir's rich heritage has social, religious and cultural dimensions with Rishi-Sufi traditions. There is a dire need to promote and popularize the understanding of Rishi-Sufi traditions and the underlying messages in larger sociological ambit. There is a need to make common masses especially the youth aware about the relevance of these teachings in the contemporary and unfolding times. We should give a clear message to the world that dark periods have come in the history of Kashmir in the past as well, but every time Kashmir has come out of the black clouds. Every time Kashmir progressed ahead. Bright times have come with the blessings of great saints and sages of Kashmir. Times keep changing; it is the law of the nature. Lal Ded says

nai rozi vandha tai nai retkoului
nai bozi shraavnun peth kastoor
nai rozi khushi tai nai rozi maatam
nai vazi sahlias saaz santoor

Neither will winter last long nor will summer.
Nor will the monsoon bird Kasturi sing for ever.
Neither will happiness last long nor will sorrow.

The musical instruments of celebrations will not play for ever.

Kashmir has lived proudly through the traditions of communal harmony and co-existence for thousands of years, despite many religious, political, natural and man-made upheavals. It has a praiseworthy and glorious tradition of co-existence not only amongst different kinds of people but even between humans and beasts like Nagas, Yakshas and Pisachas in the earliest times of existence of Kashmir.

Lal Ded says;

assi aes ta assi aasav
assi dore kari patavath
Shivas sori na zyon ta marun
ravas sori na atagath

Together we existed in the past and together we will exist in future also.
We will survive as we have been surviving from ancient times to the present.
Shiva never ceases to born and die.
The Sun never ceases to rise and set.

****

(The author is a writer of note, presently based in Jammu.)

Bibliography

1.The Nilmat Purana Vol. I, A Cultural & Literary Study of a Kashmiri Puraan by Dr. Ved Kumari, JKAACL Srinagar (1968).
2.The Nilmat Purana Vol. II, A Critical Edition & English Translation by Dr. Ved Kumari, JKAACL Srinagar (1973).
3.Kalhana's Rajtarangini, the saga of the kings of Kashmir translated by R.S. Pandit, Sahitya Akademi New Delhi (1935).
4.Saints and Sages of Kashmir by T.N.Dhar Kundan, APH Publishing Corporation, New Delhi, (2004).
5.Communal Harmony in Kashmiri Literature by Roop Krishen Bhat, Authors Press, New Delhi (2018).
6.Kashmiri Language and Poetry by Abdul Ahad Azad, English translation by Mohammad Zahid, JKAACL Srinagar (1982).
7.Lal Ded-The Backbone of Kashmiri Culture by Er. Vinod Kumar, Bringi Publications, Jammu (2018).
8.Prazenatch Hund Gaash by Prof. M H Zaffar, CCRC, Central University of Jammu (2019).
9.The History of Kashmir by Prithvi Nath Bamzai, Metropolitan Book Company, New Delhi (1962).
10.Kashmir in Sunlight and Shade by Tyndale Biscoe, Sagar Publication, New Delhi (1900).
11.The Valley of Kashmir by Walter Lawrence, Kesar Publisher, Kashmir, (1909).
12.Kashmir: History and Archaeology Through the Ages by S.L. Shali, Indus Publishing Company, New Delhi (1993).
13.Wikipedia.